امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ و جھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

اس شمارہ میں
خصوصی شمارہ
مولانا سہیل احمد ندوی
رحمۃ اللہ علیہ

جلد نمبر 63/73 | مورخہ ۳؍صفر المظفر ۱۴۴۵ھ مطابق ۲۱؍اگست ۲۰۲۳ء روز سوموار | شمارہ نمبر31

بین السطور

موت کے بعد کی زندگی

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

انسانی ارواح کا پہلا وجود ''عہد الست'' میں ہوا، جب اللہ نے تمام قیامت تک آنے والی روحوں کو حضرت آدم علیہ السلام کے پشت سے وجود بخشا اور اس سے ایک سوال کیا کہ 'کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ ساری روحوں نے اس بات کا اقرار کیا کہ آپ ہمارے رب ہیں، سورہ اعراف کی آیت نمبر 172 میں اللہ رب العزت نے اس کا تذکرہ کیا ہے اور پھر فرمایا کہ یہ شہادت اس لیے لیا تا کہ قیامت میں یہ نہ کہنے لگو کہ ہمیں تو اس کی خبر ہی نہیں تھی، ''عہد الست'' کے بعد یہ پھر لوٹا دی گئیں، چنانچہ ان روحوں کو حسب خاندان، حسب قبیلے، حسب مذہب جن میں زن وشوہر کے تعلق سے آنا تھا، وہ روحیں اسی ترتیب سے دنیا میں آتی ہیں اور آئندہ بھی آتی رہیں گی، یہ ارواح جب دنیا میں جسم کے ساتھ وجود پذیر ہوئیں تو ہر دور میں اللہ رب العزت نے اس عہد کو یاد کرانے کے لیے کہ آپ ہمارے رب ہیں، انبیاء ورسل کو بھیجا، بعض کو کتابیں دیں اور بعض کو صحائف دیے، تا کہ انسانوں پر حجت تام ہو، سب سے آخر میں آقا ومولیٰ فخر موجودات سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور قیامت تک کے لیے اس سلسلہ کو ختم کر دیا، کتاب ہدایت قرآن کریم کی شکل میں دیا اور اسے رہتی دنیا تک کے لئے دستور حیات بنا دیا، انبیاء ورسل کے سلسلے کے ختم ہونے کے بعد علماء کو وارث قرار دیا تا کہ وہ انسانوں کو عہد الست کی یاد تازہ کراتے رہیں اور لوگ اس ڈگر پر قائم رہیں جو اللہ ورسول کے حکم وہدایت کے مطابق ہے، کوئی اس آزمائش میں پورا اترتا ہے اور کوئی ناکام ہو جاتا ہے، ہر ایک کی مدت حیات پوری ہو جاتی ہے اور موت کا پیالہ پی کر انسان دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے، جو لوگ نیکوکار ہیں، ان کے لیے موت اللہ کا تحفہ ہے، جو فرشتے ایمان والوں کے پاس لے کر آتے ہیں اور اطمینان وسکون سے اس کی روح کو لے کر جاتے ہیں، وہ چوں کہ پوری زندگی رب کو خوش کرنے کے لیے ہی کام کرتا رہا ہے، اس لیے اپنے رب کی طرف لوٹنے پر خوشی ومسرت محسوس کرتا ہے اور اس کے ہونٹوں پر تبسم کی لکیریں کبھی مرئی اور کبھی غیر مرئی انداز میں پھیل جاتی ہیں، سامنے والا کبھی دیکھ کر اس کا ادراک کر لیتا ہے اور کبھی نہیں بھی کر پاتا ہے، اسی بات کو اقبال نے نشان مرد مومن قرار دیا ہے کہ ''چوں مرگ آید تبسم برلب اوست'' جو انسان بدعملی، بے عملی میں مبتلا ہوتا ہے اور اللہ کی مرضی کے خلاف زندگی گذارتا ہے اس کے لیے یہ مرحلہ بڑا پریشان کن ہوتا ہے اور موت کے وقت ہی سے اس پر عذاب کی کیفیت طاری ہوتی ہے اور وہ اپنے خالی جسم کو چھوڑنے اور اس کائنات سے دور جانے کو تیار نہیں ہوتا، بالآخر موت اپنا کام کر جاتی ہے اور اس کی روح بدبودار کپڑے میں لپیٹ کر سجین کے لیے روانہ کر دی جاتی ہے۔

پھر بے جان جسم کو قبر میں منتقل کیے جانے کے بعد جب لوگ دفن کر کے لوٹتے ہیں تو منکر نکیر سوالات کے لئے قبر میں آتے ہیں، اس وقت روح اور جسم کا ایک ایسا رشتہ قائم ہوتا ہے جس کو سمجھنے سے ہماری عقل قاصر ہے، اگر انسان نیک ہے، منکر نکیر کے سوال کا جواب بآسانی دے دیا تو جنت کی کھڑکیاں کھول دی جاتی ہیں اور وہ قبر میں سکون محسوس کرتا ہے اور اللہ کی رحمتوں سے مستفیض ہوتا ہے اور اگر گناہگار ہے تو فرشتوں کے جوابات صحیح دینے پر قادر نہیں ہوتا اور فرشتے گرز سے خبر لیتے ہیں، قبر اس قدر تنگ کر دی جاتی ہے کہ ایک طرف کی پسلی دوسری طرف داخل ہو جاتی ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کے عذاب سے پناہ مانگنے کی تلقین کی ہے اور فرمایا کہ قبر جنت کے باغوں میں ایک باغ ہے یا جہنم کے گڈھوں میں سے ایک گڈھا، نیکوں کو فرشتے کہتے ہیں ''نم کنومة العروس'' اطمینان سے دلہن کی طرح سو جاؤ، تمہارا رب تم سے راضی ہے اور بدبختوں پر مختلف قسم کے عذاب ان کے گناہوں کے اعتبار سے قبر میں ہی مسلط کر دیے جاتے ہیں اور جہنم کی کھڑکی سے آنے والی گرم ہوائیں جسم کو جھلستی رہتی ہیں اور روح وجسم کے نامعلوم رشتوں کے ساتھ وہ عذاب کی شدت المناکی اور کرب کو جھیلتا رہتا ہے، قبر اور قیامت کے حساب کتاب تک کے فاصلے کو برزخ کہتے ہیں، برزخی معاملات کے لیے قبر کا ہونا ضروری نہیں ہے، اصل معاملہ تو روح کا ہے اور جسم فنا ہونے کے باوجود روح فنا نہیں ہوتی، اس لیے یہ سوال بے محل ہوگا کہ جن کو قبر نہیں ملتی ان کا کیا ہوگا؟ سوال وجواب ان سے بھی ہوگا اور کیا بعید ہے کہ اللہ رب العزت قبر نہ ملنے کے باوجود مردہ کے جسم سے روح کا رشتہ قائم کر کے سوال وجواب کے مراحل سے گذار دے اور اسی کے مطابق اس کے ساتھ معاملہ کیا جائے، لیکن کفن اور قبر کا ملنا بھی بڑی بات ہے، اِسی لئے ان دنوں بعض بزرگوں کو یہ دعا کرتے بھی پایا کہ اے اللہ! کفن اور قبر نصیب فرما۔

عالم برزخ میں یہ سلسلہ کب تک جاری رہے گا، اسے اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا، کیوں کہ اللہ نے اس کا علم اپنے پاس محفوظ رکھا ہے، بہر کیف اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے تو یہ دنیا تہس نہس ہو جائے گی، آسمان روئی کے گالوں کی طرح اڑنے لگیں گے، زمین پھٹ جائے گی اور جو کچھ اس کے اندر ہے سب باہر پھینک دے گی، ایک زمانہ تک یہی حالت رہے گی، پھر دوسرا صور پھونکا جائے گا تو مردے قبروں سے باہر نکل آئیں گے اور سب میدان حشر میں جمع ہوں گے، سورج سوا نیزے پر ہوگا، گرمی کی شدت وحرارت انسانوں کو پسینے میں شرابور کر دے گی اور ہر آدمی اپنے گناہوں کے بقدر پسینے میں ڈوبا ہوا ہوگا، ہر طرف نفسی نفسی کا عالم ہوگا، العطش العطش یعنی پیاس، پیاس کی آواز گونج رہی ہوگی، آقا صلی اللہ علیہ وسلم حوض کوثر پر ملیں گے اور جو لوگ نیکوکار ہوں گے ان کی پیاس بجھائیں گے، اور جس نے دین میں کوئی نئی چیز ایجاد کی ہوگی اس کو دور بھگائیں گے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی بارگاہ میں حساب وکتاب شروع کرانے کی سفارش کریں گے، سجدے میں جائیں گے، گڑگڑائیں گے، التجا کریں گے، بالآخر میزان قائم ہوگا، اعمال تولے جائیں گے، پل صراط سے گذارا جائے گا، جن کا نتیجہ اچھا ہوگا، ان کا نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا، جن کا نتیجہ بُرا ہوگا انہیں نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں تھمایا جائے گا، وہ خواہش کرے گا کہ کاش ہمیں نامۂ اعمال نہ تھمایا جاتا، یہ وہ لوگ ہوں گے جو دنیاوی زندگی میں مگن تھے، ان کو حساب کتاب کا یقین نہیں تھا، وہ مال ودولت، جاہ ومنصب کو ہی سب کچھ سمجھتے تھے، آج کے دن انہیں کچھ کام نہیں آئے گا، اس دن بھائی بھائی سے، ماں باپ اور بیوی شوہر سب ایک دوسرے بھاگتے پھریں گے، ہر ایک پر نفسا نفسی کا عالم طاری ہوگا، نامۂ اعمال کے اعتبار سے چہروں پر مسرت اور مایوسی پسری ہوگی، ان مراحل سے گذرنے کے بعد جنت اور جہنم میں دخول ہوگا، ایمان والے گناہگار کُٹائی اور گناہوں کی کثافت کی جہنم کی بھٹی میں دھلائی کے بعد بالآخر جنت میں داخل کیے جائین گے اور جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت پر انہیں جہنم سے نکال کر جنت میں ڈال دیا جائے گا، پھر اللہ رب العزت ان لوگوں کا جن کے ایمان کا علم صرف ذات اقدس کو ہوگا کثیر تعداد میں اپنی قدرت کاملہ سے جنت میں داخل کر دیں گے، پھر جنتی ہمیشہ ہمیش کے لیے جنت میں رہیں گے اور جہنمی ہمیشہ ہمیش کے لیے جہنم میں موت کو بھی موت آجائے گی۔

حیات مابعد الموت کا یہ خلاصہ ہے، جو قرآن کریم اور احادیث مقدسہ میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے، اہل علم نے ضخیم کتابیں اس پر تصنیف کی ہیں، سب کا خلاصہ یہی ہے کہ ہمیں اپنے اعمال کا محاسبہ کرنا چاہیے، اور مال ودولت عز وجاہ کے چکر میں آخرت کو نہیں بھولنا چاہیے، یہ فکر آخرت ہی ہماری زندگی کو درست راستے پر ڈالتی ہے اور جزا وسزا کا تصور ہی خوف خدا کی شاہ کلید ہے، اسی لیے ایمانیات میں یوم حشر ونشر اور قیامت کو بھی شامل کیا گیا ہے تا کہ ہماری زندگی بیلنس، معتدل اور متوازن رہے۔ اللہ رب العزت نے سورۃ تکاثر میں اس کا ذکر کیا ہے، جس خلاصہ یہ ہے کہ انسانوں کو لالچ اور حرص نے غافل کر رکھا ہے، یہاں تک کہ وہ قبر کو جا پہونچتا ہے، وہ جان لے گا اور یقیناً جان لے گا، وہ ضرور دوزخ کو دیکھے گا اور اس نعمتوں کے متعلق بھی سوال کیا جائے گا۔ قرآن کریم کی ایک دوسری آیت میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن ہر انسان جس نے تھوڑی نیکی کی ہوگی، اسے بھی دیکھ لے گا اور جس نے تھوڑی بھی بُرائی کی ہوگی، اسے بھی دیکھے گا، اور حسرت سے کہے گا کہ یہ کیسا رجسٹر ہے، جس نے چھوٹے بڑے ہر اعمال کا لیکھا جوکھا رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کی بُرے کاموں سے حفاظت فرمائے اور اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق بخشے تا کہ ہمارا حساب وکتاب آسان ہو اور ہم جنت کی ابدی آرام گاہ کے لائق ہوسکیں۔ آمین یارب العالمین

اچھی باتیں

''لوگ جو تمہارے بارے میں سوچتے ہیں، تم انہیں کبھی بدل نہیں سکتے، اس لیے وضاحتیں دینے میں اپنا وقت ضائع مت کرو، ☆ دنیا کا سب سے اچھا تحفہ وقت ہوتا ہے، کیوں کہ اگر آپ کسی کو وقت دیتے ہیں تو آپ اسے اپنی زندگی کا وہ پل دیتے ہیں جو کبھی لوٹ کر نہیں آتا، ☆ غصہ کو اس مقصد سے قائم رکھنا کہ کسی اور پر اتارا جائے، آگ کو ہاتھ میں رکھنے کی طرح ہے، جس سے انسان خود جل جاتا ہے، ☆ والدین کی محبت ہی وہ سچی محبت ہے جو خود غرضی سے پاک، غیر مشروط اور بے انتہا ہوتی ہے، ☆ تعلق چاہے ٹوٹ بھی جائے، لیکن اتنا تو بھرم بچ ہی جانا چاہیے کہ اگر کبھی ملاقات ہو جائے تو نظریں نہ چرانی پڑے۔'' (حاصل مطالعہ)

بلا تبصرہ

''رپورٹس ودا وٹ باڈرس کی 2022 کی رپورٹ کے مطابق عالمی صحافتی آزادی کی فہرست میں ہندوستان ایک سو پچاسویں نمبر پر ہے، جب کہ 2021 میں ہندوستان صحافتی آزادی کے معاملہ میں ایک سو بیالسویں نمبر پر تھا، ایسا نہیں ہے کہ ہندوستان میں ہی صحافت نشانے پر ہے، پوری دنیا کا یہی حال ہے، یونیسکو کی 'ضمیر کی آزادی' نامی رپورٹ 2022 میں بتایا گیا ہے کہ دنیا بھر میں کل چھیاسی صحافیوں کو اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑا، رپورٹ کے مطابق صحافیوں کے تحفظ کے معاملہ میں سب سے زیادہ لاپرواہ لاطینی امریکی اور کوریائی ممالک ہیں، جہاں چوالیس صحافیوں کو قتل کیا گیا جو دنیا بھر میں مارے گیے صحافیوں کی تعداد میں نصف سے زائد ہے، ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ عورتیں جو صحافت سے جڑی ہوتی ہیں، وہ تشدد کا نشانہ خاص طور سے بنتی ہیں۔'' (پربھات خبر: 23-8-14)

اللہ کی باتیں----- رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

نفسی نفسی کا عالم ہوگا

’’جس دن نہ مال کام آئے گا، نہ اولاد، مگر ہاں، اس کو نجات ہوگی جو اللہ کے پاس کفر وشرک سے پاک دل لیکر آوے گا اور اس روز ایمان والوں کے لئے جنت نزدیک کردی جائے گی اور ان گمراہوں کے لئے دوزخ سامنے ظاہر کی جائے گی اور ان گمراہوں سے کہا جائے گا کہ وہ معبود کہاں گئے؟ جن کی تم خدا کے سوا پوجا کیا کرتے تھے، کیا اس وقت وہ تمہارا ساتھ دے سکتے ہیں، یا اپنا ہی بچاؤ کر سکتے ہیں، پھر یہ کہہ کر گمراہ لوگ اور ابلیس کا لشکر سب کے سب دوزخ میں اوندھے منہ ڈال دیئے جائیں گے‘‘(سورۃ الشعراء، آیت:۹۵)

تشریح: قرآن پاک میں اللہ رب العزت ان غفلت شعار انسانوں کے ذہن ودماغ کو بیدار کرنا چاہتے ہیں جو مال ودولت، جاہ ومنصب اور آل واولاد کو اپنی زندگی کا قیمتی سرمایہ سمجھتے ہیں اور اس کی وجہ سے غرور وتکبر میں مبتلا ہیں، انہیں قیامت کے دن یہ کوئی فائدہ نہیں دیں گے اور خاندانی تعلقات کچھ کام نہ آئیں گے:’’لَنْ تَنفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَ لَا اَوْلَادُكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ‘‘ ہرگز کام نہ آئیں گے تمہارے رشتہ دار اور نہ ہی تمہاری اولاد قیامت کے دن، اس دن ہر ایک کو اپنی فکر پڑی ہوگی، احباب واقارب ایک دوسرے کو نہ پوچھیں گے، بلکہ اس خیال سے کہ کوئی میری نیکیوں میں سے مانگنے لگے، یا اپنے حقوق کا مطالبہ کرنے لگے، ایک دوسرے سے بھاگے گا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم قبروں سے اٹھائے جاؤگے ننگے پاؤں، بدن بے ختنہ، ایک عورت نے کہا کیا بعضے بعضوں کی شرمگاہ دیکھیں گے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے فلانی! ہر ایک مرد کو ان میں سے اس دن اپنی اپنی پڑی ہوگی، کوئی کسی کو نہ دیکھے گا، البتہ جس شخص نے اپنا مال اللہ کی راہ میں اور نیک کاموں میں خرچ کیا تھا، اگر اس کی موت کلمہ توحید پر ہوئی تھی تو پھر یہ مال میدان حشر میں اور میزان حساب میں بھی کام آوے گا، اسی طرح اولاد کی اچھی تربیت کی اور دنیا میں نیک بنانے کی کوشش کی تھی تو آخرت میں اس کو اولاد کا فائدہ پہونچ سکتا ہے، اسی طرح اولاد کو بھی ماں باپ سے آخرت میں نفع پہونچے گا کہ اللہ تعالیٰ ان کے باپ ودادا کی رعایت کرکے ان کو بھی اس مقام پر پہونچادیں گے۔

قرآن پاک میں اس کی تصریح اس طرح مذکور ہے:’’اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ‘‘ یعنی ہم ملادیں گے اپنے نیک بندوں کے ساتھ ان کی اولاد کو بھی اور اگر اولاد غیر مومن ہیں تو ان کو والدین کے نیک اعمال قیامت میں کوئی فائدہ نہیں پہونچا سکیں گے، جیسا کہ نوح علیہ السلام کے بیٹے، لوط علیہ السلام کی بیوی اور ابراہیم علیہ السلام کے والد کا معاملہ ہے۔

مفسرین نے قرآن پاک کی ان آیتوں کا یہی مطلب بیان کیا ہے، لہذا ایمان والوں کو ہمیشہ اپنے ایمان کا جائزہ لیتے رہنا چاہئے اور قیامت کے دن کی گرفت اور محشر کی باز پرس سے ڈرتے رہنا چاہئے، یہ دنیا دھوکہ کی شئی ہے، ایمان والوں کو اس کے دھوکہ میں نہیں آنا چاہئے، اللہ رب العزت کا ارشاد ہے کہ’’اللہ کا وعدہ حق ہے، پس تمہیں دنیا کی زندگی دھوکہ میں نہ ڈال دے اور نہ کوئی دھوکہ دینے والی چیز تمہیں اللہ سے غافل کردے، بلاشبہ شیطان تمہارا دشمن ہے، پس تم اسے اپنا دشمن ہی سمجھو، وہ تو اپنے گروہ کو بلاتا ہے کہ وہ جہنمی ہوجائے۔

میت کی طرف سے صدقہ وخیرات کا حکم

’’حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک صحابی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میری والدہ کا اچانک انتقال ہوگیا ہے اور میرا گمان ہے کہ اگر وہ موت واقع ہونے سے پہلے کچھ بول سکتیں تو وہ ضرور کچھ صدقہ کرتیں، تو اب اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اس کا ثواب ان کو پہونچے گا؟ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! پہونچ جائے گا‘‘(بخاری شریف)

تشریح: شریعت کا عام اصول یہی ہے کہ آدمی پہلے ان حقوق اور ان ذمہ داریوں کو ادا کرے جن کا وہ ذاتی اور شخصی طور پر ذمہ دار ہے، اس لئے کہ کل قیامت کے دن سب سے پہلے اس کے ذاتی اعمال کے بارے میں باز پرس ہوگی، البتہ اگر ذاتی حقوق کی ادائیگی کے بعد کسی مرنے والے کی طرف سے صدقہ وخیرات کیا جائے تو اللہ تعالیٰ اس کا ثواب وصلہ اس مرنے والے کے ساتھ ساتھ صدقہ کرنے والوں کو بھی عطا فرماتے ہیں، لہذا مرنے والوں کی خدمت اور ان کے ساتھ ہمدردی واحسان کا ایک طریقہ ان کے لئے دعاء مغفرت کرنا، قرآن پاک کی تلاوت کرکے اس کے اجر وثواب کو مرحومین تک پہونچانے کی دعاء کرنا ہے، اس کے علاوہ یہ بھی ہے کہ ان کی طرف سے صدقہ کیا جائے یا اسی طرح ان کی طرف سے دوسرے اعمال خیر کرکے ان کو ثواب پہونچایا جائے، اس سلسلہ میں کتب احادیث میں بڑی فضیلت آئی ہے، بخاری شریف میں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کے انتقال کی تفصیلی روایت مذکور ہے کہ حضرت سعد بن عبادہؓ کی والدہ کا انتقال ایسے وقت میں ہوا کہ خود سعدؓ موجود نہیں تھے، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میری غیر موجودگی میں میری والدہ کا انتقال ہوگیا ہے، اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا وہ ان کے لئے نفع بخش ہوگا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں، پہونچے گا، انہوں نے عرض کیا کہ میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنا باغ اپنی والدہ مرحومہ کے لئے صدقہ کردیا، ایک دوسری حدیث ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کے دادا نے زمانۂ جاہلیت میں سو اونٹ قربانی کرنے کی نذر مانی تھی، ان کے بیٹے نے پچاس اونٹوں کی قربانی کردی اور دوسرے بیٹے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے باپ ایمان لے آئے اور پھر تم ان کی طرف سے روزے رکھتے یا صدقہ کرتے تو وہ ان کیلئے نفع مند ہوتا، ان روایات سے معلوم ہوا کہ اپنے مرے ہوئے رشتہ داروں کو مالی صدقہ بھیج کر ان کو ثواب پہونچا سکتے ہیں۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

صفر اور سفر میں بدشگونی لینا لغو ہے

س: (۱) ماہ صفر کے متعلق بہت سارے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ منحوس مہینہ ہے، اس میں بلائیں نازل ہوتی ہیں، اس لیے اس میں شادی بیاہ نہیں کرتے، شرعا اس کی کیا حقیقت ہے؟

(۲) سفر کے دوران راستہ چلتے ہوئے اگر بلی راستہ کاٹ دے تو بہت سے لوگ اس کو بدشگونی پر محمول کرتے ہیں، تھوڑی دیر کے لیے رک جاتے ہیں اور سفر کے تعلق سے طرح طرح کے خیالات واندیشے ذہن ودماغ میں آنے لگتے ہیں، شرعی اعتبار سے کیا حکم ہے؟

ج: نفع اور نقصان کا مالک اللہ ہے، اگر اللہ تعالیٰ کسی کو نفع پہونچانا چاہے تو کوئی اس کو روک نہیں سکتا اور اگر نقصان پہونچانا چاہے تو کوئی اس کو ٹال نہیں سکتا، یہی اسلامی تعلیم ہے اور یہی مسلمانوں کا عقیدہ بھی ہے۔ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے:’’وَ اِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗ اِلَّا هُوَ وَ اِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ‘‘(سورۃ یونس:۱۰۷)

(اور اگر اللہ تعالیٰ تم کو کسی تکلیف سے دوچار کردیں تو اللہ کے سوا کوئی اور اسے دور نہیں کرسکتا اور اللہ تم کو بھلائی پہنچانا چاہیں تو اس کی مہربانی کو کوئی روک نہیں سکتا، اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہیں مہربانی فرمائیں اور اللہ ہی بخشنے والے اور بڑی رحمت والے ہیں)۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ کے دین اور اس کے قوانین کی حفاظت کرو، اللہ تمہاری حفاظت کرے گا، جب مانگنا ہو تو اسی سے مانگو اور جب مدد کی ضرورت ہو تو اس سے مدد مانگو اور جان لو کہ اگر پوری امت اور دنیا کے سارے لوگ اس بات پر مجتمع ہوجائیں کہ تمہیں کچھ بھی نفع پہونچائیں تو وہ نفع نہیں پہونچاسکتے، مگر اتنا ہی جتنا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے مقدر کر رکھا ہے اور اگر تمہیں نقصان پہونچانا چاہیں تو نقصان نہیں پہونچا سکتے مگر اتنا ہی جتنا اللہ نے طے کر رکھا ہے۔

’’عن عبداللّٰه بن عباس قال: كنت خلف رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يوما فقال: ياغلام إني اعلمك كلمات احفظ اللّٰه يحفظك احفظ اللّٰه تجده تجاهك إذا سألت فسئل اللّٰه وإذا استعنت فاستعن باللّٰه واعلم ان الامة لو اجتمعت على ان ينفعوك بشيء لم ينفعوك إلا بشيء قد كتبه اللّٰه لك وان اجتمعوا على ان يضروك بشيء لم يضرك إلا بشيء قد كتبه اللّٰه عليك رفعت الاقلام وجفت الصحف‘‘. (سنن ترمذی، قبیل ابواب صفۃ الجنۃ:۲/۷۸۔)

نیز کسی چیز سے نیک فال لینا تو محمود ومستحسن ہے، جبکہ بری فال لینا مذموم وممنوع ہے، چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بدشگونی کی کوئی حقیقت نہیں ہے، البتہ نیک فال اچھی چیز ہے، صحابہ نے عرض کیا کہ فال کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ اچھا کلمہ جس کو تم میں سے کوئی شخص سنے (اور اس سے اپنی مراد پانے کی توقع کرے)۔

’’عن ابی هريرة قال: سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول: لا طيرة وخيرها الفال قالوا: وما الفال؟ قال: الكلمة الصالحة يسمعها احدكم‘‘. (صحیح البخاری، باب الطیرۃ:۲/۸۵۶۔ صحیح مسلم، باب الطیرۃ والفأل وما یکون فیہ من الشؤم، حدیث نمبر:۲۲۲۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

’’لا عدوى ولا طيرة ويعجبني الفأل الكلمة الحسنة، الكلمة الطيبة‘‘. (صحیح مسلم، باب الطیرۃ والفأل وما یکون فیہ من الشؤم، حدیث نمبر:۲۲۲۴)

بلکہ بعض وہ چیزیں جو زمانہ جاہلیت سے ہی لوگوں کے درمیان چلتی آرہی تھیں، مثلا بیماری کا خود سے ایک دوسرے کو لگنا، پرندوں وغیرہ کے ذریعہ بدشگونی اور صفر کے مہینہ کو منحوس سمجھنا اور اس میں بلا ومصیبت کے نزول کا اعتقاد رکھنا، ان ساری چیزوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بے اصل اور باطل قرار دیا۔

’’قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: لا عدوى ولا طيرة ولا هامة ولا صفر. (رواه البخاری، عن أبي هريرة، باب لا هامة: ۲/۸۶۷)

لہذا صورت مسئولہ میں ماہ صفر کے تعلق سے یہ عقیدہ رکھنا کہ یہ منحوس مہینہ ہے، اس میں آفات وبلا اور حوادث ومصائب کا نزول ہوتا ہے، اسی طرح راستہ چلتے ہوئے بلی کے راستہ کاٹ دینے سے بدشگونی لینا اور راستہ کو پُرخطر سمجھنا، یہ سب زمانہ جاہلیت کی یادگار اور مشرکانہ طور وطریق اور عادات ہیں، جو باطل، لغو اور بے اصل ہیں، انسان کے لئے سارے مہینے، سارے ہفتے اور سارے دن یکساں ہیں، وہ چاہے تو اپنے عمل سے ان تمام دنوں کو اپنے لئے بہتر بنالے اور چاہے تو اپنی بدعملی سے وبال جان بنالے، بدشگونی لینا جہالت اور کم عقلی کی بات ہے، ایک صاحب ایمان کی شرعی ذمہ داری ہے کہ وہ اللہ سے ڈرے، کتاب وسنت کو مضبوطی کے ساتھ تھامے رکھے، اس سے ایک بال برابر بھی پیچھے نہ ہٹے، اپنے عقائد کو درست رکھے اور اس طرح کے عقائد باطلہ سے اپنے آپ کو بچائے، اللہ تعالیٰ پر مکمل اعماد و بھروسہ رکھے؛ کیوں کہ ہوگا وہی جو قادر مطلق کی مرضی ہوگی، اس کے حکم کے خلاف کچھ نہیں ہوسکتا۔

اس لیے کسی چیز سے بدفالی لے کر اپنے آپ کو خواہ مخواہ خوف واندیشہ اور ناامیدی میں مبتلا کرنا صحیح نہیں ہے، اس سے احتراز لازم وضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب

پھلواری شریف

جلدنمبر 63/73 شمارہ نمبر 31 مورخہ ۳/صفر المظفر ۱۴۴۵ھ مطابق ۲۱/اگست ۲۰۲۳ء روز سوموار

ایک شمارہ
مولانا سہیل احمد ندویؒ کے نام

ایک زمانہ تھا جب لوگ آباء واجداد اور بزرگان دین کی یاد باقی رکھنے کے لیے مجسمے بنایا کرتے تھے، اور عقیدت سے ان کے سامنے جبینِ نیاز خم کرتے تھے، اس دور میں اس سے زیادہ کچھ کیا بھی نہیں جاسکتا تھا، نہ کاغذ ایجاد ہوا تھا اور نہ ہی لکھنے پڑھنے کا رواج عام تھا، مندر کی دیواروں پر بنی دیوتاؤں کی تصویریں اور پنڈتوں کے کٹیوں میں کندہ نقش ونگار اور مورتیاں اسی زمانہ کی یادگار ہیں، لات، منات، ھبل، ود، سواع، یغوث، یعوق، وغیرہ بھی اسی سلسلے کی مختلف کڑیاں ہیں جن کا ذکر قرآن میں معبودان باطل کے طور پر آیا ہے۔

ایسی یادگاروں میں دو بڑی خامیاں تھیں، ایک یہ کہ زمانہ گذرنے کے بعد ان کا شمار مافوق الفطرت ہستیوں میں ہونے لگتا تھا، وہ دیومالائی داستانوں کے کردار بن جاتے تھے، اور ظاہر پرستی کا مزاج انہیں خدا کا شریک ومثیل بنا دیتا تھا، جس سے یادگار قائم کرنے کا مقصد ہی فوت ہوجاتا تھا، وہ دیوتا اور دیوی تو بن جاتے تھے، لیکن انسان باقی نہیں رہتے تھے۔

دوسری بڑی خرابی یہ تھی کہ یہ مجسمے ناپائیدار ہوتے تھے، ان کے ٹوٹنے اور تلف ہونے کا خطرہ بنا رہتا تھا، کبھی زلزلہ انہیں زیر زمین کردیتا تھا اور کبھی سیل رواں انہیں دور بہالے جاتا تھا پھر وہ اس طرح نسیاً منسیا ہوجاتے تھے گویا کبھی زمین پر ان کا وجود ہی نہ رہا ہو۔ حضور اکرم ﷺ جب تشریف لائے اور قرآن کریم کا نزول ہونے لگا تو اللہ رب العزت نے تاریخ امم اور ذکر سیرت وکردار کو عبرت کا ذریعہ قرار دیا ارشاد ربانی ہے: لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِأُولِي الْأَلْبَابِ، پ ۱۲ ارکوع ٦ (ترجمہ: یعنی ان کے احوال میں عقل مندوں کے لیے عبرت ہے۔)

خود قرآن کریم میں انبیاء کرام کے قصے بیان کیے گئے اور اس انداز میں بیان کیے گئے کہ کردار چلتے پھرتے نظر آنے لگے، ان کے اندر قلب ودماغ کو متاثر کرنے کی صلاحیت پیدا ہوگئی، وہ پتھر کی بیجان مورتی کی طرح نہیں رہے، جو کسی چوک کی زینت بنی رہتی ہے؛ بلکہ اس نے دلوں کو گرمایا، جگر کو برمایا اور تمام اعضاء وجوارح میں ایک روح سی پھونک دی۔

عرب کی تاریخ پر غور کیجیے تیئس سال کے قلیل عرصہ کے انقلاب اور تغیر پر نگاہ ڈالیے تو آپ محسوس کریں گے کہ قرآن کریم میں مختلف قسم کے کرداروں کے ذکر نے انسانوں کی ذہنی تعمیر وتشکیل میں نمایاں رول ادا کیا ہے اور کیوں نہ ہو جب قصہ اللہ رب العزت خود بیان کر رہا ہو ارشاد فرمایا: نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ پ۱۲ رکوع ۱۱ (ترجمہ: ہم تمہیں ایک بہترین واقعہ سناتے ہیں) قصوں کے تاثیر وتاثر کی اسی اہمیت کے پیش نظر اللہ رب العزت نے سوانح نگاری اور قصہ گوئی کا حکم دیا ارشاد ربانی ہے: فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ واقعات بیان کیا کرو تا کہ لوگ غور وفکر کریں۔

مندرجہ بالا آیتوں میں غور کرنے سے ہم اس نتیجے پر پہونچتے ہیں کہ لوگوں کی سوانح عمریاں اور سرگذشت ضرور قلمبند کرنی چاہیئے، تاکہ آنے والی نسل یہ جان سکے کہ وہ کیسے تھے؟ کس زمانہ میں آئے؟ ان کے خویش ویگانہ کیسے تھے، ان کی اپنی زندگی کیسی تھی اور دوسروں کے لیے انہوں نے کیا کچھ کیا، ان کی خلوت کیسی تھی اور جلوت میں ان کے اوقات کیسے بسر ہوتے تھے، وہ زندگی کی کتنی بہاریں دیکھ سکے، اور جب دنیا سے گیے تو دنیا والوں کو کس حال میں چھوڑ گیے، انہوں نے دنیا سے جاتے وقت اپنی اولاد کو کیا نصیحت کی اور ان کے بچوں کی اسلامی اور ایمانی حالت جانے کے بعد کیسی تھی، دم اولیں دنیا کی کیا حالت تھی اور دم واپسیں کیا کچھ تغیر ہو چکا تھا، مختصر یہ کہ جس کی زندگی رقم کی جارہی ہے اس کا چلنا پھرنا، سونا جاگنا، اٹھنا بیٹھنا، اس کے اخلاق وعادات، افعال واعمال سب قاری کے سامنے آجائیں؛ تاکہ پڑھنے والا اخلاق حمیدہ سے آراستہ ہوسکے اور ذمیمہ سے بچ سکے۔

یہی وہ احساسات وخیالات تھے، جس نے ایک شمارہ مولانا سہیل احمد ندویؒ کے نام کرنے کی توفیق بخشی حکم وہدایت حضرت امیر شریعت مفکر ملت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی دامت برکاتہم کی تھی، نقیب کی دفتری ٹیم نے اس پر محنت کیا، اہل قلم حضرات نے ہماری درخواست کو قابل اعتناء سمجھا اور کم وقت میں اپنے مضامین ومقالات ارسال کیے، اس طرح یہ وقیع شمارہ تیار ہوسکا، پندرہ اگست تک کا وقت دیا گیا تھا، مضامین کی آمد کا سلسلہ دیر تک جاری رہا، نقیب کے شمارے میں تمام کا ڈالنا ممکن نہیں ہوسکا، تو حضرت امیر شریعت نے نقیب کے صفحات بڑھانے کا حکم دیا، چار صفحات مزید بڑھائے گئے، مضامین میں در آئے تکرار میں کتر بیونت کا عمل جاری کیا، پھر بھی چند مضامین شامل ہونے سے رہ گئے، جن میں ایک مضمون خود نقیب کے مدیر کا ہے، انتقال کے فورا بعد ایک مضمون ۳۱/جولائی ۲۰۲۳ء کے شمارہ نمبر 28، جلد نمبر 63 میں چھپا تھا، جو دیکھنا چاہیں وہاں دیکھ لیں، اسی طرح امارت میں جو تعزیتی مجلس ہوئی تھی اور مولانا اشتیاق حیدر نے جو مرثیہ لکھا تھا، اسی شمارے میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ خود مدیر نقیب کا اس شمارہ میں کوئی مضمون شامل نہیں ہے، قربانی کا یہ کام اپنے ہی سے شروع کیا ہے۔

یہاں پر یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ ہمارے یہاں عموما مرنے کے بعد ہی مرحومین پر لکھنے کا سلسلہ شروع کیا جاتا ہے، تاکہ قلم کا محور "اذکروا محاسن موتاکم" رہے، نگاہیں خوبیوں پر مرکوز رہے اور خامیوں کے ذکر سے گریز کیا جائے۔

دوسری وجہ یہ ہوتی ہے کہ معاصرت حجاب اکبر ہے، زندگی میں خوبیوں کا اعتراف کرنے والے کم ہوتے ہیں۔

نہ ماننے میں اپنی نفسیات کے ساتھ اپنے مفادات بھی وابستہ ہوتے ہیں، جو ہمیں مجبور کرتے ہیں کہ ہم لوگوں میں اعلان کرتے پھریں کہ اس شخص میں کوئی خوبی نہیں، ہماری ہی طرح کھاتا پیتا، بازاروں میں چلتا پھرتا، بیوی بچوں کے درمیان رہتا ہے، کچھ لوگ اس سے بھی اوپر کے ہوتے ہیں جنہیں کسی کی حیثیت عرفی سے حسد ہوتا ہے اور وہ مرنے سے پہلے تک بڑی بڑی شخصیت کو مان کر نہیں دیتے اور مرنے کے بعد تعریف وتوصیف میں زمین وآسمان کے قلابے ملاتے ہیں، کیوں کہ اب معاصرت کا حجاب اٹھ چکا ہوتا ہے اور مفادات کے تصادم کا معاملہ باقی نہیں رہتا۔

واقعہ مشہور ہے کہ ایک صاحب کا انتقال ہوا، تو تعزیتی جلسہ میں ان کے سب سے بڑے مخالف کو مدعو کیا گیا، وہ صاحب معذرت کرتے رہے کہ موصوف کے بارے میں میری رائے اظہر من الشمس ہے، مجھ کو معاف کردو، لوگ مانے نہیں، پکڑ کر لے گیے، ان صاحب نے مرحوم کی تعریف میں زمین وآسمان کے قلابے ملا دیے، لوگ حیرت زدہ تھے کہ اس شخص میں مرحوم کے بارے میں کتنی تبدیلی آگئی ابھی سامعین ورطۂ حیرت سے نکلے نہیں تھے کہ ان کی تقریر اختتام کو پہونچی، آخری جملہ فرمایا کہ اگر وہ واقعی مرگئے ہوں، اگر زندہ ہوں تو ان کے بارے میں میرے خیالات پہلے ہی کی طرح ہیں۔

دیکھا آپ نے معاصرت ختم ہوئی، تو خوبیوں کا دل کھول کر اعتراف کیا جانے لگا۔

دوسری وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ زندگی میں اس شخص کے بارے میں بولنے کی ہمت اس قدر نہیں ہوتی کہ وہ دل کی بھڑاس نکال پائے، ایسے لوگوں کو بھی مرنے کا انتظار رہتا ہے تاکہ وہ دل کھول کر اپنی بات رکھ سکیں، موت کے بعد نہ تو مرنے والے کی ہڈی لڑنے آئے گی اور نہ ہی اس پر "بدخوش کرنی" کا الزام لگ سکے گا، اسی لیے عام طور پر ہمارے ذہن وشعور پر مرنے والے کی خوبیاں اور خامیاں بعد میں اجاگر ہوتی ہیں، لکھنے والا "حجاب اکبر" کے اٹھنے کا انتظار کرتا رہتا ہے۔

مولانا سہیل احمد ندوی بھی ہم سب کی طرح انسان ہی تھے، بشری کمزوریاں دوسروں کی طرح ان کے اندر بھی تھیں، وہ فرشتہ نہیں، انسان ہی تھے، اور انسانوں کے صحیح اور غلط ہونے کا تذکرہ مجموعی زندگی کو سامنے رکھ کر کیا جاتا ہے، اگر خیر کا غلبہ ہو تو اس پر اچھے انسان ہونے کا حکم لگانا چاہیے، غلبہ شر کا ہو تو پھر دوسرا حکم لگے گا۔

مولانا سہیل احمد ندوی کی زندگی کے دوسرے پہلوؤں سے میں زیادہ واقف نہیں، لیکن امارت شرعیہ کے حوالہ سے جو خدمات انہوں نے انجام دیں، وہ قابل قدر اور لائق تحسین ہیں، وہ آؤٹ آف وے جاکر کام کرنے کے بھی عادی تھے، جو بات طے کرلیتے اس پر عمل کی شکلیں نکالنے میں وہ طاق تھے، عام حالات میں ان کی زبان ٹھیک ٹھاک تھی، لیکن میں نے ان کو بہت بار بے لگام ہوتے بھی دیکھا ہے، لیکن یہ عناصر ان کی زندگی پر حاوی نہیں تھے، کبھی کبھی ہی یہ نوبت آتی تھی، مجموعی طور پر وہ ایک اچھے انسان تھے، ان میں نہ تو زمیندارانہ کبر تھا اور نہ عہدے کا غن، عصر کی نماز کے بعد چنے چیورے کا ناشتہ ان کا مشہور تھا اور دفتر کے کئی لوگ اس موقع سے ان کے عصرانہ پر موجود ہوتے تھے، عقیقہ، ولیمہ کا موقع ہوتا تو وہ دفتر کے جن لوگوں کو مدعو کرتے، ان میں ایک نام میرا بھی ہوتا، بیس سال میں تین بار میں بھی ان کے خوان یغما سے مستفید ہوا، ایک موقع عقیقہ کا تھا ایک ولیمہ کا اور ایک بار رجب میراج کا سفر تھا، باتیں کہنے کی بہت ہیں، اکیس سال کا ساتھ کم نہیں ہوتا، داستان طویل ہے، لیکن وہ جو کہا گیا ہے کہ داماں نگہ تنگ وگل حسن تو بسیار، نقیب کے صفحات اجازت نہیں دیتے کہ اس داستان کو طویل کروں، اسے ناتمام ہی چھوڑتا ہوں، تاکہ قاری کی تشنگی باقی رہے۔

اللہ رب العزت مولانا مرحوم کی مغفرت فرمائے، زبان خلق کو نقارہ خدا سمجھو کہا گیا ہے، اس شمارہ میں سب نے بڑے تعریفی کلمات لکھے ہیں اور ان کی خدمات کا اعتراف کیا ہے اور جس حال میں اللہ نے ان کو بلایا سب ان کے لیے مژدہ مغفرت ہی ہے۔

دہلی انتظامیہ بل

بھاجپا ایک زمانہ میں دہلی کو مستقل ریاست کا درجہ دلوانا چاہتی تھی، لال کرشن اڈوانی، مدن لال کھورانہ اور خود اٹل بہاری باجپئی 1999ء میں اس کے حق میں تھے۔ لیکن سیاسی داؤ پیچ میں ایسا نہیں ہوسکا، البتہ اسمبلی بن گئی، اور لفٹننٹ گورنر کو زیادہ اختیار دے دیا گیا جس کی وجہ سے وزیر اعلیٰ بے دست وپا انداز میں کام کرنے لگے، جب کوئی بات مرکزی حکومت کو بری لگتی تو لیفٹنٹ گورنر کے سہارے وہ اس کو روک دیتی، لیکن عاپ کی حکومت آئی، اروند کیجریوال نے بھاجپا کو دھول چٹا دیا اور کہنا چاہیے کہ عاپ نے بھاجپا پر جھاڑو پھیر دیا، یاد رکھیے کہ عاپ کا انتخابی نشان جھاڑو ہی ہے۔

مرکزی حکومت نے اروند کیجریوال کو پریشان کرنے میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا، دہلی کے سرکاری اسکولوں کو تعلیمی پہچان دینے والے منیش سسودیا پر بدعنوانی کا الزام لگا کر آئی بی کے ذریعہ اسے جیل رسید کر دیا گیا، اور مہینوں گذرنے کے بعد اب تک ان کی ضمانت نہیں ہوسکی ہے۔

مرکزی حکومت کے اس رویہ کے خلاف دہلی حکومت سپریم کورٹ گئی، وہاں سے اسے راحت ملی اور عدالت نے وزیر اعلیٰ کے اختیار کی وسعت کو تسلیم کیا اور لیفٹنٹ گورنر کی بے جا دخل اندازی پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا، لیکن مرکزی حکومت کو یہ گوارہ نہیں تھا، پارلیامنٹ چل نہیں رہی تھی، اس لیے صدر جمہوریہ سے ایک آرڈی نینس پر دستخط کرا کر پھر سے دہلی کے وزیر اعلیٰ کو بے دست وپا کر دیا گیا اور دہلی نیشنل کیپٹل ٹیرٹری ایڈمنسٹریشن ترمیمی بل 2023 پارلیامنٹ میں پیش کیا گیا۔

پارلیامنٹ میں یہ بل اکثریت کے بل پر پاس ہوگیا، راجیہ سبھا میں بھاجپا کو اکثریت حاصل نہیں ہے، اس لیے یہاں گنجائش تھی کہ دہلی انتظامیہ بل پاس نہ ہوسکے، لیکن بھاجپا نے سیاسی دور اندیشی کے ساتھ چندر شیکھر کی راشٹریہ سمیتی، آندھرا کی ٹی آر ایس اس کانگریس اور اڈیشہ کے بیجو جنتا دل کو اپنے ساتھ کرلیا، اس طرح اس بل کے پاس ہونے میں رکاوٹ یہاں بھی باقی نہیں رہی، البتہ این ڈی اے کے ایک سو اکیس (121) اور انڈیا اتحاد کے ایک سو انیس (119) ارکان تھے، راجیہ سبھا میں بحث ہوئی پھر ووٹنگ ہوئی تو یہ بل 102 کے مقابلہ ایک سو اکتیس (131) سے پاس ہوگیا، اس کا مطلب یہ ہے کہ انڈیا اتحاد میں بھی بھاجپا سیندھ مارنے میں کامیاب ہوگئی اور کم از کم دوسری پارٹی کے بارہ ممبران نے اس بل کی حمایت میں ووٹ دیا، اب یہ صدر جمہوریہ کے دستخط کے بعد قانون بن گیا، لیکن تاریخ میں یہ بات درج ہوگئی کہ بھاجپا وفاقی ڈھانچے اور ریاستوں کو کمزور کرنے کے لیے کسی حد تک جاسکتی ہے، اس کا نقصان ہندوستان کی سالمیت کو پہونچے گا۔

عین ممکن ہے کہ جب بھی دہلی اسمبلی میں بھاجپا کی اکثریت ہوگی اور اس کی حکومت تشکیل پائے گی تو یہ راگ پھر الاپا جائے گا کہ دہلی کو خود مختار اور مکمل ریاست کا درجہ ملنا چاہیے۔ کیوں کہ اس کے بغیر دہلی کی ترقی ممکن نہیں ہے۔

تم جیسے گئے ایسے بھی جاتا نہیں کوئی

مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی، نائب امیر شریعت بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ پھلواری شریف پٹنہ

زندگی کی راہوں میں سیکڑوں لوگ ملتے ہیں ، ہمسفر ہوتے ہیں اور بچھڑ جاتے ہیں۔ جانے والے کبھی نہیں آتے ؛ جانے والوں کی یاد آتی ہے، ساتھ گزرے لمحے یاد آتے ہیں اور یادوں کی میٹھی میٹھی کسک زیست کے آخری لمحات تک باقی رہتی ہے۔حضرت مولانا سہیل احمد ندوی ساتھ چلتے ہوئے اچانک رخ موڑ لیں گے اور راہ بدل لیں گے؛ کسی کو اندازہ نہیں تھا۔مولانا ندوی سے میری شناسائی ایک عرصہ سے تھی، گاہے گاہے جب شوریٰ کی میٹنگ میں دارالعلوم وقف دیوبند سے حاضر ہوتا تو مولانا کو اپنے دائرۂ کار میں مصروف پاتا، وہ دھن کے پکے تھے اور کام کے لئے جانے جاتے تھے۔خاندانی شرافت اور قومی وملی خدمات کا جذبہ ان کو اپنے پرکھوں سے ملا تھا، اس وراثت کو انہوں نے پوری زندگی اوڑھنا بچھونا بنایا اور آخری دم تک سجوئے رکھا۔ 1917 میں جب چمپارن سے ستیہ گرہ کا آغاز ہوا، اس کو رفتار دینے کیلئے موہن چند کرم داس گاندھی چمپارن آئے تو ان کے پردادا جناب عدالت حسین بھی اس تحریک میں شامل تھے، گاندھی جی صلاح ومشورہ کے لئے عدالت حسین کی کوٹھی پر آئے، نیل کی کھیتی کے مسائل پر تبادلہ خیال کیا اور پھر چمپارن ستیہ گرہ کو رفتار دی تھی۔

میں نے مولانا سہیل احمد ندوی صاحبؒ کو دیکھا کہ وہ امارت شرعیہ میں ایک عام ملازم کی طرح دفتر آتے اور کاموں میں مصروف ہو جاتے، کوئی تصنع نہیں اور کوئی عہدے کا رعب نہیں۔اصول اور ضابطے کے دائرے میں کام کرنے کا مزاج، نپی تلی گفتگو، اور خوش مزاجی امارت کے ضابطے کو بھی خوشگوار بنادیتی اور ان کے پاس آنے والا ہر کوئی مطمئن ہو کر واپس لوٹتا۔ان کی وفات کے بعد ہر فرد تعزیت کے ذریعہ اپنی خوشگوار وابستگی کا اظہار کر رہے ہیں۔بناوٹ سے دور سادگی اور بے باک زندگی کا چرچہ ہر زبان پر ہے۔سچ یہ ہے کہ بے نیاز زندگی، کام کرنے کا انوکھا انداز اور ہر خورد وکلاں کو اپنے اخلاق سے گرویدہ کرنے کا ہنر ان کو خوب آتا تھا۔قاضی القضاۃ حضرت قاضی مجاہد الاسلام قاسمی صاحبؒ، امیر شریعت حضرت مولانا سید نظام الدین صاحبؒ اور امیر شریعت حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحبؒ اور دیگر اکابر علماء کے وہ بے حد قریب تھے۔ دراصل ان میں ایک خاص صفت یہ تھی کہ وہ اپنی بات نہ منوا کر بڑوں کے مزاج اور حکم کے مطابق خود کو ڈھال لیتے۔ مزاج شناسی کا فن وہ خوب جانتے تھے، اس لئے ہر بڑے کے مزاج کے مطابق وہ خود کو تیار کر لیتے اور ان کی مرضی کے مطابق کام کرتے، یہ خصوصیت ان کو بڑوں سے قریب کر دیتی تھی۔عملی زندگی میں ایسا کرنا سب کے بس کی بات نہیں، لیکن ایک بامقصد مشن کے لئے ایسا کرنا نہ صرف کارگر ہوتا ہے، بلکہ خود کو جھکانے والا بھی بہت بلند ہو جاتا ہے، اپنے کام میں ایماندار، اپنی فکر میں غیر جانبدار تھے اور طور طریقوں میں اپنائیت تھی۔دیوبند سے جب بھی میں امارت شرعیہ آتا تو وہ بڑے تپاک سے ملتے، امارت سے متعلق اپنی ذمہ داریوں کو بتاتے۔کبھی کہتے کہ مولانا منت اللہ رحمانی ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ میں فلاں کام ہو رہا ہے، آگے کے امور میں فلاں رکاوٹ ہے، مولانا سجاد میموریل اسپتال میں ڈاکٹروں کی کمی ہے، کچھ جدید مشین لگ جائے تو کام بہتر ہوگا، اس طرح کی درجنوں رپورٹ اور کارکردگی پیش کرتے۔آج مجھے یاد آرہا ہے کہ ان کے کام کرنے کے انداز میں ان کا ''ہوم ورک'' صاف جھلکتا تھا۔مشکل سے مشکل کام کو انتہائی آسانی سے کر جاتے، الجھنوں کو سلجھے ہوئے انداز سے پیش کرنے کا کمال ان کو خوب آتا تھا۔ میں نے کئی بار دیکھا کہ مسائل اور مشکلات پیش آجائیں تو وہ اپنا آپا نہیں کھوتے تھے۔کوئی ٹاسک سونپا گیا اور کھوج کی ذمہ داری دی گئی تو وہ باریک بینی کے ساتھ تہہ تک پہنچنے کی کوشش کرتے، سربراہوں کو خوش کرنے کے لئے جلد بازی میں کچھ ایسا نہیں کرتے جو بعد میں سبکی کا سبب ہو، خوب ٹھوک بجا کر تحقیق کرتے، بے باکی اور جرأت کا مظاہرہ کرنے سے گریز نہیں کرتے تھے۔ملنساری، شرافت اور ہمدردی ان کا طرۂ امتیاز تھا، وہ لپک کر ملتے اور بڑے تپاک سے نووارد کی ضرورت کو پوچھتے اور اسے حل کرتے۔

ذاتی زندگی کی بات کی جائے تو ان کی پیدائش مغربی چمپارن کے بگہی گاؤں میں 1962ء میں ہوئی۔والد کا نام محمد شکیل ہے، دادا جناب وکیل حسین تعلیمی خدمات کی وجہ سے سرسید ثانی کہے جاتے تھے، پردادا عدالت حسین جالیا مجاہد آزادی تھے۔ابتدائی تعلیم مکتب میں ہوئی، جامعہ اسلامیہ قرآنیہ سمرا سے 1976ء میں حفظ کی تکمیل کی، فارسی وعربی کی تعلیم جامعہ اسلامیہ بتیا میں حاصل کی، 1979ء میں اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند گئے، اکابر علماء سے اکتساب فیض کیا، لیکن صد سالہ اجلاس کے بعد جب طلبا کا ہنگامہ ہوا، تو وطن لوٹ آئے، پھر دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کا رخ کیا، درمیان سال سے ثانویہ رابعہ میں سماعت کی، اور اگلے سال باضابطہ عالیہ اولیٰ میں داخلہ ہوا، اور 1987ء میں ندوہ سے امتیازی نمبرات کے ساتھ فراغت حاصل کی، تعلیم سے فارغ ہوئے تو امیر شریعت رابع حضرت مولانا سید شاہ منت اللہ رحمانیؒ کے حکم پر امارت شرعیہ آئے اور اسی کو اپنا مسکن بنالیا۔کئی مراحل سے گزرتے ہوئے وہ امارت شرعیہ کے نائب ناظم، امارت ٹرسٹ کے سکریٹری جنرل، مولانا سجاد میموریل اسپتال کے سربراہ اور دیگر اعلیٰ عہدوں تک پہنچے تھے۔ہر دور میں ان کو امیر شریعت اور ذمہ داران امارت شرعیہ کا اعتماد حاصل رہا اور ان کے بے حد قریب رہے۔

مولانا سہیل احمد ندویؒ نے دین کی خدمت اور ملت کے کاموں کو اپنا مشن اور زندگی کا مقصد بنایا تھا اور دنیا سے گئے بھی ایسے کہ وہ کار شریعت میں مصروف تھے۔یونیفارم سول کوڈ کے سلسلے میں لوگوں کو بیدار کرنے اور ووٹنگ کرانے کے لیے اڈیشہ میں تھے۔ 25 جولائی 2023ء بروز منگل کو زوم پر عہدیداران امارت شرعیہ کی میٹنگ ہوئی تو وہ اس میں شریک تھے اور پورے جوش وجذبہ کے ساتھ اپنی کارکردگی پیش کر رہے تھے، میری ان سے یہ آخری گفتگو تھی، میٹنگ ختم ہوئے ابھی چند گھنٹے ہی گزرے تھے کہ یہ جانکاہ خبر ملی کہ مولانا سہیل احمد ندویؒ نماز ظہر میں بحالت سجدہ اللہ کے دربار میں حاضر ہو گئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

رہنے کو سدا دہر میں آتا نہیں کوئی ☆☆☆ تم جیسے گئے ایسے بھی جاتا نہیں کوئی

اس حادثۂ فاجعہ پر ہم خدام امارت پر سکتہ طاری ہو گیا، لیکن قادر مطلق کے فیصلے کو کون ٹال سکتا ہے۔بہرکیف اڈیشہ سے بذریعہ ایمبولینس لاش لانے کا انتظام کیا گیا۔ 26/جولائی بروز بدھ سوا بارہ بجے امارت شرعیہ کے احاطے میں نماز جنازہ پڑھی گئی، پھر انہیں ان کے آبائی وطن مغربی چمپارن لے جایا گیا، وہاں دوبارہ نماز جنازہ راقم الحروف کی امامت میں ادا کی گئی، اور وہیں تدفین عمل میں آئی۔

ایسے تھے ہمارے سکریٹری مولانا سہیل احمد ندوی صاحبؒ

آفتاب عالم قاسمیؔ

ہر شخص اللہ کے پاس سے ایک لکھی لکھائی عمر لے کر آیا ہے لیکن نہ اسے خبر کہ وہ کتنی ہے؟ اور نہ دوسروں کو پتہ کہ وہ ہمارے درمیان کتنے دن رہے گا؟ لیکن اس کے باوجود آدمی صحت وتندرستی اور قوت وطاقت دیکھ کر ایک اندازہ کرتا ہے کہ ابھی حیات دراز ہے، ابھی اور جینا ہے، ابھی مرنے والی نہ عمر ہے اور نہ صحت ہے، اور اسی اندازے سے وہ مطمئن رہتا ہے اور ایسا مطمئن رہتا ہے جیسے وہ اس حادثہ ناگزیر کو ٹالنے میں کامیاب ہو چکا ہو، مگر پھر ایسا ہوتا ہے کہ جب وہ اپنی عمر کی گنتی پوری کر کے چل دیتا ہے تو وہ تو اپنا نامۂ اعمال لے کر خدا کے حضور پہونچ جاتا ہے؛ لیکن اسے دیکھنے والے، اس سے تعلق رکھنے والے اور اس کی محبت میں جینے والے ہکا بکا ہو کر ایک دوسرے سے پوچھنے لگتے ہیں کہ یہ کیا ہوا؟ ابھی تو بالکل صحت مند تھے، ابھی عمر ہی کیا تھی؟ بڑھاپا کہاں آیا تھا؟ ارے اس کا تو وہم بھی نہ تھا، لیکن اب تو ہو گیا جو ہونا تھا۔آج قلم ایسا ہی ایک حادثہ لکھنے پر مجبور ہو رہا ہے، کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ ہمارے محبوب سکریٹری جناب مولانا سہیل احمد ندوی صاحب اس طرح اچانک ہم لوگوں کو چھوڑ کر چل دیں گے، کتنے صحت مند تھے؟ کیسے توانا تھے؟ صرف بال ہی تو سفید ہوئے تھے، بڑھاپے کا اور تو کوئی نام ونشان بھی نہ تھا، کیا بیماری تھی انہیں؟ ابھی ایک ہفتہ پہلے ہی دارالعلوم الاسلامیہ آئے تھے، کتنے ہشاش بشاش تھے، کون جانتا تھا کہ حالت صحت کا یہ آخری دیدار ہے اور ان کے ساتھ آخری مجلس۔اچانک جب ان کے انتقال کی خبر پہونچی تو سنتے ہی سر چکرا گیا، آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا، دل صدمے سے چور چور ہو گیا، رات کس طرح گزری بس کچھ نہ پوچھیے، نیند آتی تھی اور مولانا کا چہرہ سامنے آجاتا تھا بس آنکھ کھل جاتی تھی، اگلے دن امارت شرعیہ میں بعد نماز ظہر جنازہ کی نماز پڑھی گئی اور پھر مولانا کو ان کے آبائی وطن مغربی چمپارن لے جایا گیا، ہم لوگ بھی چمپارن پہونچے، وہاں مولانا کا آخری دیدار ہوا، دیکھتے ہی احساس ہوا کہ کیا مرے ہوئے آدمی کا چہرہ ایسا ہی ہوتا ہے؟ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے آرام کی نیند سو رہے ہوں، چہرے پر تازگی وشادابی تھی، میں مولانا کو دیکھتے دیکھتے ماضی میں کھو گیا۔

بات ہے سنہ ۲۰۱۶ء کی، دارالعلوم الاسلامیہ امارت شرعیہ کا قضیہ نامرضیہ چل رہا تھا، اساتذہ وطلبہ پریشان تھے، سب کے ذہنوں پر جمود طاری تھا، اسی زمانے میں مغرب کی نماز کے بعد اپنے کمرہ سے نکل کر قدیم بلڈنگ کی طرف جا رہا تھا کہ اچانک حضرت الاستاذ مولانا قاضی انظار صاحب دامت برکاتہم پر نظر پڑی، سلام کیا، انہوں نے جواب دیتے ہوئے ایک لمبے قد کے باوقار عالم سے میرا تعارف کرایا، انہوں نے جھک کر مجھے گلے لگایا اور بڑے اونچے القاب سے نوازا کہ اچھا آپ ہی علامہ ومولانا مفتی آفتاب صاحب ہیں؟ پھر مجھے بتلایا گیا کہ یہی مولانا سہیل احمد ندوی صاحب ہیں، جو دارالعلوم الاسلامیہ کے نئے سکریٹری منتخب ہونے کے اولین ترجیح ہیں۔منہ کا مزا بگڑ گیا، خوشی کیا ہوتی پاؤں تلے زمین کھسک گئی اور دارالعلوم الاسلامیہ کا مستقبل تاریک نظر آنے لگا؛ کیوں کہ اسی قضیہ نامرضیہ کے زمانے میں ان کے بارے میں آدھے درجن سے زیادہ پر وثوق افراد نے بتلایا تھا کی مولانا سہیل احمد ندوی صاحب مغلوب الغضب آدمی ہیں، زبان بہت خراب ہے، معمولی معمولی باتوں پر اپنے ماتحتوں کو ذلیل کر دیا کرتے ہیں، گالیاں دیتے ہیں توہین کرتے ہیں اور رخصت بھی کر دیا کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ لیکن جب وہ دارالعلوم الاسلامیہ امارت شرعیہ کے سکریٹری بن گئے اور ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا ہوا، میٹنگیں ہوئیں، اسفار ہوئے، گرم وسرد سے سابقہ پڑا، لاک ڈاؤن کا ہولناک زمانہ آیا، مختلف قسم کے حالات آئے اور دیکھتے ہی دیکھتے سات سال کا عرصہ کیسے گزرا پتہ بھی نہیں چلا، اس دوران میں نے جوان کو دیکھا، پرکھا اور سمجھا اس نے ان تمام باتوں کو جھوٹا ثابت کر دیا جو مولانا سے متعلق میں نے سن رکھا تھا؛ کیوں کہ ان کا جو رویہ ہم اساتذہ کے ساتھ رہا اور ان کا جو سلوک یہاں کے کارکنان کے ساتھ رہا اس کو ایک جملہ میں اگر بیان کروں تو بلاتشبیہ کہہ سکتا ہوں کہ خادم رسول حضرت انس بن مالکؓ نے کہا تھا کہ ''میں رسول اللہ کی خدمت میں دس سال رہا؛ لیکن ان دس سالوں میں آپ نے کسی بھی بات پر یہ نہیں فرمایا کہ تم نے یہ کیوں کیا؟ یا یہ کیوں نہیں کیا؟'' اسی طرح مولانا سہیل احمد ندویؒ صاحب نے ان سات سالوں میں ہم اساتذہ سے کبھی بھی مواخذہ کے طور پر نہیں پوچھا کہ آپ نے یہ کیوں کیا؟ یا آپ نے یہ کیوں نہیں کیا؟۔مولانا کی یہی وہ ادا تھی جس نے اساتذہ کے دلوں کو مسحور کر رکھا تھا، جب وہ مدرسہ آتے تھے تو اساتذہ ایسے ہی خوش ہوتے تھے جیسے ان کے گارجین آگئے ہوں۔درس وتدریس سے مولانا کا تعلق نہیں تھا؛ لیکن گزرے سات سالوں میں انہوں نے درس وتدریس کی باریکیوں کو سمجھ لیا تھا، اس کا اندازہ اس وقت ہوتا تھا جب نصاب کے جائزہ کے وقت کسی استاذ کا ماہانہ نصاب پورا نہیں ہوا ہوتا اور وہ جواب دہی سے بچنے کے لیے کوئی تاویل پیش کرتے تھے تو مولانا مسکرا کر غیر محسوس انداز میں باور کرا دیتے تھے کہ میں آپ کی کمی کو سمجھ رہا ہوں، آپ تاویل کر کے مجھ کو مطمئن نہیں کر سکتے، اس موقع پر ہم اساتذہ ایک دوسرے کو چور نظروں سے دیکھتے اور مولانا کی فہم پر دل ہی دل میں داد دیتے۔

مولانا سہیل احمد ندویؒ ایک بڑے خاندان کے چشم وچراغ ہونے کے باوجود، نہایت سادہ اور منکسر المزاج تھے، تصنع اور بناوٹ کا ادنیٰ سا شائبہ بھی ان کی سیرت کے کسی بھی گوشہ میں نہیں تھا، بے تکلف، یار باش اور ظریف الطبع تھے، سادہ لباس زیب تن کرتے۔وہ کئی عہدوں پر فائز تھے، ان کے ماتحت سیکڑوں افراد کی ٹیم تھی، وہ چاہتے تو ہٹو بچو والی زندگی گزار سکتے تھے، لیکن اس کے برعکس وہ اکثر وبیشتر اپنی موٹر سائیکل سے ہی دارالعلوم الاسلامیہ کسی بھی وقت آدھمکتے اور اس عمر میں بھی صرف پانچ سے سات منٹ میں پورے مدرسہ کا معائنہ کر ڈالتے، کسی درسگاہ میں اگر کوئی استاذ موجود نہ ہوتے تو انہیں آفس کی معرفت سے فون کرواتے اور کبھی خود ہی اپنے موبائل سے فون کر لیتے، بات ہو جانے پر استاذ صاحب عدم موجودگی کی جو بھی عذر پیش کرتے اس کو قبول فرماتے اور درس کی پابندی کی تلقین کرتے، اساتذہ سے گفتگو کرتے وقت تلخ گوئی اور ترش روئی سے مکمل طور پر اجتناب برتتے۔اپنے چھوٹوں سے بھی بہت جلد گھل مل جاتے تھے، اسفار میں مافوق وماتحت کا امتیاز بالکل مٹ جاتا تھا، کہیں پروگرام میں اگر کچھ بولنا ہوتا تو مجھے یا کسی بھی استاذ کو کال کرتے اور اس موضوع سے متعلق مواد معلوم کرتے، بتلانے دینے ہر حوالہ طلب کرتے اور اپنی کم علمی کا بار بار اعتراف کرتے۔اگر کوئی استاذ یا طالب علم امارت شرعیہ کے ہاسپٹل پہونچتا اور مولانا کو اس کی خبر ہو جاتی تو ساتھ ہو جاتے اور جب تک کام نہ ہوتا ساتھ ہی رہتے۔امارت شرعیہ کے وفد کے ساتھ مولانا کی معیت میں میرے کئی اسفار ہوئے، مولانا سفر میں شرکاء سفر کا بھرپور خیال رکھتے تھے، ایک سے بڑھ کر ایک لطیفہ سناتے اور مجلس کو گل گلزار بنا دیتے۔جہاں پر بھی قیام کا انتظام ہوتا وہ شرکاء وفد کے ساتھ ہی قیام فرماتے، کبھی بھی اپنے لیے کسی ممتاز اور علیحدہ قیام گاہ کا مطالبہ کیا اور نہ ہی کبھی پرہیزی کھانے کی خواہش کی۔جو مل گیا کھا لیا اور جہاں جگہ مل گئی سو گئے، ایک جگہ مسجد میں بغیر بستر کے ہی سونا پڑا لیکن مولانا کے چہرے پر شکن تک نہیں آئی، مدھوبنی کے دورۂ وفد میں ایک صاحب نے اپنی غربت کی شکایت کی، مولانا نے اس صاحب کا اکاؤنٹ نمبر لیا اور کہا کہ جب آپ کی بیٹی کی شادی ہونے لگے تو مجھے اطلاع کر دیں، اس صاحب کا بعد میں فون آیا اور مولانا نے اس کو ایک خطیر رقم بھیجی، یہ بات خود اس صاحب نے مجھے بتلائی تھی۔کیا لکھوں اور کیا چھوڑوں، اگر لکھنے لگوں تو ایک کتاب تیار ہو جائے، ذہن ودماغ میں خیالات کی بھرمار ہے؛ لیکن یہ مختصر سا مضمون اس کا متحمل نہیں ہے، اس لیے یہ کہہ کر اپنے قلم کو روکتا ہوں کہ مولانا سہیل احمد ندوی میں خوبیاں بہت تھیں، بشریت کے تقاضے سے کمزوریاں بھی رہی ہوں گی، اس سے کس کو انکار ہے، اب وہ جب ہمارے درمیان نہیں رہے تو ان کی باتیں، ان کی ادائیں، ان کی گرم جوش محبت، ان کی مہمان نوازیاں، ان کی عنایتیں اور مہربانیاں سب یاد آئیں گی۔موجودہ دور میں ایسے لوگ کمیاب ہیں:۔

آسمان تیری لحد پر شبنم افشانی کرے ☆☆☆ سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

مدتوں رویا کریں گے جام وپیمانہ "تجھے"

مولانا محمد شبلی القاسمی

آہ! مولانا سہیل احمد ندوی علیہ الرحمہ ہم سے جدا ہو گئے؛ یقین نہیں آتا، لگتا ہے کہ وہ سامنے بیٹھے ہیں، ہاسپٹل، پارا میڈیکل کی طرف لپک کر جارہے ہیں، وہ کسی کو ہاتھ اٹھا کر سلام کررہے ہیں، یا مفوضہ امور کی بہتری کے لیے تدبیر کر رہے ہیں، لیکن موت ایک ایسی یقینی حقیقت ہے، جس سے نہ کسی کو انکار ہے اور نہ اس سے مفر ہے، موت کا وقت خالق کائنات نے مقرر کر رکھا ہے، جس سے یک ساعت بھی تقدیم وتاخیر ممکن نہیں۔ وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْساً اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ۔ (اور جب کسی شخص کی موت کا وقت آجائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو ایک لمحہ کی بھی مہلت نہیں دے گا۔)

ہاں بعض اموات قابل رشک بھی ہوتی ہیں اور ان کا غم نا قابل تحمل بھی۔ مولانا سہیل احمد ندوی علیہ الرحمہ کا سفر آخرت قابل رشک بھی ہے، اور ان کی جدائی کا غم بھی شدید ہے۔ دعا تو اچھی موت کی میں پہلے بھی کیا کرتا تھا، لیکن "مولاناؒ" کی رحلت کے بعد جب بھی اچھی موت کی اللہ سے دعا کرتا ہوں تو مولانا کی موت نگاہوں کے سامنے آجاتی ہے اور جب حالت سجدہ میں ہوتا ہوں تو بے ساختہ تمنا ہوتی ہے کہ ابھی اسی حالت میں میری بھی روح پیکر خاکی سے جدا ہوجائے، لیکن!

یہ رتبۂ بلند ملا، جس کو مل گیا ☆☆☆ ہر مدعی کے واسطے دار ورسن کہاں

مولانا مرحوم سے میرا تعلق ۱۹۹۷ء سے رہا ہے، جب میں کربلا مسجد پھلواری شریف میں امام وخطیب تھا، اس وقت سے امارت شرعیہ سے میرا گہرا رابطہ رہا، امارت شرعیہ کی چھوٹی بڑی ہر تحریک اور اس کے ہر پروگرام کا حصہ رہا، امارت شرعیہ کے ہر چھوٹے بڑے سے رفیقانہ اور ہمدردانہ تعلق تھا۔ مولاناؒ فجر کی نماز کے بعد کئی کیلومیٹر پیدل چلنے (مورننگ واک) کے عادی تھے، اپنی صحت کا بیت خیال رکھتے، خورد ونوش میں حد درجہ احتیاط سے کام لینے کے عادی تھے۔ اس زمانے میں بھی فجر کے بعد ٹہلتے ٹہلتے محلّہ کربلا کی طرف آجاتے، وہاں سے میں بھی ان کے ساتھ ہو لیتا۔ بے تکلف انداز میں باتیں ہوتیں، چونکہ مولانا باغ وبہار طبیعت کے حامل تھے، ان کے مزاج میں ظرافت تھی، اس لیے ان کے ساتھ وہ لمحات بڑے اچھے گزرتے، میں بھی امارت شرعیہ جاتا تو بڑی بے تکلفی سے ملتے، دور سے ہی اپنا ہاتھ اٹھاتے ہوئے چلاتے: "شبلی بھیّا! کیسے ہیں؟ بھابھی کیسی ہیں؟"

ان کے ساتھ بہت بہتر راہ ورسم رہے، کئی موقع پر وہ ہمارے ساتھ اور ہم ان کے ساتھ مضبوطی سے کھڑے رہے، تعلقات روز افزوں گہرے ہوتے گئے، ایک وقت وہ بھی آیا کہ مفکر اسلام حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب نور اللہ مرقدہ امیر شریعت سابعؒ امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ، سجادہ نشیں خانقاہ رحمانی مونگیر وجنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے مجھے ۲۰۱۷ء میں امارت شرعیہ کا با اختیار نائب ناظم نامزد فرمایا، میں نے جس دن باضابطہ اپنا چارج سنبھالا، مولانا سہیل احمد ندوی علیہ الرحمہ اس دن جناب مولانا انیس الرحمٰن قاسمی صاحب (اس وقت کے ناظم) کے سفر پر ہونے کی وجہ سے قائم مقام ناظم تھے، ان کے غائبانہ میں مولانا سہیل احمد ندویؒ نے غیر معمولی اخلاص اور اخلاق کا مظاہرہ کیا، مجھے یاد ہے کہ صبح کا نو بج رہا تھا، حضرت مولانا اکرام الحق صاحب علیہ الرحمہ امام وخطیب جامع مسجد پٹنہ جنکشن ورکن شوریٰ امارت شرعیہ اتفاق سے دفتر میں آگئے۔ مجھے مولانا سہیل احمد ندوی نے بڑے اکرام سے میری نشست گاہ پر مجھے بٹھایا اور اجتماعی دعا فرمائی۔ اس وقت سے مولانا کا غیر معمولی تعاون اور مفید مشورہ مجھے ملتا رہا، مجھے یاد نہیں کہ میں نے مولانا کو کوئی کام کہا ہو، کوئی گزارش کی ہو، کوئی مشورہ دیا ہو اور انہوں نے اس پر "نہ" کہہ دیا ہو، مشکل سے مشکل کام بھی خوش دلی سے انجام دیتے، انہوں نے میرے ابتدائی دور میں بھی میرے قدموں میں مضبوطی بخشنے میں میرا مخلصانہ اور رفیقانہ تعاون کیا اور کئی مشکل مرحلوں کو میرے لیے آسان بنایا، فجزاہ اللہ خیرا الجزاء۔ پھر جب ۲۰۱۹ء میں حضرت امیر شریعتؒ نے مجھے امارت شرعیہ کا قائم مقام ناظم بنایا اس کے بعد امارت شرعیہ کے متنوع اور پھیلے ہوئے نظام کو مضبوط اور مستحکم کرنے میں ان سے بہت قریب کا تعلق رہا اور آپسی تعاون سے امارت شرعیہ کے نظام کو مستحکم اور منظّم کرنے کی طرف بڑھتے رہے۔ امارت شرعیہ کے وہ نائب ناظم اور امارت شرعیہ ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ کے سکریٹری جنرل تھے، امارت شرعیہ کے ہاسپٹل، پارا میڈیکل، ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ اور دار العلوم الاسلامیہ کی دیکھ ریکھ اور ان کی بہتری کی براہ راست ذمہ داری مولانا کے سپرد تھی، انہوں نے مذکورہ اداروں میں اپنی والہانہ دلچسپی اور غیر معمولی توجہ کی وجہ سے ہم لوگوں کو ادھر کی محنت سے بے نیاز کر دیا تھا، نظامت کے عہدے پر ہونے کی وجہ سے امارت شرعیہ کے جملہ اداروں کی بہتری، عمومی نگرانی اور جوابدہی میری ہے، لیکن مولانا اپنی مسلسل جدو جہد اور طویل تجربات کی بنیاد پر اتنا بہتر کام کر رہے تھے کہ مجھے عافیت میں رکھا، اس کا بوجھ میری طرف نہ آنے دیا اور مجھے مرکزی نظام اور بنیادی مقصد کی طرف یکسوئی سے کام کرنے کا موقع فراہم کیا۔ البتہ اہم امور میں اور نازک مواقع پر ہم سے تنہائی میں ضرور مشورہ کرتے اور اللہ کے فضل سے میرے مشورے پر مطمئن ہو جاتے اور اس کے مطابق کاموں کو آگے بڑھاتے، اکثر ایسا ہوتا کہ متعلقہ اداروں کے کارکنان اور ذمہ داران سے متعلق ضروری امور میں مجھے کہتے کہ ان لوگوں کو آپ کی خدمت میں لے کر آرہا ہوں، انہیں سمجھا دیجئے اور ہدایات دے دیجئے۔ وہ لوگوں کو لے کر آتے اور سب مطمئن ہو کر واپس ہوتے۔

مولانا کی خاص بات یہ تھی کہ ان کے رگ وپے میں فکر امارت رچی اور بسی ہوئی تھی، اگر میں یہ کہوں تو مبالغہ نہیں ہوگا کہ وہ افکار امارت کے مجسم تھے۔ وہ کبھی امارت شرعیہ کے مفاد سے سمجھوتہ نہیں کرتے تھے، انہوں نے امارت شرعیہ کے مفاد میں کئی دوستوں کو چھوڑا اور مختلف قسم کی عداوتوں کا سامنا کیا۔ وہ بڑی بے باکی سے مجالس میں امارت شرعیہ کی فکر سے ہم آہنگ اپنی رائے دیتے تھے، میں بھی اہم مسائل میں کبھی اجتماعی اور کبھی انفرادی مشورہ ان سے لیا کرتا تھا۔ ان میں اصابت رائے اور عزم کی پختگی اللہ نے خوب رکھی تھی، وہ ہر دم رواں اور ہر دم جواں دکھتے تھے۔ جب میں دفتر سے باہر جاتا اور سفر پر ہوتا تو اکثر انہیں قائم مقام ناظم بنا کر جاتا اور مطمئن رہتا تھا کہ وہ بڑی زیرکی، تن دہی اور اخلاص کے ساتھ نیابت کا فریضہ انجام دیتے تھے، بلکہ حق ادا کر دیتے تھے۔ جون ۲۰۲۳ء کے آخری دنوں میں جب میں ایران کے دورہ پر جارہا تھا اور دفتر امارت شرعیہ میں معمول کے کاموں کے علاوہ ہنگامی اور فوری تقاضوں کے کئی امور میری نگاہوں میں تھے، خاص طور سے یکساں سول کوڈ مخالف مہم میں امارت شرعیہ حضرت امیر شریعت مدظلہ کی قیادت میں مضبوطی سے قدم ڈال چکی تھی، بہار، اڈیشہ، جھارکھنڈ اور مغربی بنگال میں خاص طور پر زبردست بیداری مہم اور کثرت سے میل بھیجنے کا فیصلہ کیا جا چکا تھا، میں نے امارت شرعیہ کے اپنے رفقائے کار کے تعاون سے کاموں کا نقشہ اور طریقۂ کار طے کر لیا تھا، تقسیم کار بھی ہو چکا تھا، اس کے باوجود سفر کے دن بھی پس وپیش میں تھا کہ سفر کروں یا نہ کروں، دوسری طرف سے شدید تقاضا بھی تھا، اس وقت مولانا نے مجھے حوصلہ دیا اور میرے غائبانہ میں کاموں کو مضبوطی سے آگے بڑھانے کے عزم کا اعادہ کیا، تو میرا سفر آسان ہوا، روزانہ فون پر مجھ کو کارکردگی رپورٹ دیتے، آئندہ کے لیے مشورہ لیتے، الحمد للہ اس قدر یکسوئی، دیوانگی اور شب وروز کی فکرمندی کے ساتھ کاموں کو انجام دیا کہ آج بھی ان کے لیے بے ساختہ دعا نکلتی ہے۔ حق تو یہ ہے کہ حق ادا کر دیا اور میرا دل جیت لیا۔ صبح سویرے سے دیر رات تک امور کو انجام دیتے رہے، ان کی اس یادگار خدمت کو میں کبھی فراموش نہیں کرسکتا، وہ اسی مہم کی تکمیل میں دیار غیر میں حالت سجدہ میں اپنے رب سے جا ملے، انا للہ وانا الیہ راجعون!

بنا کردند خوش رسمے بخاک وخون غلطیدن ☆☆☆ خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

مولانا نے نظامت سے منسلک ہو کر تین دہائی سے زائد عرصہ تک امارت شرعیہ کی ہمہ جہت خدمات انجام دیں، امیر شریعت رابع حضرت مولانا منت اللہ رحمانی علیہ الرحمہ کے وقت سے ذمہ دارانہ عہدوں پر رہ کر اکابرین کی ہدایت کے مطابق دینی اور ملی فریضہ انجام دیتے رہے اور اکابرین کا اعتماد ان کو حاصل رہا اور نظامت کے کاموں میں بہتر معاون ومددگار رہے۔

مولانا ہم سے جدا ہو گئے، محبوب حقیقی کی آغوش رحمت میں چلے گئے لیکن ان کی جدائی کا ذہن ودماغ اور اعصاب پر شدید اثر ہے۔ کبھی کبھی بے چین ہو جاتا ہوں، ان کے ذریعہ انجام پانے والے کاموں میں ان کا بدل نظر نہیں آتا، زندگی بے مزہ معلوم ہونے لگی ہے، امارت شرعیہ کی در ودیوار سے سناٹے کا احساس ہوتا ہے، مجلسیں ہلکی اور بے لطف نظر آرہی ہیں، یوں ہی رجال کار کی سخت کمی ہے، کاموں کو سمجھنے اور اسے اوڑھنا بچھونا بنا کر زندگی گزارنے والوں کا فقدان ہے، انسانوں کے ہجوم میں کام کے انسان مشکل سے مل پاتے ہیں، حقیقیت تو یہ ہے کہ لانبی خدمات، تجربات اور بزرگوں کی طویل رفاقت اور معیت کی وجہ سے مولانا امارت شرعیہ کی ضرورت بن چکے تھے۔ اچانک ان کا چلے جانا ہم سبھوں کے لیے نا قابل تحمل صدمہ ہے، مولانا اپنی طویل خدمات کی وجہ سے امارت شرعیہ کی روشن تاریخ کا حصہ ہیں۔ وہ بہت دنوں تک یاد کیے جاتے رہیں گے اور ان کی جدائی کے غم میں بہت سی آنکھیں مدتوں اشک بار رہیں گی۔ ان کے کئی اقدامات کی وجہ سے امارت شرعیہ کو بہت دنوں تک فائدہ پہونچتا رہے گا۔

جان کر من جملۂ خاصان میخانہ مجھے ☆☆☆ مدتوں رویا کریں گے جام وپیمانہ مجھے

اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس کے اعلیٰ مقام میں جگہ عطا کرے۔ ہم سبھوں کو ہمت اور ان کے وارثین اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل دے اور امارت شرعیہ کو ان کا بہتر بدل مرحمت فرمائے۔

مولانا سہیل احمد ندویؒ کی ملی خدمات اور سادہ زندگی

مولانا احمد حسین قاسمی مدنی

ویراں ہے میکدہ خم وساغر اداس ہیں ☆ تم کیا گئے کہ روٹھ گئے دن بہار کے

حضرت مولانا سہیل احمد ندوی رحمہ اللہ، امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ پھلواری شریف پٹنہ کے ایک سچے مخلص اور جاں نثار خادم تھے، جنہوں نے یو سی سی مخالف تحریک کے دوران گزشتہ 6 /محرم 1445ھ کو سفر کے درمیان سجدے کی حالت میں جان جان آفریں کے سپرد کر دیں۔ آپ کی پیدائش مغربی چمپارن کے دیوراج خطے کی معروف بستی "بگہی" کے ایک دیندار اور خوشحال گھرانے میں ہوئی، آپ کے خاندان کا امارت شرعیہ سے قدیم اور والہانہ تعلق تھا، امارت شرعیہ کے بانی حضرت مولانا ابو المحاسن محمد سجاد رحمہ اللہ علیہ کا قیام آپ کے گھر پر ہوتا تھا، تعلیم کے سلسلے میں امیر شریعت رابع حضرت مولانا منت اللہ رحمانی نور اللہ مرقدہ کی آپ کو رہنمائی حاصل رہی، آپ نے پہلے ازہر ہند دار العلوم دیوبند سے اکتساب فیض کیا، پھر دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے امتیازی نمبرات سے سند فضیلت حاصل کی، اغت کے بعد آپ کے اہل خانہ نے آپ کو امارت شرعیہ اور ملت کی خدمت کے لیے وقف کر دیا، آپ اپنی بے لوث خدمات اور نمایاں استعداد کی بدولت امارت شرعیہ جیسے مرکزی ادارے میں ایک کارکن سے اعلی عہدے تک رسائی حاصل کی اور امارت شرعیہ کے بزرگوں نے آپ پر کامل اعتماد کرتے ہوئے کئی شعبے آپ کے حوالے کئے، چناں چہ امارت شرعیہ کا ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ، دار العلوم الاسلامیہ، ہاسپٹل اور تمام ٹیکنیکل ادارے آپ ہی کی سرکردگی میں کام کر رہے تھے اور آپ نے بساط بھر ان اداروں کی ترقی میں نمایاں کوششیں کیں، ان سب کے علاوہ آپ امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ کے ایک دور اندیش، بالغ نظر اور وسیع تجربات رکھنے والے قدیم نائب ناظم تھے، آپ نے طویل عرصے تک حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام صاحب اور حضرت مولانا سید نظام الدین صاحب رحمہما اللہ کی زیر تربیت میں خوش اسلوبی سے کام کیا، آپ کا ایک خاص وصف یہ رہا کہ آپ نے لمبی مدت تک امارت شرعیہ میں نہایت خاموشی کے ساتھ ٹھوس اور مضبوط کام کیا، خطابت سے آپ کی دلچسپی بہت زیادہ نہیں تھی جس کے باعث باہر کے لوگ آپ سے کسی قدر کم واقف تھے تاہم امارت شرعیہ کے اندرون کو اپنے بڑوں کے حکم سے جس طرح آپ نے استحکام بخشا وہ آپ کی زندگی کا زریں باب ہے، یہی وجہ ہے کہ سب سے زیادہ ادارے آپ ہی کی زیر نگرانی کام کر رہے تھے اور آپ ان کے معیار کو بلند کرنے اور ترقی دینے میں شبانہ روز مصروف رہتے، آپ کا سینہ امارت شرعیہ کے مختلف ادوار کی تاریخوں کا گنجینہ تھا، آپ ایک جید عالم دین ہونے کے ساتھ بہترین اور خوش الحان قاری قرآن بھی تھے، مدتوں امارت شرعیہ کے احاطے میں قائم جماعت خانہ میں نماز تراویح پڑھائی، فطرت کے لحاظ سے آپ کسی قدر کم سخن واقع ہوئے تھے، مختصر بولتے؛ مگر غور وفکر کے بعد خوب تول کر بولتے، آپ نے ہر حالت میں اپنی عالمانہ شان کو باقی رکھا، آپ کے اندر وہ تمام اقدار واوصاف موجود تھے جو ایک عالم دین کے اندر ہونے چاہئیں، آپ کی ذات میں خاص طور پر دو خوبیاں بڑی نمایاں نظر آتی ہیں، ایک سادگی دوسری ظرافت طبعی وبذلہ سنجی، آپ خاندان کے اعتبار سے نہایت آسودہ اور خوشحال تھے؛ مگر مزاج اور طبیعت میں اتنی ہی سادگی تھی، رہن سہن اور نشست وبرخاست سے سامنے والے کو اندازہ نہ ہوتا کہ آپ ایک زمیندار گھرانے کے چشم وچراغ ہیں، اسی کے ساتھ رب کریم نے آپ کو دست فیاض عطا کیا تھا، امارت شرعیہ کے اکثر کارکنان نے اس بات کی گواہی دی کہ آپ کثرت سے صدقہ وخیرات کیا کرتے، آپ کی زندگی میں تکلف وتصنع نہیں دیکھا، آپ کے یہاں ہٹو بچو نام کی کوئی چیز نہ تھی، آپ نہایت متواضع اور منکسر المزاج تھے، آپ اپنے چھوٹوں سے بھی بڑی شفقت ومحبت اور اکرام سے ملتے، بندہ کا حضرت مرحوم سے خاص تعلق تھا، آپ نے مجھ جیسے خردوں کے ساتھ بھی ہمیشہ تکریم کا معاملہ فرمایا، جب بھی کوئی بات ہوتی تو آپ مجھ سے متعلق "اسمہ احمد" کہہ کر قرآنی آیت کی جانب اشارہ فرما دیتے، اور تبسم فرماتے، خردنوازی میں امارت شرعیہ میں آپ کی مثال دی جاتی تھی، آپ چھوٹوں کے ساتھ بھی بڑوں جیسے معاملات کرتے، نہ جانے کتنے کارکنان نے آپ کے فیاض اور دل نواز قلم سے علیا درجے میں ترقی پائی، آپ زبان اور دل دونوں کے دھنی تھے، آپ مرنجاں مرنج طبیعت کے مالک تھے، جس محفل میں ہوتے آپ کی خوش مزاجی سے وہ محفل زعفران زار ہو جاتی، آپ کی ظرافت آمیز گفتگو سے کتنے غمگین چہرے پر مسکراہٹ کے پھول بکھر جاتے، وہ کاموں میں رفاقت پر یقین رکھتے تھے، کاموں کے ہجوم کی وجہ سے نہ وہ خود بوجھل ہوتے اور نہ دوسروں کو بوجھل کرتے، ایک بار ان کی قیادت میں ضلع روہتاس کے سفر پر جانے کا اتفاق ہوا وہ سفر ان کی محبتوں اور شفقتوں کی یادگار بن گیا، اور دوران سفر ان سے بہت کچھ سیکھنے کا موقع بھی ملا، وہ اپنی گفتگو میں امارت شرعیہ کے بزرگوں اور مخلصین کا کثرت سے تذکرہ کرتے، یہی وجہ ہے کہ رب کریم نے آپ کو قابل رشک موت عطا فرمائی، آپ کی رحلت سے ادارہ میں ایک بڑا خلاء پیدا ہو گیا ہے دعاء کریں کہ اللہ تعالیٰ اس کو پر فرما دے، اور حضرت مرحوم کی جملہ دینی وملی خدمات کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ آمین

خاموش ہوگیا ہے چمن بولتا ہوا

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

برادر محترم مولانا سہیل احمد ندویؒ نائب ناظم امارت شرعیہ جنہیں ہمیشہ ''بھائی صاحب'' کہہ کر پکارتا رہا، اچانک ۲۵/جولائی ۲۰۲۳ء کو ہم سب سے بچھڑ گئے اور ایک ہنستا مسکراتا چہرہ ہمیشہ کے لئے نظروں سے اوجھل ہوگیا، وفات کے دن صبح ۸/بجے زوم میٹنگ میں موبائل کے اسکرین پر دیدار ہوا، آواز سنی، پھر اسی دن ۱۱/بج کر ۲۰ منٹ پر کافی دیر فون پر باتیں ہوئیں، لیکن جیسے ہی ظہر کی نماز سے فارغ ہوا، قاضی شریعت مولانا مفتی محمد انظار عالم قاسمی صاحب نے نہایت بوجھل اور بھرائی آواز میں یہ غمناک خبر سنائی کہ

خاموش ہوگیا ہے چمن بولتا ہوا

مولانا سہیل احمد ندوی ایک جید عالم دین، زندہ دل انسان، اعلیٰ انتظامی صلاحیتوں کے حامل منتظم، سبھوں کو ساتھ لے کر چلنے والے رفیق اور خشک سے خشک مجلس کو اپنی ظرافت طبعی سے زعفران زار بنانے والے میر محفل تھے، جرأت و بے باکی اور حوصلہ مندی ان کو ورثہ میں ملی تھی، ان کے حوصلہ مندانہ کاموں کو دیکھنے والا زبان حال سے یہ کہنے پر مجبور ہوتا کہ

خدا کرے سلامت رہے تیری ہمت ☆☆☆ یہ ایک چراغ ہزار آندھیوں پہ بھاری ہے

مولاناؒ سے میرا قریبی تعارف اس وقت ہوا جب دارالعلوم ندوۃ العلماء کے دور طالبعلمی ۸۸ء میں وہ ''جمعیۃ الاصلاح'' کے ناظم منتخب ہوئے اور میں معتمد بزم صحافت، مکمل ایک سال رفیق کار کی حیثیت سے ساتھ ساتھ وقت گذرا، ان کے دور نظامت میں بھی میں نے خطابت وصحافت کے ششماہی وسالانہ مسابقوں میں پوزیشن حاصل کئے اور ڈھیر ساری کتابیں انعام میں ملیں جن کتابوں پر بحیثیت ناظم ''الاصلاح'' مولاناؒ کے دستخط ثبت ہیں، یقیناً ان کتابوں کو جب جب کھولا جائے گا بے اختیار مولاناؒ کی یاد تازہ ہوتی رہے گی، ندوہ سے فراغت کے بعد مولانا امارت شرعیہ سے وابستہ ہوگئے اور میں دارالعلوم دیوبند چلا گیا، اور دیوبند سے فراغت کے بعد ضلع پورنیہ کے ایک بڑے ادارہ جامعہ صدیقیہ ڈگروا میں تدریسی خدمات انجام دینے لگا، اس درمیان جب بھی امارت شرعیہ حاضری ہوئی، مولاناؒ ہی کی عنایت ومحبت سے فیضیاب ہوتا رہا، برادرانہ محبتوں اور شفقتوں سے معطر اسی طرح وقت گذرتا رہا، تا آنکہ ۲۰۰۵ء میں امیر شریعت سادس حضرت مولانا سید نظام الدینؒ کے حکم پر میں بھی امارت شرعیہ سے وابستہ ہوگیا، میں بھی معاون ناظم اور مولانا سہیل احمد ندویؒ بھی معاون ناظم، معاملہ ہم منصبی کا تھا، لیکن خدا گواہ ہے پورے اٹھارہ سالہ دور امارت میں ہم دونوں کے نائب ناظم کے عہدہ پر فائز ہونے کے بعد بھی سلوک وعمل بڑے چھوٹے بھائی ہی کا رہا، انہوں نے ہمیشہ اس کا خیال رکھا، لمبے عرصہ تک ایک ساتھ رہتے ہوئے کچھ نشیب وفراز بھی آئے، لیکن وہ ہمیشہ خود آگے بڑھ کر اپنی محبتوں اور مسکراہٹوں سے ہر داغ کو مٹاتے اور آخری دم تک اپنے جذبۂ تعاون وقدر دانی سے بڑے بھائی کا فرض نبھاتے رہے، مولانا مرحوم کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی خوبیوں سے نوازا تھا، اور وہ ساری خوبیاں خدمت دین کی راہ میں کام آئیں، مشتے از خروارے، ان کی ایسی چند خوبیاں جو ان کے لئے بھی یقیناً باعث نجات وترقی درجات ہوں گی اور ہم جیسوں کے لئے بھی باعث عبرت وموعظت ہیں ان کا تذکرہ مناسب سمجھتا ہوں۔

تلاوت قرآن کریم اور صدقہ کا اہتمام: مولاناؒ عالم ہونے کے ساتھ حافظ قرآن بھی تھے، بہت دنوں تک پابندی سے تراویح میں قرآن سنانے کا اہتمام رہا، لیکن بعد میں جب ذمہ داریاں بڑھ گئیں تو یہ معمول باقی نہ رہ سکا، تاہم روزانہ بلاناغہ صبح میں قرآن پاک کی تلاوت ان کی زندگی بھر کا معمول رہا، وہ سفر میں ہوں یا حضر میں اس مبارک عمل کی پابندی زندگی کے آخری دن تک ان کی عادت وعبادت کا حصہ بنی رہی، اسی طرح وہ روزانہ پابندی کے ساتھ صدقہ دیتے تھے، وفات سے ایک دن قبل ۲۴/جولائی کو وہ صدقہ کا معمول صبح میں پورا نہ کر سکے تو انہوں نے جناب ڈاکٹر نثار احمد صاحب ایڈمنسٹریٹر پیتھولوجی ڈیپارٹمنٹ کو فون کیا کہ آج میں صدقہ کا عمل پورا نہیں کرسکا ہوں آپ میری طرف سے اتنے روپے صدقہ کردیں میں واپسی کے بعد رقم واپس کردوں گا، چنانچہ ڈاکٹر نثار صاحب نے ۲۴/۲۵/جولائی دونوں دن ان کی طرف سے ان کے روزانہ صدقہ کرنے کے معمول کو جاری رکھا اور خود مولانا مرحوم نے اپنی فکرمندی سے موت تک اس سلسلہ کو ٹوٹنے نہیں دیا۔

☆**طوفانوں سے لڑنے اور خطرات سے کھیلنے کا حوصلہ:** مولانا ایک جری اور بے باک انسان تھے، حق کے لئے طوفانوں سے لڑنے اور مذہب وملت کے لئے خطرات سے کھیلنے میں کبھی دریغ نہیں کرتے، ان کی ۳۵ سالہ دور امارت میں امارت کی زمین، امارت کے ذیلی ادارے سے متعلق معاملات اور خود امارت کے ساتھ پیش آنے والے حالات میں مرحوم کا یہ جوہر ملت کے خوب کام آیا اور طوفانوں کو روکنے اور کامیابی کی منزل تک پہونچنے میں ہمیشہ انہوں نے کلیدی کردار نبھایا۔

☆**ذمہ داری قبول کرنے کے بعد ذمہ داری کا حق ادا کرنا:** موت کا وقت مقرر ہے، لیکن اسباب کے آئینہ میں دیکھا جائے تو ان کے اسی جوش عمل نے ان کی صحت پر سب سے زیادہ اثر ڈالا وہ جس ذمہ داری کو قبول کرتے اس کو اپنے اوپر اوڑھ لیتے تھے اور جسم وصحت اور موسم وحالات کی پرواہ کئے بغیر اس کی انجام دہی میں اپنا پورا وجود جھونک دیتے تھے، نہ آل کی سنتے نہ اولاد کی، نہ اپنی سنتے اور نہ اپنے رفقاء کار کی، ان کی پوری عملی زندگی ایسی مثالوں سے لبریز ہے، وطن سے دور اڈیشہ کی سرزمین جہاں یقیناً آپ کی موت مقدر تھی، مگر سبب کے طور پر جوش عمل کھینچ کر وہاں پہونچایا، یوسی سی کے خلاف جاری تحریک کو آگے بڑھانے میں اڈیشہ کی ذمہ داری آپ کے کاندھے پر ڈالی گئی، نہ صحت کی پرواہ کی نہ موسم کی، بس ذہن ودماغ میں صرف ایک ہی سوچ سوار رکھا کہ؛

میری زندگی کا مقصد تیرے دیں کی سرفرازی ☆☆☆ میں اسی لئے مسلماں میں اسی لئے نمازی

چنانچہ زندگی کا آخری سرمایہ سرفرازئ دین کی اسی راہ میں لٹا گئے، اور اپنے جذبۂ ایثار وقربانی سے یہ یادگار پیغام چھوڑ گئے،

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی ☆☆☆ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

اپنے رفیقوں اور چھوٹوں کی حوصلہ افزائی: اللہ نے مرحوم کو بڑا دل دیا تھا، وہ دوسرے کے اچھے کاموں کو سراہنے میں کبھی بخیل نہیں رہے، وہ حوصلوں کو بڑھانے اور چھوٹوں کی کوششوں کی قدر دانی میں بڑے فراخ دل تھے، صرف خلوت میں نہیں بلکہ جلوت میں اور ایسی مجلسوں میں جہاں خود ان کے الفاظ سے مخاطب کے ذہن میں ان کے چھوٹے ہونے کا اندیشہ پیدا ہوسکتا تھا وہاں بھی حوصلہ مندی کے الفاظ دل کھول کر استعمال کرتے اور قدر دانی کا حق ادا کردیتے، یہ صفت آج کے وقت میں نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہے، اللہ کے اس بندہ کے اس نیک عمل نے حوصلوں کو بڑھانے، مایوس چہروں پر امید کی کرن لانے اور چھوٹوں کو بلند کرنے میں جو اثر دیکھایا وہ یقیناً ان کے لئے صدقۂ جاریہ ثابت ہوگا۔

ظرافت طبعی: مولانا طبعی طور پر ہنستے اور مسکراتے رہنے والے انسان تھے اور خشک سے خشک مجلس کو مسکراہٹوں اور قہقہوں سے زعفران زار بنا دینے کا خدا نے انہیں ہنر دیا تھا، بات کہاں پہونچے گی اور اثر کیا دیکھے گا اس سے بے نیاز وہ باتوں سے بات پیدا کر کے ہر چہرہ کو مسکرانے پر مجبور کردیتے تھے، اور کہا کرتے تھے کہ یہ میں اپنے لئے بغرض علاج کرتا ہوں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کی یہ خوبی وقتی نہیں بلکہ طبعی تھی، صرف دور امارت نہیں بلکہ دور طالبعلمی میں بھی وہ اپنے طنز ومزاح والے جملوں سے خشک مجلسوں کو مسکراہٹوں میں تبدیل کردیا کرتے تھے، خوشی بانٹنا، مسکراتے ہوئے اپنے بھائی سے ملنا، یہ بھی ایک بڑا صدقہ ہے، ان کی اس خوبی کا فائدہ اس وقت زیادہ محسوس ہوتا جب کسی مہم اور تحریک یا اجلاس کے موقع پر کام کرتے کرتے تھک جاتے تو مولاناؒ کے ظریفانہ جملے ٹانک کا کام کرتے اور ایک نئی تازگی کے احساس ساتھ کام کے لئے نئی قوت پیدا ہوجاتی، اب مجلسیں سونی لگتی ہیں۔ کان ان جملوں کو سننے کے لئے ترسنے لگے ہیں، مجلسوں کی مسکراہٹیں ختم ہوچکی ہیں، اور بار بار زبان پر یہ مصرعہ جاری ہورہا ہے کہ ؎ ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہوں جسے۔

بہتر انتظامی صلاحیت: نظم وانتظام کی صلاحیت خداداد بھی ہوتی ہے اور تجربہ بھی اس کا استاذ ہوتا ہے، مولاناؒ کو دونوں طرح سے یہ صلاحیت حاصل ہوئی تھی، وہ فطری طور پر بھی اس ملکہ کے مالک تھے اور لمبے تجربات سے بھی فائدہ اٹھایا تھا، اب وہ ایک منجھے منجھائے منتظم تھے، امارت شرعیہ کے متعدد تعلیمی ادارے، دارالعلوم الاسلامیہ، امارت شرعیہ ٹرسٹ کے ذیلی ادارے، کئی اسکول ان کے زیر انتظام رہے اور سبھوں کو انہوں نے سنبھالا اور حالات ووسائل کے مطابق بہتر رکھنے میں کامیاب ہے۔

مولانا مرحوم دیوراج علاقہ ضلع مغربی چمپارن کے ایک خوشحال گھرانہ سے تعلق رکھتے تھے، ان کے دادا جناب عدالت حسین صاحب ایک اچھے تعلیم یافتہ اور بانی امارت شرعیہ حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ کے خصوصی رفقاء اور معاونین میں تھے، ان کے والد محترم جناب الحاج شکیل صاحب اور چچا محترم جناب وکیل صاحب تاحیات امارت شرعیہ کے مخلص وہمدرد رہے، گویا ان کا پورا خانوادہ اماراتی اور وہ خود بھی خدمت امارت کی راہ میں نثار ہوگئے، حالت سجدہ میں رب کے قدموں پر موت کی نیند آئی، اس مبارک موت پر کون رشک نہیں کرے گا، اور اس باسعادت موت کے بعد کن کو ان کی مغفرت میں شک ہوگا، میں نے پہلے بھی لکھا اور اب بھی لکھتا ہوں، یہ موت خدمت دین کی راہ کی موت ہے، یہ شہادت کی موت ہے، یقین ہے کہ اللہ انہیں اسی شان کے ساتھ شہداء کے زمرہ میں شامل کرے گا، پسماندگان میں دو لڑکے اور ایک لڑکی اور شریک حیات ہے، گھر گھرانہ ہر اعتبار سے خوشحال ہے، بڑا بیٹا ملک سے باہر برسر روزگار ہے، اور جھوٹا تجارت سے جڑا ہے، بیٹی کا رشتہ بھی ہوچکا ہے، اور اس کا گھر بھی ہر اعتبار سے آباد ہے۔

دعاء ہے کہ اللہ مرحوم کو ان کی خوبیوں اور خدمات کے صدقہ میں جنت کا اعلی مقام عطا کرے، پسماندگان کو صبر کے ساتھ زندگی کی آسانیاں مرحمت فرمائے، ہم سب کو ان کی قابل قدر خوبیوں کو اپنانے کی توفیق بخشے اور امارت شرعیہ کو ایسے کامیاب اور خدمت گذار سپوت کا نعم البدل عطا فرمائے۔

کیا لوگ تھے جو راہ وفا سے گذر گئے ☆☆☆ جی چاہتا ہے نقش قدم چومتے چلیں

دور حاضر کی ایک عظیم شخصیت: مولانا سہیل احمد ندویؒ

محمد عادل قاسمی

اللہ تعالیٰ نے جب اس کائنات کو پیدا کیا تو انسانوں کی فلاح و بہبود کے لیے انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کو اس دنیا میں مبعوث کیا، چنانچہ سیدنا آدم علیہ السلام سے سلسلہ کا آغاز ہوا اور محسن انسانیت، فخر آدمیت، سید المرسلین، خاتم النبیین جناب محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر خاتمہ ہوا، انبیاء کے بعد قیامت تک وارثین انبیاء (علماء کرام) نبیوں والا کام انجام دیں گے، ہر زمانے اور ہر دور کے اندر اللہ کے فضل وکرم سے متعدد علماء کرام نے اپنے اقوال واعمال اور افکار وخیالات سے انبیاء کے وارث ہونے کا ثبوت بھی دیا ہے، انہیں عظیم شخصیتوں میں امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ کے نائب ناظم، دارالعلوم الاسلامیہ کے سکریٹری، امارت شرعیہ ایجوکیشنل اینڈ ویلفیر ٹرسٹ کے جنرل سکریٹری اور امارت ٹیکنیکل انسٹی چیوٹ کے سکریٹری حضرت مولانا محمد سہیل احمد ندویؒ کا نام نامی ہے، آپ کے والد کا اسم گرامی محمد شکیل احمد، آپ کی پیدائش بکہی گاؤں کے ایک زمین دار گھرانے میں ۵/جون ۱۹۶۲ء کو ہوئی، آپ کے پردادا شیخ عدالت حسین جالیا، مجاہدین آزادی کے رفقاء میں تھے، آپ نے ابتدائی تعلیم گاؤں کے مکتب سے حاصل کیا، پھر حفظ قرآن کے لیے جامعہ اسلامیہ قرآنیہ سمرا مغربی چمپارن تشریف لے گئے اور وہی حفظ قرآن کی تکمیل کی، ۱۹۷۶ء میں مدرسہ اسلامیہ بتیا آئے اور وہی سے عربی تعلیم کا آغاز کیا اور ابتدائی درجات کی تعلیم حاصل کی پھر ۱۹۷۹ء میں ایشیا کی عظیم دینی درس گاہ دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور عربی ششم تک کی تعلیم حاصل کی پھر اسی سال قضیہ نامرضیہ پیش آنے کے بعد دارالعلوم دیوبند چھوڑ کر دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ چلے گئے اور وہی سے ۱۹۸۷ء میں امتیازی نمبرات سے فراغت حاصل کی، فراغت کے بعد امیر شریعت رابع حضرت مولانا محمد منت اللہ رحمانیؒ کی اجازت سے دفتر نظامت میں کارکن کی حیثیت سے بحال ہوئے پھر انہوں نے اپنے آپ کو امارت شرعیہ کے لیے وقف کردیا، چند سالوں کے بعد معاون ناظم اور پھر نائب ناظم کے عہدہ پر فائز ہوئے اس کے بعد امارت شرعیہ کے متعدد شعبوں کی ذمہ داری انہیں سپرد کی گئی اور انہوں نے بحسن وخوبی تمام مفوضہ ذمہ داریوں کو آخری سانس تک انجام دیا۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں بے شمار اوصاف وکمالات سے مزین کیا تھا، ان کی شخصیت ایک ہمہ گیر شخصیت تھی، انگنت خصوصیات و امتیازات کے مالک تھے، بے شمار شعبوں کے ذمہ دار تھے، اس کے باوجود ان کی زندگی میں بڑی سادگی تھی، بڑے عہدہ پر ہونے کے بعد بھی کبھی آپ نے اپنے چھوٹوں کو یہ احساس ہونے نہیں دیا کہ ہم عہدہ میں بڑے ہیں، بڑے خوش مزاج اور با اخلاق تھے، وہ تمام کارکنان سے ہنسی مزاق کرتے، ایک دوسرے کے ساتھ گھل مل کر رہتے، اجنبی لوگوں سے بھی اپنائیت کا اظہار کرتے، امارت شرعیہ پٹنہ کے جس شعبہ میں بھی وہ تشریف لے جاتے ہر ایک سے بڑی بے تکلفی سے باتیں کرتے، چھوٹے اور بڑے کی کبھی تفریق نہیں کرتے، ہر ایک کی دل جوئی کرتے، شہر پٹنہ میں ان کے متعلقین کا ایک بڑا حلقہ تھا وہ سب سے ملاقات کرتے، ان کے احوال معلوم کرتے، ان کے ان اوصاف وکمالات کا گلشن ہمیشہ سرسبز وشاداب اور سدا بہار رہے گا۔

زندگی جن کے تصور سے جلا پاتی تھی ☆☆☆ ہائے کیا لوگ تھے جو دام اجل میں آئے

انہوں نے امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ کے دینی وملی امور کو انجام دینے میں دن کو دن اور رات کو رات نہ سمجھا، زندگی کا آخری سفر بھی دین وشریعت کے خاطر ہی کیا، آپ یونیفارم سول کوڈ کے خلاف بیداری مہم کے لیے کٹک تشریف لے گئے تھے، راورکیلا سے ۲۵/جولائی کو کٹک پہنچے، انہیں ایک جگہ اس کے متلق خطاب کرنا تھا، ظہر کی نماز کے لیے آپ نے وضو کیا، سنت کی نیت باندھی، ایک رکعت مکمل کیا دوسرے رکعت کی سجدہ میں روح پرواز کرگئی، اناللہ وانا الیہ راجعون!

اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسی قابل رشک موت عطاء کی وہ اللہ کی راہ میں اس کی شریعت کے تحفظ کے خاطر گئے تھے، مسافر تھے، باوضوء تھے، نماز میں تھے اور وہ بھی سجدے کی حالت میں) جو بلاشبہ ان کی مغفرت اور بخشش کی جانب اشارہ کرتی ہے، اللہ تعالیٰ حضرت کی بال بال مغفرت فرمائے، ان کی خدمات کو قبول فرمائے، ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، اور امارت شرعیہ کو ان کا نعم البدل عطاء فرمائے (آمین)

مولانا سہیل احمد ندویؒ۔ گلشن تیری یادوں کا مہکتا ہی رہے گا

مفتی محمد سعید الرحمٰن قاسمی

اس دنیا رنگ و بو میں ہر آنے والا ایک نہ ایک دن اپنے وقت مقرر پر چلا جائے گا، یہ آمد و رفت کی گزر گاہ، عارضی پڑاؤ اور مسکن ہے، اور انسان مانند مسافر مدت مقررہ پورا کرکے یہاں سے کوچ کر جاتا ہے۔ کل نفس ذائقة الموت و إنما توفون أجوركم يوم القيامة فمن زحزح عن النار و أدخل الجنة فقد فاز، وماالحياة الدنيا إلا متاع الغرور (آل عمر آن: ۱۸۵) اس دھوکے کی بستی اور نیستی کی ہستی سے گزرنا ہر انسان کا مقدر ہے وجود کا کوئی ایسا لباس نہیں جو فنا کے ہاتھوں تار تار نہ ہوا ہو، سوائے وحدہ لاشریک لہ کے: كل من عليها فان، ويبقى وجه ربك ذو الجلال والإكرام (الرحمن: ۲۷) اسی سے ہنگامہ امروز و فردا قائم ہے اور بازار زیست پر رونق قائم ہے، نفسی نفسی کے اس گلشن ارضی سے یوں تو ہر آن و ہر لمحہ یکے بعد دیگرے کوئی نہ کوئی گل جدا ہوتا رہتا ہے لیکن کچھ پھول اس انداز سے جدا ہوتے ہیں کہ جس کے سنہرے کارناموں کی خوشبو دیر تک اور دور تک محسوس کی جاتی رہتی ہے؛ کیونکہ وہ اپنے کارنامے اور پاکیزہ اخلاق کی ایسی خوبصورت مثالیں چھوڑ جاتے ہیں جو بعد والوں اور پسماندگان کے لئے سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہیں

آتی ہی رہے گی تیرے انفاس کی خوشبو ☆☆☆ گلشن تیری یادوں کا مہکتا ہی رہے گا

گذشتہ دنوں گلشن امارت شرعیہ کا ایک ایسا ہی پھول ہمیشہ کے لئے جدا ہوا جس کی خوشبو سے بلبلان امارت شرعیہ مستفید ہوتے رہے ایک ایسی شخصیت ہم سے جدا ہوگئی جو اپنے پاکیزہ اخلاق، حسن انتظام، اصابت رائے اور عمدہ تدبیر کی بدولت بھلائے نہیں جائیں گے۔ حضرت مولانا سہیل احمد ندویؒ سے کون ناواقف ہے، مولانا ندویؒ کی رحلت کی خبر ہر ایک خصوصاً امارت شرعیہ کے ہر رکن پر بجلی بن کر گری اور ہر کسی کو سراپا رنج والم اور حسرت افسوس بنا دیا، ایسی ہی شخصیت کی موت کے متعلق محمود رامپوری نے کہا:

موت اس کی ہے کرے جس کا زمانہ افسوس ☆☆☆ یوں تو دنیا میں سبھی آئے ہیں مرنے کے لئے

اس موقع پر سورش کاشمیری کا یہ شعر بار بار ذہن و دماغ میں کھومتا رہتا ہے:

تیری جدائی سے مرنے والے وہ کون ہے جو حزیں نہیں ہے ☆☆☆ مگر تیری مرگ ناگہاں کا مجھے ابھی تک یقین نہیں ہے

مولانا ندوی کی شخصیت ایسی تھی جس کے شجر ہائے سایہ دار کے تلے ہر کس و ناکس راحت و سکون پا سکتا تھا، مولانا ندویؒ کی شخصیت ایسی دلنواز، حیات افروز اور ایسی باغ و بہار تھی کہ جس کی خصوصیت کو ایک مختصر تحریر میں سمونا مشکل ہے، آپ انتہائی فعال و متحرک و جرأتمند منتظم تھے، راحت طلبی سے دور، محنت کش تھے یہی وجہ ہے کہ امارت شرعیہ کے کئی بڑے اور اہم شعبوں کی ذمہ داری زندگی کی آخری سانس تک اپنے کاندھے پر بحسن خوبی اٹھائے دنیا سے رخصت ہوئے، اور امارت شرعیہ کے پلیٹ فارم سے تحفظ شریعت کا پرچم لہراتے ہوئے اشرف المواضع یعنی مسجد میں اور سجدے کی حالت میں ہم سب کو داغ مفارقت دے گئے، ان کی موت قابل رشک ہے، اور ہم پسماندگان کو یہ درس دے گئے کہ تحفظ شریعت کے سلسلے میں کسی قسم کا پس و پیش صاحب ایمان کے لئے روا نہیں۔

مولانا حافظ قرآن بھی تھے مدرسہ اسلامیہ قرآنیہ سمرا مغربی چمپارن جو بہار میں حفظ قرآن کریم کی تدریس کی مشہور و معروف درسگاہ ہے، جس کی اپنی ایک الگ شناخت اور پہچان ہے، انہوں نے وہیں سے قران کریم حفظ کیا، قرآن کریم عمدہ اور صحت مخارج کے ساتھ پڑھتے تھے، یادداشت کا عالم یہ تھا کہ آپ امارت شرعیہ کی مرکزی بلڈنگ میں تراویح سنایا کرتے تھے، امارت شرعیہ کے ذمہ داران و کارکنان کے علاوہ قرب و جوار کے سینکڑوں لوگ ان کے پیچھے نماز تراویح ادا کیا کرتے، اس حقیر کو بھی تقریباً سات آٹھ سال ان کی اقتداء میں تراویح پڑھنے کا موقع ملا، الحمدللہ کبھی بھی ان کو لقمہ نہیں پڑا، ایک مرتبہ ایک صاحب نے لقمہ دیا مولانا نے نماز سے فراغت کے بعد مڑ کر پوچھا کس نے لقمہ دیا، آگے تشریف لائیں اور پھر فرمایا صحیح لقمہ دیا کیجئے آپ نے غلط لقمہ دیا ہے اور اس شخص نے اس کا اعتراف کیا۔ مولانا بہت ہی متواضع، منکسر المزاج، سادگی پسند، بذلہ سنج، پر بہار انسان تھے، اپنے رفقاء کے ساتھ گھل مل کر رہتے اور محبت و احترام سے پیش آتے تھے، اور ان کی بہت زیادہ رعایت کرتے تھے، مولانا میدان خطابت کے آدمی نہیں تھے، لیکن جب بھی خطاب کا موقع ملتا تو جامع، قرآن و حدیث سے مزین و مدلل اور مؤثر خطاب کرتے اور سامعین کو ایسا محسوس ہوتا کہ مولانا نے تقریر سے قبل اس موضوع پر مکمل تیاری کی ہے، مولانا کی خصوصیت یہ بھی تھی کہ موضوع پر کلام کرتے اور سامعین کی مکمل رعایت کے ساتھ خطاب فرماتے، واہی تباہی، غیر معتبر روایات، من گھڑت قصے کہانیوں سے مکمل اجتناب کیا کرتے، لفاظی و لن ترانی اور موضوع سے ہٹ کر بات کرنے کو پسند نہیں کرتے تھے۔

فتویٰ دینا، مسئلہ مسائل بتانا بڑی اہم اور نازک ذمہ داری ہے، حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مفتی اعظم پاکستان، نائب امیر شریعت فقیہ العصر حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ کے زمانے میں المعهد العالی امارت شرعیہ تشریف لائے تھے، انہوں نے اسلامی بینکنگ پر اپنا قیمتی اور وقیع محاضرہ پیش فرمایا تھا دوران محاضرہ انہوں نے افتاء اور مفتی کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ اگر ڈاکٹر سے آپریشن میں غلطی ہوجائے تو صرف اس شخص کی جان جائے گی جس کا آپریشن کیا ہے اور اگر خدانخواستہ مفتی کا قلم لغزش کھا گیا تو پوری امت کا بیڑہ غرق ہوجائے گا، مولانا مرحوم فتویٰ، مسئلہ مسائل کی نزاکت و اہمیت سے بخوبی واقف تھے، یہی وجہ تھی کہ مسائل کے بتانے میں حد درجہ احتیاط سے کام لیا کرتے تھے، جب ان سے کوئی مسئلہ پوچھتا تو خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا جب تک مفتیان کرام امارت شرعیہ سے رجوع نہ کر لیتے جواب نہ دیتے تھے؛ حالانکہ اس سوال کا جواب ان کو معلوم ہوتا۔

امارت شرعیہ کی طرف سے بہار اڈیشہ و جھارکھنڈ کے مختلف اضلاع میں دعوتی و اصلاحی دورہ ہوا کرتا ہے تقریباً دسیوں دورہ میں ان کی قیادت میں جانے کا موقع ملا، تمام ارکان وفد کا یہی تصور رہا کہ مولانا پر کبھی بھی قیادت کا استحضار اور بھوت سوار نہیں رہا، جب ارکان وفد سے بات کرتے تو نرم مزاجی اور محبت بھرے انداز میں کرتے۔ عام طور پر دورہ وفد میں قائد وفد، گاڑی کے آگے والی سیٹ پر بیٹھنا اپنا حق و فرض تصور کرتے ہیں مولانا کی یہ خصوصیت اور خوبی رہی کہ آگے کبھی نہیں بیٹھے اور دوسرے ارکان وفد کو آگے بیٹھنے پر مجبور کیا، اسی طرح دورہ وفد میں قائد کی خواہش ہوتی ہے کہ بحیثیت قائد میرا کمرہ الگ ہو، لیکن مولانا مرحوم اس کو قطعی ناپسند کرتے تھے، اگر ان کے لئے الگ انتظام کر دیا جاتا تو آپ دوسرے ارکان وفد کو وہ جگہ دیدیتے اور خود جہاں کئی ارکان وفد موجود ہوتے وہاں راحت و آرام کرنے کو پسند کرتے، مولانا ندوی کی انہیں خوبیوں کی وجہ سے امارت شرعیہ کے کارکنان ان کی قیادت میں جانے کے خواہش مند رہا کرتے تھے۔

مولانا مرحوم کی امارت شرعیہ میں خدمات تقریباً چونتیس سالوں پر محیط ہے، انہوں نے پانچ امراء شریعت حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانی علیہ الرحمہ امیر شریعت رابع، حضرت مولانا عبدالرحمٰن علیہ الرحمہ امیر شریعت خامس، حضرت مولانا سید نظام الدین علیہ الرحمہ امیر شریعت سادس، مفکر اسلام حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی علیہ الرحمہ امیر شریعت سابع، اور موجودہ امیر شریعت ثامن مفکر ملت حضرت مولانا سید احمد ولی فیصل رحمانی صاحب مدظلہ العالی کا دور دیکھا، سمع و طاعت و اپنی محنت، حسن انتظام اور عمدہ کارکردگی سے تمام امراء شریعت کے معتمد رہے، مولانا نے نائب ناظم کے عہدے پر فائز رہتے ہوئے نیابت کی ذمہ داری بڑی خوبصورتی کے ساتھ نبھائی، اسی طرح جب دارالعلوم اسلامیہ کی باگ دوڑ آپ کے ہاتھوں میں آئی تو آپ نے نئی شان سے اس کی آب یاری کی، پارا میڈیکل انسٹی ٹیوٹ ہو یا مولانا سجاد میموریل ہاسپٹل جس کا تعلق خالص عصری علوم سے ہے، مولانا نے اپنے حسن انتظام سے خاموشی کے ساتھ روز بروز ترقیات کے زینے طے کرائے، دانشوران کے لئے ایک خاموش عملی جواب ہے کہ مدرسہ کی چٹائی پر بیٹھ کر علوم دینیہ سے بہرور شخص بھی اس قابل ہوتا ہے کہ وہ عصری اداروں کو بھی چلا سکتا ہے اور بحسن و خوبی بام عروج تک پہنچا سکتا ہے۔

مولانا مرحوم اپنے ماتحت ہر شخص سے شفقت کا معاملہ فرماتے اور ان کے ماتحت رہنے والے تمام کارکنان بھی ان سے بے انتہاء محبت کیا کرتے تھے، ہر ایک ان کے مزاج و مزاق کے سبب لطف و خوشی محسوس کیا کرتا تھا، خوش مزاجی، سادگی اور حلم و بردباری گویا ان کی فطرت ثانیہ تھی، سنجیدہ شخص بھی ان کی مجلس میں مسکرائے بغیر نہیں رہ سکتا تھا، قرآن کریم میں صحابہ کرام کی یہ خصوصیت بیان کی گئی ہے کہ وہ دشمنان اسلام کے لئے بہت سخت اور آپس میں بہت رحم دل تھے، مولانا ندویؒ بھی نرم و گرم دونوں کے سنگم تھے، شریف اور نیک، صالح انسان کے لئے بہت ہی رحم دل اور نرم مزاج تھے اور بدمزاج و بدخلق آدمی سے انہیں کی زبان میں بات کرنے کا ہنر بھی جانتے تھے اور اینٹ کا جواب پتھر سے دینا سیکھ رکھا تھا، ان کی گفتگو سامع کے لحاظ سے مختلف ہوا کرتی تھی، سامع اگر عالم ہوتا تو گفتگو عالمانہ، اور اگر غیر عالم ہوتا تو گفتگو ان کے معیار کے مطابق ہوا کرتی تھی، مولانا مرحوم جس بات کو حق سمجھتے اسے ڈنکے کی چوٹ پر کہتے، اور کسی لومۃ لائم کی پرواہ نہیں کرتے، سخاوت میں بھی اپنی مثال آپ تھے صدقہ و خیرات کو اپنا معمول بنا لیا تھا، اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائے اور ان کی خدمات کو قبول فرمائے۔

جو بادہ کش تھے پرانے وہ اٹھتے جاتے ہیں ☆☆☆ کہیں سے آب بقائے دوام لے ساقی

آہ! مولانا سہیل احمد ندویؒ

مولانا محمد منہاج عالم ندوی

یہ دنیا ہے، فانی ہے، یہاں کسی کو دوام نہیں، ہر ذی روح کو فنا ہونا ہے، باقی رہنے والی ذات باری تعالیٰ کی ہے، ''ان الله حي لايموت''، اسے کبھی موت نہیں آئے گی، جس نے اس دنیا میں آنکھیں کھولی ہیں ان کو ایک نہ ایک دن اپنی آنکھیں بند کرنی ہوں گی اور اپنے زندگی کے ایام پورے کرنے کے بعد آخرت کے سفر پر جانا ہی ہوگا، مگر زندگی میں کبھی ایسے لوگ بھی ہمارے درمیان سے اٹھ کر چلے جاتے ہیں؛ جن کی یادیں اور باتیں ہمیشہ زندگی میں یاد آتی رہتی ہیں، جسے بھول پانا انسان کے لیے آسان نہیں ہوتا، انہیں شخصیات میں ایک اہم شخصیت امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ و جھارکھنڈ کے نائب ناظم و امارت شرعیہ ایجوکیشنل اینڈ ویلفئر ٹرسٹ کے سکریٹری جنرل اور مولانا منت اللہ رحمانی پارا میڈیکل انسٹی ٹیوٹ و مولانا سجاد میموریل اسپتال اور دارالعلوم الاسلامیہ امارت شرعیہ کے سکریٹری نہایت ہی فعال قابل قدر شخصیت حضرت مولانا سہیل احمد ندوی صاحبؒ کی تھی، جنہوں نے فراغت سے لیکر اب تک کی پوری زندگی امارت شرعیہ کے لیے وقف کردی تھی، جنہوں نے اپنی ساری صلاحیتوں اور توانائیوں کو ان اداروں کے لیے صرف کیا، اور ہر ممکن کوشش کی کہ جو ذمہ داری ان کے سر امیر شریعت، ذمہ داران امارت شرعیہ نے دی حتی الوسع اسے نبھانے کی کوشش کی اور اس میں کامیاب رہے، جب کبھی کوئی حکم ملا سر تسلیم خم کیا، اطاعت امیر کو اپنا لازمی عنصر سمجھا، کیا سردی، کیا گرمی، کیا بارش، کیا پانی، کیا بیماری کسی بھی چیز نے ان کے عزم و حوصلہ میں اضمحلال نہیں آنے دیا، وہ ہر دم رواں ہر لحہ جواں کی طرح کام کرتے تھے، ابھی بھی وہ جس سفر میں تھے اپنی بیماریوں سے جوجھ رہے تھے، مگر سامنے اسلامی شریعت کا تحفظ اور دین کی بقا کا مسئلہ تھا، انہوں نے اپنے مرض کی پرواہ کیے بغیر اپنے امیر کی اطاعت میں رخت سفر باندھ لیا، مگر شاید ہی کسی کو اندازہ ہوا ہوگا کہ انہوں نے اپنا یہ سفر آخرت کی طرف باندھ لیا، اور ایسی موت آئی کی دنیا رشک کناں ہے، ایسی موت کہ جس پر فرشتہ بھی مچل اٹھے کہ کس شخص کو گلے لگایا ہے اور کس کی روح کو قبض کیا ہے، کاش کہ ایسی موت ہر ایک کو نصیب ہو، حالت سجدہ میں انسان خدا کے سب سے زیادہ قریب ہوا اور اللہ تعالیٰ اپنے پاس بلا لے، ایسا ہی معاملہ مرحوم مولانا سہیل احمد ندوی کے ساتھ پیش آیا۔ آپ یوسی سی جیسے اہم مدعا کو لیکر اڈیشہ کے سفر پر تھے لوگوں کو دین و ایمان کی حفاظت کے لیے بیدار کر رہے تھے کہ خود ہی راہی عدم ہوگئے اور باری تعالیٰ کے دربار میں مورخہ ۲۶/جولائی ۲۰۲۳ء کو سجدہ کی حالت میں چلے گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کے انتقال کی جب خبر ملی تو کسی کو یقین بھی نہیں ہو رہا تھا، ہوتا بھی کیسے؟ صبح ۸/بجے زوم ایپ پر میٹنگ حضرت امیر شریعت و ذمہ داران امارت شرعیہ کے ساتھ میٹنگ میں شریک رہے، ساتھ ہی اپنے ہم منصب نائب ناظم امارت شرعیہ جناب مولانا مفتی محمد سہراب ندوی صاحب سے ساڑھے گیارہ بجے فون پر بات کی کاموں کی نوعیت اور حال احوال سے واقف کرایا، پھر ظہر کی نماز میں سجدہ کی حالت میں یہ واقعہ پیش آیا۔

مولانا سہیل احمد ندوی کو باری تعالیٰ نے بہت ساری خوبیوں اور صلاحیتوں سے نوازا تھا، وہ نڈر اور بے خوف رہا کرتے تھے، قرآن پاک کی تلاوت ان کا معمول تھا، سفر میں گاڑیوں پر بھی اس کو اپناتے، صدقہ کو تو اپنا لازمی حصہ سمجھتے تھے، اگر کسی دن وہ خود سے کسی غریب، فقیر کی مدد نہ کر لیتے تو پریشان رہتے، بسا اوقات کسی کو تاکید کرکے اپنی طرف سے صدقہ ادا کرنے کے لیے کہتے، جس کے امارت شرعیہ ٹیکنیکل و ہاسپٹل کے کارکنان گواہ ہیں، لوگوں سے ملنے کا انداز بڑا نرالہ تھا، کیا بچہ، کیا بوڑھا، کیا چھوٹے کیا بڑے ہر ایک سے تپاک سے ملتے، بڑے پیار اور محبت کا برتاؤ کرتے، عاجزی اور نرمی سے اپنے چھوٹے کو بھی ''بھائی، بھیا'' کہنے میں دریغ نہیں کرتے تھے، غرض کی بہت ساری خوبیاں تھیں جو اللہ نے ان کو عطا کی تھیں، یقیناً ایسے انسان کا ہمارے بیچ سے اٹھ جانا جہاں پر ان کے اہل خانہ کا نقصان ہے وہیں پر ہم جیسے چھوٹوں کا بھی خسارہ ہے، ان کی وفات کا اثر حضرت امیر شریعت مدظلہ پر بھی پڑا آپ اپنے تعزیتی بیان میں کہتے ہیں کہ ''امارت شرعیہ کے نائب ناظم، میری متحریک و فعال ٹیم کے ایک فرد حضرت مولانا سہیل احمد ندوی صاحبؒ اس دار فانی سے کوچ کر گئے، ہم سب اس اندوہناک خبر پر ان کے اہل خانہ کے ساتھ غم میں برابر کے شریک ہیں''

سچ کہوں تو کسی کو یقین تک نہیں ہو رہا تھا کہ حضرت مولانا اب ہمارے بیچ نہیں رہے؛ مگر بات وہی کہ موت کا کوئی ٹھکانہ نہیں، اس کا کسی کو کوئی اندازہ نہیں کہ کب؟ کہاں اور کس حالت میں موت کا فرشتہ پیام اجل لیے سامنے آجائے، سچ ہے کہ موت ایک حقیقت اور اٹل شئے ہے، جس کا تلخ جام ہر ایک ذی روح کو پینا ہے، اس سے کسی کو رستگاری نہیں، بس فرق اتنا ہے کہ آج ان کی تو کل ہماری باری ہوگی سچ کہا ہے ''كل شئى هالك الا وجهه'' (سورة القصص: ۸۸) کہ اس ذات خداوندی کے علاوہ سب سب کو فنا ہو جانا ہے، بس یہ ہے کہ ہم سب کو اس کے لیے تیار رہنا چاہیے اور اپنے دامن کو گناہوں سے بچا کر اس زندگی کو اللہ کی طاعت اور ان کی فرمانبرداری میں لگا دینی چاہیے۔ مرزا شوق لکھنوی نے کہا ہے کہ۔

موت سے کس کو رستگاری ہے ☆☆☆ آج وہ کل ہماری باری ہے

امارت شرعیہ کے مولانا سہیل احمد ندوی بھی چل بسے

مولانا آفتاب ندوی دھنباد

امارت شرعیہ پٹنہ کے فعال کارکن، نائب ناظم اور متعدد اہم شعبوں کے ذمہ دار مولانا سہیل احمد ندوی بھی اس جہان فانی سے رخصت ہوگئے، سہیل مرحوم ندوہ میں میرے کلاس فیلو رہے، 1982 میں وہ ندوہ آئے تھے، بات ندوہ کی اور نوے کی دہائی کی ہے، مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن ندوی اور ندوہ کے نامور مہتمم مولانا محبّ اللہ صاحب لاری، ڈاکٹر عبداللہ عباس صاحب ندوی، مولانا معین اللہ صاحب ندوی، مولانا سید محمد رابع صاحب حسنی کا زمانہ ہے، اساتذہ میں مولانا سید عبدالغفار صاحب نگرامی، مولانا ابوالعرفان خاں ندوی، مولانا محبوب الرحمٰن صاحب ازہری، مولانا حبیب الرحمٰن صاحب سلطانپوری، مولانا سید محمد واضح رشید صاحب ندوی، شیخ التفسیر مولانا مولانا برہان الدین سنبھلی، شیخ الحدیث مولانا ضیاء الحسن ندوی، صدر شعبہ افتاء مفتی محمد ظہور صاحب ندوی، مولانا ناصر علی ندوی، مولانا سید نور الحسن صاحب، مولانا عبدالنور صاحب ازہری، مولانا نذر الحفیظ صاحب ازہری، مولانا شفیق الرحمان ندوی، مولانا شہباز صاحب اصلاحی، مولانا محمد عارف صاحب سنبھلی، مولانا برجیس قاسمی ندوی،، اللہ ان سب کو جنت الفردوس میں اعلی مقام عطاء کرے،،، مولانا سعید الاعظمی صاحب ندوی، مولانا شمس الحق صاحب ندوی، اور مولانا زکریا صاحب سنبھلی - اللہ صحت وعافیت کے ساتھ انکے سائے عاطفت کو ہمارے سروں پر قائم رکھے - جیسے باکمال اساتذہ مسند درس وافادہ کو وقار بخش رہے تھے،، چمن میں تخت پر جس دم شہ گل کا تجمل تھا،، ہزاروں بلبلیں تھیں باغ میں، اک شور تھا، غل تھا، اسی وقت مجلس شوری میں ملک کی نامور ہستیاں تھیں، مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی، مولانا سعید احمد اکبرآبادی، قاضی اطہر مبارکپوری، مولانا صبغۃ اللہ بخاری، سید صباح الدین عبدالرحمٰن، مولانا حکیم محمد زمان حسینی، شاہ عون احمد قادری، مولانا عبدالرؤف جھنڈانگری، قاری صدیق احمد باندوی، مولانا ابو اللیث اصلاحی، مولانا منت اللہ رحمانی، قاضی سجاد صاحب جیسے اہل علم وفضل کو شوری کے موقع پر دیکھنے اور بعض کو سننے کا موقع ملتا۔

مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ سے تجوید وقرات کا کورس مکمل کرنے کے بعد ندوہ کے درجہ سوم عربی میں میرا داخلہ ہوا، یہ 1981 کی بات ہے، اطہر ہاسٹل تیار ہو چکا تھا، معہد کی عمارت بھی بنی ہوئی تھی، سلیمانیہ، شبلی اور رحمانیہ دور اول کے ہاسٹل ہیں، درس گاہ کی عمارت بھی جو فن تعمیر کا شاہکار ندوہ کے ابتدائی دنوں کی یادگار ہے، طلبہ کی تعداد اسوقت دو ہزار سے زیادہ نہیں ہوگی، حفظ کے طلبہ مسجد میں پڑھتے تھے، شعبہ حفظ کے سربراہ حافظ حشمت اللہ صاحب تھے، حفظ کے طلبہ میں انکا بڑا رعب تھا، حفظ کے تمام طلبہ فجر سے پہلے بھی مسجد میں قرآن یاد کرتے تھے، پرسکون ماحول میں تلاوت قرآن سے پورا کیمپس پاکیزگی، تقدس اور نورانیت کے ملکوتی شامیانہ میں ڈھکا ہوا محسوس ہوتا، اس وقت ملیشیا، تھائلینڈ، انڈونیشیا، بنگلہ دیش اور افریقی ممالک کے طلبہ کی معتد بہ تعداد رہتی تھی طلبہ کی تعداد کے کم ہونے کی وجہ سے اوپر کے درجوں میں سیکشن نہیں ہوتے تھے، پرائمری کا شعبہ معہد کے نام سے جانا جاتا تھا، جمعرات کو عربی کے پروگرام درجوں میں اور اردو کے پروگرام جمعیہ الاصلاح کے جمالیہ ہال اور سلیمانیہ میں اساتذہ دارالعلوم کی نگرانی میں جوش وخروش سے منعقد ہوتے تھے، عربی اور اردو میں مضمون نگاری اور خطابت کے انعامی مقابلے بھی بڑی اہمیت سے ہوا کرتے تھے، بزم جوہر کے تحت انگریزی کے پروگرام بھی ہونے لگے تھے، اکثر مدارس کی طرح ندوہ میں بھی ناشتہ کا نظم طلبہ کو خود کرنا پڑتا تھا، بڑی تعداد ناشتہ خود بناتی تھی، باقی طلبہ کینٹین میں ناشتہ کرتے تھے، ایک روپیہ میں طلبہ (پانچ پوڑی اور ایک کپ چائے) ناشتہ کرلیتے تھے، نگرانی کا نظام مستحکم تھا، مولانا ضیاء الحسن صاحب ندوی، مفتی ظہور صاحب ندوی، مولانا حبیب الرحمٰن صاحب سلطانپوری اور مولانا عارف صاحب سنبھلی جیسے سینیر اساتذہ نگرانی کے فرائض انجام دیتے تھے، ندوہ سے باھر جانے کیلیے اجازت لینا ضروری تھا، ہر طالبعلم کا کھانا ناشتہ دان میں کمرہ پہنچانے کا نظام اسوقت بھی تھا، ملازمین کمروں سے ناشتہ دان لے کر اسے دھو کر کھانا بھر کر کمروں میں پہنچاتے تھے، یہ نظام آج بھی قائم ہے، عام کھانے کی فیس صرف ساٹھ روپے اور اسپیشل کھانے کی فیس ایک سوبیس روپے تھی، اسپیشل کھانے میں روز خصی کا قورمہ، لمبے دانے کا چاول اور چپاتی آتی تھی، یہی فیس فراغت کے بہت بعد تک رہی، لازم تھا کہ ہر طالبعلم تخت کا اپنے لئے انتظام کرے، فرش پر کسی کو سونے کی اجازت نہیں تھی، اسوقت پنکھوں اور بیڈ کا نظم دارالعلوم کی طرف سے نہیں ہوتا تھا، بہت سے طلبہ گرمی کے موسم کے لئے شہر سے کرایہ پر پنکھا لاتے تھے، کیمپس کے اندر کرایہ پر سائیکل ملتی تھی، اس زمانہ میں کسی استاد کے پاس ٹو ویلر بھی نہیں تھی،، ثانویہ رابعہ پاس کر کے 1982 میں میں ثانویہ خامسہ عربی چہارم میں پہنچا، سہیل اسی کلاس میں داخل ہوئے، وہ دیوبند سے آئے تھے، امارت شرعیہ کے ناظم اعلی مولانا سید نظام الدین صاحبؒ کا صاحب الفقہ المیسر مولانا شفیق الرحمٰن ندویؒ کے نام سفارشی خط لے کر وہ آئے تھے، سہیل کا اثر ورسوخ رکھنے والے چمپارن کے ایک خوشحال خاندان سے تعلق تھا، لیکن کبھی انکے رویہ یا زبان سے اسکا اظہار نہیں ہوا، اخیر تک وہ ایک محنتی وشریف طالب علم رہے، بڑھائی کے شوقین اور آگے بڑھنے کے جذبہ سے سرشار طلبہ جس طرح کلاس میں آگے بیٹھنے کیلیے کلاس میں جلدی پہنچتے ہیں، کلاس کے کھلتے ہی سب سے پہلے داخل ہونے کے لیے پہل کرتے ہیں اور اگلی نشست پر قبضہ کرتے ہیں اسی طرح سہیل بھی کرتے تھے، دوسری سرگرمیوں میں بھی سہیل بڑھ چڑھکر حصہ لیتے تھے، یہاں تک کہ فضیلت کے سال فراغت میں طلبہ نے انہیں جمعیۃ الطلبہ کا ناظم منتخب کیا، اور راقم کو نائب صدر، جبکہ جمعیۃ الاصلاح کا صدر کوئی استاد ہی ہوتا ہے، درجہ میں پانچ سال 1982 سے 1986 تک میرا انکا ساتھ رہا، 86 میں ہم لوگوں کو عالمیت کی سند ملی، اس سال عالمیت کے سال فراغت عالیہ رابعہ میں ہماری تعداد صرف 68 یا 67 تھی، اور دس سے بھی کم لوگ فرسٹ ڈویژن سے پاس ہوئے تھے، سہیل ان میں سے ایک تھے، انصار لکھیم پوری، ابو رضاء چاٹگامی، عرفان گوپاموی، عبدالقدوس پالنپوری، قرآن بھاگلپوری، کمال رائے بریلوی، نذیر اکبرآبادی، عبد الحمید فاضلی، امین بستوی، ولی اختر مرحوم، امین برمی، اور مرحوم سہیل وغیرہ کا درجہ کے ممتاز طلبہ میں شمار ہوتا تھا۔

اسکے بعد سہیل نے 1987 میں فضیلت میں داخلہ لیا، اور 1988 میں فضیلت کی انہیں سند ملی، ایک سال وقفہ کے بعد 88 میں جب میں فضیلت اول میں داخل ہوا تو سہیل میرے سینیر بن چکے تھے، لیکن جمعیہ الاصلاح میں ہم لوگ ساتھ ہوگئے، وہ ناظم اور میں نائب صدر، ناظم جمعیۃ الاصلاح کی اس زمانہ میں اہمیت ہوتی تھی، سینیر طلبہ کا جونیر طلبہ لحاظ کرتے تھے، جمعیۃ الاصلاح کے بیشتر اہم پروگرام حضرت مولانا علی میاں ندوی رح کی صدارت میں منعقد ہوتے تھے، ناظم الاصلاح اور بزم خطابت اور بزم سلیمانی برائے مضمون نگاری کے ذمہ داران پروگراموں میں حضرت مولانا کے پہلو میں بیٹھتے تھے، ایک مرتبہ 89 میں جب میں الاصلاح کا ناظم تھا اور حضرت مولانا رح کی صدارت میں کوئی پروگرام ہورہا تھا، میں ہی پروگرام چلا رہا تھا، اور حضرت رح کے پہلو میں بیٹھا ہوا تھا، پھر میں نے ایک طالب علم کو کہا کہ تلاوت یا نظم کیلئے تشریف لائیں، کہکر میں نے طالب علم کو دعوت دی تو حضرتؒ نے جب میں ڈائس چھوڑ کر کرسی پر انکے پہلو میں بیٹھ گیا تو فرمایا کہ چھوٹے کیلیے، تشریف لائیں، نہ کہا کریں، ندوہ میں سہیل کا مولانا شفیق الرحمٰن صاحبؒ سے خصوصی ربط رہا، سہیل ندوہ سے فراغت کے بعد ہی امارت شرعیہ سے وابستہ ہوگئے، اپنے حسن کارکردگی، حسن اخلاق اور امارت شرعیہ کی فکر واہداف سے مکمل ہم آہنگی کی وجہ سے تھوڑے ہی عرصہ میں انہوں نے ذمہ داروں کا اعتماد حاصل کرلیا، مردم شناس اور جوہر کے پارکھوں نے بڑی بڑی ذمہ داریاں انکے کاندھوں پر ڈالیں، سہیل نے تمام کاموں کو احسن طریقہ پر انجام دے کر بزرگوں کی دعائیں لیں، امارت کے پانچ امیروں کا زمانہ ملا، نائب ناظم کے علاوہ امارت کے تین انتہائی اہم شعبوں: دارالعلوم امارت شرعیہ، مولانا سجاد ہاسپٹل اور ٹیکنیکل ایجوکیشن کے وہ ذمہ دار تھے، تمام لوگ جانتے تھے کہ مولانا سہیل کسی بھی مشکل مہم کو سر کرنے کی ہمت رکھتے ہیں، سہیل حافظ قرآن بھی تھے، تراویح میں سالہا سال قرآن سنایا، صلاحیت پختہ تھی، بولتے بھی اچھا تھے، لکھنے کی بھی صلاحیت تھی، باغ وبہار شخصیت کے مالک تھے، انکی صحبت میں کوئی اکتاتا نہیں تھا، چٹکلوں اور لطیفوں کا بڑا ذخیرہ تھا انکے پاس، وہ ضابطہ کے مطابق ریٹائر ہو چکے تھے، لیکن وہ حسب معمول ذمہ داریوں کو انجام دے رہے تھے یہاں تک کہ یونیفارم سول کوڈ کے خلاف بیداری مہم کے ایک سفر کے دوران میں اڈیشہ کٹک سے قریب کسی جگہ 25 / جولائی 2023 مطابق 6 /محرم 1445 ہجری بروز منگل ظہر کی سنت ادا کرتے ہوئے حالت سجدہ میں روح پرواز کرگئے، اناللہ وانا الیہ رجعون، یہاں سجدہ وہاں سجدہ کئے جاتا تھا دیوانہ، ہوا لب ریز سجدہ میں تری ہستی کا پیمانہ، سہیل آسمان غیرت ملت وہ دیوانہ، لئے جام شریعت دربدر پھرتا تھا دیوانہ، یہاں سجدہ وہاں سجدہ کئے جاتا تھا دیوانہ، (کلاس فیلو عرفان گوپاموی)

اپنے سے عمر میں بڑے لوگوں کو دیکھ کر محسوس نہیں ہوتا تھا کہ ملک الموت ہم سے بھی قریب ہے، سہیل! تم نے خواب غفلت سے جگادیا، اس سے پہلے بھی درجہ کے کئی ساتھی اس سفر پر جا چکے ہیں جہاں سے کوئی لوٹ کر نہیں آتا ہے، دہلی یونیورسٹی کے پروفیسر ولی اختر ندوی کورونا کا شکار ہوگئے، لکھنؤ کے ارشد، سہیل، اور عمران دنیائے فانی سے چلے گئے، کمر باندھے ہوئے چلنے کو سب یار بیٹھے ہیں، بہت آگے گئے باقی جو ہیں تیار بیٹھے ہیں، اللہ مولانا سہیل کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے، انکے نیک کاموں کو قبول کرے، خطاؤں سے درگزر کرتے ہوئے جنت میں اعلی مقام دے، اہلیہ، اولاد اور دوسرے متعلقین کو صبر جمیل سے نوازے۔

بھیا اپنے گھر میں

طفیل احمد (کویت) برادر خورد سہیل احمد ندویؒ

آہ! کیا لکھوں! ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ابھی کسی جانب سے نکل آئیں گے۔ وہ میرے بڑے بھائی ہی نہیں بلکہ شفیق دوست تھے۔ کبھی ایسا نہیں محسوس ہوا کہ وہ ہم سبھی سات بھائیوں میں سب سے بڑے ہیں۔ ابھی پچھلے سال بڑی باجی چل بسیں ابھی ان کی یاد تازہ ہی تھی، بھیا بھی چل بسے! ہم سب بھائی ان کے ساتھ سایہ کی طرح لگے رہتے، بغیر ان کے کہیں بھی من نہیں لگتا تھا۔ حتی کہ پٹنہ رہتا تھا تو ہمیشہ گھر سے آفس تک ساتھ ساتھ۔ 1972 میں وہ مدرسہ سمرا حفظ قرآن کے لئے گئے، محض تین سال ہی میں حفظ مکمل کرلیا، پھر مدرسہ اسلامیہ بتیا میں داخلہ لیا اور ابتدائی عربی تعلیم کے بعد دارالعلوم دیوبند اور پھر ندوہ گئے، جہاں سے عالمیت اور فضیلت کی سند لے کر لوٹے اور کچھ ہی مہینوں کے بعد امارت شرعیہ سے وابستہ ہوگئے۔

حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانیؒ، حضرت مولانا محمد ولی رحمانیؒ، حضرت مولانا سید نظام الدینؒ، حضرت مولانا عبدالرحمٰنؒ اور قاضی مجاہد الاسلام صاحبؒ کی رہنمائی میں کام کرنے کا شرف ملا۔ عجب شخص تھا وہ! امارت کے ساتھ ساتھ 35 سال نکل گیا مگر اس شخص کے چہرے پر کبھی میں نے تکان کا عکس نہیں پایا۔ کئی شعبہ کی ذمہ داریاں تھیں جس کی وجہ سے گھر جانے کا موقع کم ملا مگر جب بھی گئے علاقہ کے لوگوں سے ملنا جلنا اور رشتہ داروں کی خیر وخیریت جاننا، ان کا مشغلہ رہا۔ اپنے گھر میں ان کی حیثیت والد والی تھی۔ صرف انھیں کی ذات تھی کہ سبھی بھائیوں اور بہنوں کو ایک ساتھ مل جل کر رہنے کی تلقین ملتی رہی اور زندگی جینے کا سلیقہ بھی سکھاتے رہے۔ جب بھی پٹنہ سے گھر جاتے یعنی چمپارن گاؤں تو بہت خوش ہوتے اور کہتے تھے آزاد محسوس کر رہا ہوں۔ خوب ساتھ ساتھ گھومتے، کھیت باری گھومتے اور چھوٹے بھائی حسیب احمد سے پورے علاقے کا احوال جانتے اور غریب غرباء کا نام لے لے کر خیریت پوچھتے تھے۔ ان کی آمد کی خبر ملتے ہی علاقے کے لوگ بھی ملنے دروازہ پر آتے اور ان سے مختلف مسائل کا حل نکالتے رہتے تھے، ان کا اس طرح اچانک قبل از وقت چلا جانا پورے علاقہ پر برق گرنے کی مانند رہا اور ہر شخص جہاں سے بھی یہ افسوس ناک خبر سُنا، سَن رہ گیا اور ایک دوسرے سے یہ پوچھتے رہے کہ کیا یہ خبر سچ ہے جبکہ وائرل ہونا شروع ہوگیا تھا۔ ''مولانا سہیل احمد ندوی ہم لوگوں کے بیچ نہیں رہے''۔ میں خود کویت میں تھا اور بھیا کا بڑا لڑکا زہیر بھی میرے ساتھ تھا۔ فوراً بلا تاخیر جیسے تیسے ہم دونوں جسد خاکی کو کندھا دینے پہنچ ہی گئے۔ بھیا کے وصال سے ہم سب بھائی ایک شفیق رہنما اور سرپرست سے محروم ہوگئے۔ دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے اور ہم سبھوں کو صبر وثبات کی توفیق بخشیں۔

تعزیتی کلام

بروفات مولانا سہیل احمد ندوی رحمۃ اللہ علیہ

(اشتیاق حیدر قاسمی سمستی پوری خادم امارتِ شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ۔)

اس نظم کی خصوصیت یہ ہے کہ شروع کے چھ اشعار کے تمام مصرعوں کے پہلے حروف کو بالترتیب جوڑیں گے تو مولانا مرحوم کا نام سہیل احمد ندوی اور اخیر کے تمام مصرعوں کے پہلے حروف سے دعائیہ کلمہ رحمۃ اللہ علیہ ابھر کر سامنے آئے گا۔

سہیل احمدؒ جہاں میں اپنا مقام اونچا بنا گئے ہیں	ہمارے جیسوں کو کامیابی کے راستوں پر چلا گئے ہیں
یہ تلخ ہے پر ہے یہ حقیقت ہمارے بیچ اب نہیں رہے وہ	لٹا کے اپنی عظیم ہستی ہزاروں غنچے کھلا گئے ہیں
انہوں نے دل سے سدا یہ چاہا کہ یہ امارت عروج پائے	حیات ان کی بنی مثالی، ہر ایک دل کو وہ بھا گئے ہیں
مزاج ان کا تھا نرم و نازک، لباس ان کا تھا صوفیانہ	دبا کے اپنی انا خدا سے خدا کی قربت وہ پا گئے ہیں
نگاہ ایسی تھی ان کی جیسی نگاہ رکھتے ہیں مردِ مومن	درِخدا پر وہ مر کے پل بھر میں ساری دنیا میں چھا گئے ہیں
وصال سے ان کے سوگ جیسا سماں امارت میں چھا گیا ہے	یہاں کے ہر کارکن کے دل پر رداءِ غم وہ بچھا گئے ہیں
رہے امارت کی فکر میں بس، بسی تھی نس نس میں بس امارت	حضورِ حق مرتبہ کی خاطر وہ فرض اپنا نبھا گئے ہیں
متاعِ دیں کے رہے محافظ وہ آخری سانس تک جہاں میں	تحفظِ دیں کی راہ میں چلتے چلتے خود کو مٹا گئے ہیں
اکیلے، تنہا سنبھال رکھے تھے بیشتر شعبۂ امارت	لہو سدا گلشنِ امارت کے سب گلوں کو پلا گئے ہیں
لبوں پہ شکوہ کبھی نہ لائے، مصیبتوں میں رہے وہ صابر	ہمیشہ اپنے ہنر کا جوہر بہادری سے دکھا گئے ہیں
علومِ نبوی، علومِ دنیا کی شمعیں دنیا میں کر کے روشن	لحد میں وہ روشنی کی خاطر چراغ دیکھو جلا گئے ہیں
یہی ہے بس اب دعاءِ حیدر ہو نیکی مقبول ان کی یا رب	ہوا ان کی تربت پہ تیری رحمت صدائے حق وہ لگا گئے ہیں

اب وہ بات کہاں جو تجھ میں تھی

عبد الباسط محمد شرف الدين ندوی

موت ایک حقیقت ہے جس سے کسی کو انکار نہیں اور نہ ہی اس سے کسی کے لئے راہ فرار، ہر شخص کے لئے موت کا ایک وقت، تاریخ، دن، جگہ اور کیفیت متعین ہے، لیکن کسی کو اس کا علم نہیں، گویا موت ہر انسان کی یقینی ہے اور اس کے وقت وکیفیت کا علم غیر یقینی، کون سوچ سکتا تھا اور کس کے ذہن ودماغ میں یہ بات آسکتی تھی کہ ایک فعال ومتحرک شخصیت جس کو ہر دم جواں، ہردم رواں رہنے کی صلاحیتوں سے حصہ وافر ملا ہو، پل جھپکتے ہی دنیا سے رخصت ہوجائے گا اور اپنے پیچھے پورے کارواں کو یوں ہی بغیر کچھ اشارہ دیئے چھوڑ جائے گا، ابھی ابھی تو تو نے ایک صحت مند انسان کی طرح وضو کیا، مسجد میں داخل ہوئے، سنت کی نیت باندھی، رکوع کیا اور سجدہ میں گئے کیا کہ سیدھے اللہ کے جوار رحمت میں پہنچ گئے، بلا شبہ تیری موت قابل رشک موت ہے، سفر کی حالت، دین کے کام کے لئے سفر، وضو کے ساتھ، مسجد میں، نماز پڑھتے ہوئے، حالت سجدہ میں، (خیال رہے کہ سجدہ نماز کی حالتوں میں سب سے زیادہ اللہ سے قریب ہونے کی حالت ہے، ''عن أبی هريرة رضی الله عنه أن رسول الله ﷺ قال: أقرب ما يكون العبد من ربه وهو ساجد، فأكثروا الدعاء ''(مسلم ۱۴۲۸)) یہ سب ایسے اشارے اور مبشرات ہیں جو اس دنیا سے کامیابی کے ساتھ تیرے رخصت ہونے پر دلالت کرتے ہیں، اللہ کے رسول ﷺ نے مساجد کو جنت کے باغات فرمایا ہے ''عن أبی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ: إذا مررتم برياض الجنة فارتعوا، قلت يا رسول الله: وما رياض الجنة، قال: المساجد ''(سنن الترمذی، ابواب الدعوات، رقم الحدیث ۳۵۰۹) ہمیں پوری توقع ہے اللہ ارحم الراحمین کی ذات پاک وبے عیب سے کہ وہ اپنے کسی بندہ کو جنت سے اٹھا کر کہیں اور نہیں ڈالے گا، اور اصل کامیابی آخرت ہی کی کامیابی ہے، ''فمن زحزح عن النار وأدخل الجنة فقد فاز ''(آل عمران، آیت ۱۸۵) تو جو شخص دوزخ سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا سو وہی کامیاب ہوا، برادر محترم مولانا سہیل احمد ندوی رحمہ اللہ سے میری شناسائی ورفاقت ندوۃ العلماء میں دور طالب علمی ہی سے رہی، کچھ عرصہ کے لئے ایک ساتھ کمرہ میں رہنے کا بھی موقع ملا، گرچہ میں ان سے ایک سال درجہ میں آگے تھا اور وہ مجھ سے کئی سال عمر میں آگے تھے، لیکن تخصص فی الادب کرنے کے بعد جب میں فضیلت فی الحدیث میں آیا تو بعض کتابوں کو ساتھ پڑھنے کے مواقع بھی ملے۔

۱۹۸۸ء میں ندوہ سے فراغت کے بعد وہ سیدھے امارت شرعیہ آگئے اور پھر یہیں کے ہوکر رہے، یہاں کہ ذمہ داروں اور بزرگوں کا اعتماد حاصل کیا اور اس میں آگے بڑھتے اور ترقی کرتے گئے، آہستہ آہستہ یکے بعد دیگرے ان کے کاندھوں پر ذمہ داریوں کی امانت کا بوجھ بڑھتا رہا اور وہ ان تمام ذمہ داریوں کو جہاں تک میرا احساس ہے امانت سمجھ کر اور عنداللہ جواب دہی کے احساس کے ساتھ بحسن وخوبی نبھانے کی بھرپور کوشش کرتے رہے اور اللہ کے فضل وکرم سے وہ اس میں کامیاب رہے، اس کا صحیح اور بھرپور اندازہ اس وقت ہوا، جب دنیا سے رخصت ہونے کے بعد ان کے محبین، اہل تعلق، رفقاء اور ہر شعبہ کے کارکنان وخدام نے اپنے تاثرات میں ان کے اخلاص، للّٰہیت، دینداری، سادگی، تواضع، کام سے لگن، محنت، جذبہ ایثار وقربانی، مالی معاملات میں صفائی واحتیاط، اپنے چھوٹوں، کارکنوں اور رفقاء کی ہمت افزائی اور اپنے ماتحتوں کے ساتھ مشفقانہ وہمدردانہ برتاؤ کا کھلے لفظوں میں اعتراف واظہار کیا، اسی طرح جنازہ کی نماز اور تدفین میں لوگوں کے ہجوم اور کثرت سے ان کی مقبولیت کا اندازہ ہوا، بلاشبہ اپنی معلومات کی حد تک یہ کہہ سکتا ہوں کہ وہ امارت شرعیہ کے تئیں مخلص اور کام کے دھنی تھے، اللہ نے ہمت وحوصلہ بھی عطا فرمایا تھا، موقع ومحل سے جرأت کا بھی مظاہرہ ہوجایا کرتا، مشکل سے مشکل کام ان کے سپرد کیے جاتے اور الحمدللہ وہ انہیں حل کرنے میں کامیاب ہوجاتے۔ اپنی راحت سے زیادہ کام کو ترجیح دیتے تھے، وہ امارت شرعیہ کے بڑے بڑے عہدے اور منصب پر فائز ہوتے ہوئے بھی امارت ہی کے رہے، ان عہدوں اور منصبوں سے ذاتی فائدہ اٹھانے یا اپنے لئے کسی اور ادارہ کو قائم کرنے کی کوئی کوشش یا فکر نہیں کی؛ بلکہ اپنی ساری توانائی وصلاحیت امارت شرعیہ کے کاز کو آگے بڑھانے اور اس کو ترقی دینے میں صرف کرتے رہے، انہوں نے اپنی تمام جدوجہد اور فکر کا مرکز ومحور امارت شرعیہ ہی کو بنائے رکھا، وہ اس وقت کے موجودہ کارکنان وذمہ داران میں سب سے قدیم کارکن وذمہ دار تھے، ان کے سینہ میں امارت شرعیہ کی تین دہائی سے زیادہ (۳۵ سال) کی تاریخ محفوظ تھی، جس تاریخ کو انہوں نے آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا تھا اور جس تاریخ کے بہت سے حالات اور واقعات کو خود پرکھا اور برتا تھا اور جو امارت شرعیہ کے عین عروج کا دور رہا، ان کی وفات سے امارت شرعیہ کی تاریخ کا ایک باب بند ہوگیا۔

برادرم مولانا سہیل احمد ندوی رحمۃ اللہ علیہ سے میری رفاقت طالب علمی کے دور سے شروع ہوکر اخیر تک قائم رہی، اس دوران ملک وبیرون ملک کے مختلف ومتعدد اور مختصر وطویل اسفار میں رفاقت بھی رہی، وہ ایک اچھے رفیق سفر ثابت ہوئے بلکہ وہ خود کو اپنے رفیق سفر کے حوالے کردیتے، سواری، خورد ونوش اور رہائش وغیرہ سب میں وہ مکمل ہم آہنگ رہے، مجھے یاد نہیں کہ اس لمبی رفاقت کے دوران کبھی ہم دونوں میں کسی بھی بات یا مسئلہ پر ادنی اختلاف بھی ہوا ہو۔

یکم ذوقعدہ ۱۴۲۷ھ سے المعہد العالی سے میری وابستگی کے بعد اس رفاقت میں مزید تقویت حاصل ہوئی، وہ میرے اچھے معاون، محسن اور مشیر رہے، ذاتی طور پر بھی وہ میرے ساتھ اکرام واحترام کا معاملہ رکھتے تھے، بعض اہم امور میں مجھ پر اعتماد کرتے ہوئے مشورہ بھی کیا کرتے تھے، وہ المعہد ٹرسٹ کے رکن اور خازن تھے، اس ناحیہ سے بھی ان سے گفتگو اور ملاقات کے مواقع ملتے رہتے تھے، المعہد کے اساتذہ وطلبہ سے تعلق رکھتے اور خندہ پیشانی سے ملا کرتے، ضرورت کے مواقع پر اس تعلق وہمدردی کا اظہار بھی ہوتا تھا۔

مولانا رحمہ اللہ کے اس انداز اور اس طرح رخصت ہونے سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ہر آن وہر لمحہ ہمیں بھی جانے کے لئے تیار رہنا چاہئے، اس کے لئے نہ بڑھاپا، نہ اعذار وبیماریاں اور نہ کسی حادثہ کا انتظار، بلکہ ہر لمحہ اپنے ایمان واعمال کا جائزہ لیتے رہنا ہی خیر کا باعث ہوتا ہے۔ ''يأيها الذين آمنوا اتقوا الله حق تقاته ولا تموتن إلا وأنتم مسلمون ''(آل عمران، آیت:۱۰۲) اے ایمان والو اللہ سے ڈرو جو اس کے ڈرنے کا حق ہے اور جان نہ دینا بجز اس حال کے کہ تم مسلم ہو۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے ایک حدیث کی تشریح کے ضمن میں نقل کیا ہے: ''كما تعيشون تموتون، وكما تموتون تحشرون''(مرقاۃ المفاتیح: ۷/۲۷۵۳، کتاب الجهاد، رقم ۳۸۴۷) تمہاری زندگی جس انداز کی ہوگی اسی پر موت آئے گی اور جس حالت پر مروگے اسی پر آخرت کے دن اٹھائے جاؤگے۔ اللهم وفقنا لما تحب وترضاه واجعل آخرتنا خيرا من الأولى

ویراں ہے مے کدہ خم وساغر اداس ہے

مولانا شاهد عادل قاسمی، ارریہ

''پیہم دواں ہر دم جواں'' جیسی شخصیت کی روح، قفس عنصری سے دنیا کی سب سے خیر والی جگہ مسجد میں دوران سجدہ پرواز کرگئی، قابل رشک موت کی خبر سے جہاں دلی صدمہ پہونچا وہیں بارگاہ خداوندی کے قرب کی یقین بھی مستحکم ہوا، ملک میں یونیفارم یکساں سول کوڈ کی ہم واری کے لیے حکومت کمربستہ ہے، لاء کمیشن آف انڈیا نے باشندگان ملک سے اپنی اپنی رائے کو پیش کرنے کا اعلان بھی جاری کردیا ہے، 14/جولائی ۲۰۲۳ء سے توسیع کرکے 28/جولائی ۲۰۲۳ء طے کردی گئی ہے، حکومت ہند کا آئین اور دستور کے خلاف اس بل کی حمایت پر ملک کے سیکولر اور جمہوریت پسند لوگ سراپا احتجاج بن چکے ہیں، ملک کی مختلف تنظیمیں اس بل کے نفاذ پر اپنی ناراضگی ظاہر کرچکی ہے، باوجود اس کے لاء کمیشن آف انڈیا نے عوام الناس سے رائے طلب کرلی ہے، ملت اسلامیہ کو اپنی رائے دہی کے لیے جہاں کافی ساری مسلم تنظیمیں کمربستہ رہیں وہیں امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ نے اس میں کلیدی رول ادا کیا ہے، امارت شرعیہ نے اس تحریک کو گاؤں اور گھر تک پہنچایا ہے، امارت شرعیہ کا فرد فرد نے اس مہم میں مکمل حصہ داری کے لیے عوام سے رابطہ کیا ہے، چوک، چوراہے، نکڑ اور بازار سے لے کر مسجد کے ممبر ومحراب تک سے اس پیغام کو عام کیا ہے، پرسنل لاء پر اٹیک اور مداخلت کی اس گھناؤنے عمل کو خلاف قانون بتایا ہے، جس دن سے ''لاکمیشن'' نے رائے دہی کا مطالبہ کیا ہے اسی دن سے امارت شرعیہ نے یونیفارم سول کوڈ کے خلاف میں اپنی تحریک کو زمین پر مکمل تیاری کے ساتھ اتارا ہے، ٹیکنالوجی اور آپسی ملاقات سے اس بل کے خلاف اپنی رائے دہی کے عمل کو آسان اور مفید بنایا ہے، اسی تحریک کی مضبوطی اور ملت اسلامیہ کی رائے دہی کے لیے آپ اڈیشہ کے سفر پر ہیں وقت ظہر قریب ہے، فرض کی ادائیگی بروقت ہو اسی ارادے آپ ایک عبادت خانہ کا رخ کرتے ہیں، حضور رب سرگوشی کرتے ہوئے بہ حالت سجدہ آپ اپنے مالک حقیقی کے حوالے ہوجاتے ہیں۔ ''لايستقدمون ساعة ولا يستاخرون ''

ایسی موت پر بھلا کون رشک نہ کرے، ایسی موت کی تمنا بھلا کون نہ کرے، ایسی موت پر بھلا کون خامہ فرسائی یا لب کشائی نہ کرے، ایسی موت جسے نصیب ہوء ہم انہیں سہیل احمد ندوی سے جانتے ہیں، جو امارت شرعیہ کے نائب ناظم، امارت شرعیہ ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ اور مولانا سجاد میموریل ہسپتال کے سکریٹری ہیں، دارالعلوم الاسلامیہ امارت شرعیہ کے جنرل سکریٹری ہیں، اور المعہد العالی امارت شرعیہ کے ہم رکن ہیں، جن کا گاؤں مشرقی چمپارن (بتیا) میں ''بگہی'' ہے جو دیوراج حلقہ میں آتا ہے، جن کی پیدائش 5/جون 1962ء میں ایک متمول اور معروف تاریخی گھرانے میں ہوئی ہے، جن کے والد محترم ''شکیل احمد'' اور دادا ''وکیل احمد'' علاقے کے بااثر لوگوں میں سے ہیں، جن کے پردادا ''شیخ عدالت حسین صاحب'' مجاہدین آزادی میں سے ہیں، جن کے دادا کو پورا علاقہ سماجی خدمات کی وجہ سے ''سرسید ثانی'' سے موسوم کیا کرتے تھے، اکابر اور بزرگان دین سے آپ کے گھرانے کا رشتہ کافی قدیم ہے، شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ، حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ، حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد رحمۃ اللہ اور آنجہانی مہاتما گاندھی کی بیٹھک آپ کے گھرانے ہوا کرتی تھی، امارت شرعیہ سے انسلاک آپ کے گھرانے کا برسوں ہے، امیر شریعت رابع حضرت مولانا منت اللہ رحمانیؒ اور قاضی شریعت حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کے آباواجداد کے گہرے مراسم رہے ہیں، آپ دراصل حضرت قاضی صاحب اور امیر شریعت سادس حضرت مولانا سید نظام الدین صاحب قاسمی رحمہما اللہ کی دریافت ہیں، آپ کی ابتدائی تعلیم پہلے گاؤں میں ہوئی، بعدہ مدرسہ اسلامیہ قرآنیہ سمرا چمپارن میں آپ نے حفظ مکمل کیا، حفظ کی تکمیل کے بعد ''مدرسہ اسلامیہ بتیا'' میں آپ نے ابتدائی فارسی اور ابتدائی عربی کی تعلیم حاصل کی، 1979ء میں دارالعلوم دیوبند میں آپ داخل ہوئے، دارالعلوم دیوبند کے صد سالہ اجلاس کے بعد جو قضیہ نامرضیہ پیش آیا اس نے آپ کو وطن لوٹا دیا، حالات کافی بگڑ چکے تھے، طلباء کو پی اے سی کے ذریعہ دارالاقامہ سے باہر کردیا گیا تھا، آپ گھر واپس آگئے، پھر میٹرک کی تیاری میں مصروف ہوگئے، ایک بار پھر آپ رخت سفر باندھ چکے تھے اور ''ندوۃ العلماء لکھنؤ'' میں داخل درس ہوگئے، 1986ء میں امتیازی نمبرات سے آپ نے ندوہ سے سند فضیلت حاصل کی، فضیلت کے بعد آگے قدم بڑھانے سے قبل آپ قاضی شریعت حضرت مولانا قاضی محمد مجاہد الاسلام قاسمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور امیر شریعت سادس حضرت مولانا سید نظام الدین صاحب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ سے مشورہ طلب کیا، حسب مشورہ آپ کو دفتر نظامت میں عارضی طور پر کارکن کی حیثیت سے بٹھا دیا گیا، دفتر نظامت میں مبلغین کی طرف سے موصول کرائے گئے رپورٹس کو نقیب میں شائع کرانے کی ذمہ داری آپ کے ذمے سونپی گئی، تین ماہ کے بعد مذکورہ عہدہ پر مستقل بحال کرلیا گیا، اس بیچ آپ ''نقیب'' میں ''اللہ کی باتیں'' اور ''رسول اللہ'' کی باتیں بھی لکھتے رہے، معمولی عہدے سے اعلی منصب پر فائز رہ کر امارت کی زندگی کو آپ نے نوکری نہیں بل کہ دینی زندگی سمجھ کر کاٹ لی، اپنی فعالیت اور جہد مسلسل سے آپ نے امارت کی ترقی میں بے مثال قربانی پیش کی، گلستان امارت کے خوب صورت پھولوں میں سے ایک نام آپ کا بھی ہوگا، حق گوئی، حق شناسائی، بے باکی، دلیری آپ کی فطرت ثانیہ تھی، جہاں آپ اخلاص وعمل کی علامت تھے؛ وہیں ایمانی فراست کے نادر مثال بھی تھے، جہاں آپ تعمیری فکر اور مجاہدانہ عزیمت کے سرچشمہ تھے، وہیں آپ ناقابل تسخیر قوت کے مجسمہ بھی تھے، جہاں آپ ذکاوت وذہانت کے پیکر تھے، وہیں آپ ہمیشہ ادارے کے اعلی ذمہ داروں کے دست وبازو بھی رہے، نئے حالات، نئے مسائل، نئے چیلینجز نئے اور پرانے دلوں کو صیقل بھی کرلیا کرتے تھے، ہر اعتبار سے معمور شخص مکمل سادہ اور اخلاص کا دیوتا تھا، بناوٹ ہے نہ کوئی تصنع، ہنک ہے اور نہ ہی کوئی ٹھسک، اکڑ ہے نہ ہی کوئی گھمنڈ، بڑائی ہے اور نہ ہی کوئی کبریائی، جب بھی ملے مکمل خندہ پیشانی سے، ہشاش اور بشاش والے انداز سے، اپنائیت اور انسانیت والی ڈھال سے، ہر چھوٹے بڑے کو اپنا گرویدہ بنائے رکھے، بے ضرر اور مخلص بن کر زندگی جیئے، گٹ بازی اور گروہ بندی سے کوسوں دور رہے، حق اور اہل حق کے لیے لڑتے رہے، عہد اور ایفائے عہد کی جیتی جاگتی تصویر رہے، ہاؤ بھاؤ اور ہٹو بچو سے بچتے رہے، امارت شرعیہ کی خدمات کو وسیع سے وسیع کرنے میں ہاتھ بڑھاتے اور بٹاتے رہے، جس شعبے کی ذمہ داری ملی اس میں ایمان داری سے مصروف عمل رہے، امارت کے پیغام کو جہاں جہاں لے جانے کی ذمہ داری ملی اسے بہ سروچشم قبول کرتے رہے بالآخر اسی مشن کی جدوجہد میں آج اپنی جاں جان آفریں کے حوالے کرگئے، باغباں ہی نہیں بل کہ کوہ گراں اور مکمل سماں کو بھی رلا گئے۔

جب آپ کی جسد خاکی کو امارت شرعیہ کے آنگن میں رکھا گیا تھا، سینکڑوں شیدائین اور منتسبین آخری دیدار سے عقیدت کے پھول نچھاور کررہے ہیں، قائم مقام ناظم امارت شرعیہ مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب کی امامت میں جنازہ پڑھی جارہی ہے، دوسری جماعت کے لئے آبائی گاؤں کا اعلان ہے، یہاں بھی خلقت کا ہجوم ہے، وسیع میدان میں دور دور تک انسانی سروں کا سیلاب ہے، حضرت نائب امیر شریعت مولانا محمد شمشاد صاحب رحمانی قاسمی مدظلہ کا درد انگیز اور سحر انگیز خطاب جاری ہے، شکستہ دل اور نڈھال جسم سے جدائیگی پر اشکبار ہیں، سچے ساتھی اور راز ونیاز والے ہمدرد راز کی مفارقت پر کلیجہ کو ہتھیلی پر لیے عوام الناس سے روبہ رو ہیں، درد اور غم کا مداوا کیسے ہو؟ خدا سے اس کی بھیک مانگ رہے ہیں، رحمت، مغفرت، بخشش، ترقی درجات اور کروٹ کروٹ جنت کی نصیب آوری کے لیے دست مبارک آسمان کی جانب کئے فریاد رس ہیں اور ہم سبھوں کے زبان پر یہی جاری ہے۔ ع ویراں ہے مے کدہ خم وساغر اداس ہے ☆☆☆ تم کیا گئے کہ روٹھ گئے دن بہار کے

مولانا سہیل احمد ندوی۔ ایک ہمہ گیر شخصیت

مولانامحمد مجیب الرحمن قاسمی، دربھنگہ

اس عالم آب گل کی صفحۂ ہستی پر نہ جانے کتنی ہی ایسی نابغہ روزگار ہستیاں جلوہ افروز ہوئیں جن کو اللہ تعالیٰ نے بے شماراوصاف وکمالات سے مزین فرما کر بنی نوع انسان کی اصلاح ورہنمائی کے لیے دنیا میں مبعوث کیا، انہیں عظیم شخصیات میں امارت شرعیہ بہاراڈیشہ وجھارکھنڈ کے نائب ناظم حضرت مولانا سہیل احمد ندویؒ کا اسم گرامی ہے، آپ کی شخصیت ایک ہمہ گیر شخصیت تھی، آپ علم وفضل، زہدوورع، اخلاص وللٰہیت، عادات واطوارشرافت اورحسن اخلاق میں اکابرین امت کے نمونہ تھے، حضرت مولانا سہیل احمد ندوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے آبائی وطن بگہی، دیوراج ضلع مغربی چمپارن میں پیدا ہوئے، ان کی تاریخ پیدائش ۱۹۶۲ء ہے، ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں کے مکتب میں حاصل کی، اس کے بعد حفظ قرآن کیلئے مدرسہ اسلامیہ قرآنیہ، سمرا مغربی چمپارن میں داخل ہوئے، وہیں سے انھوں نے حفظ قرآن کی تکمیل کی، بعدہ مدرسہ اسلامیہ بتیا مغربی چمپارن میں عربی وفارسی کے ابتدائی درجات کی تعلیم حاصل کی، پھرانہوں نے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیااورعربی ششم تک کی تعلیم وہیں سے حاصل کی، اسی زمانہ میں دارالعلوم دیوبند میں قضیہ نامرضیہ پیش آیا جس کے بعد مولانا وہاں سے گھر آ گئے، پھر وہ دارالعلوم دیوبند نہیں گئے بلکہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ جا کر داخلہ لیااور وہیں سے انہوں نے ۱۹۷۹ء میں فضیلت حاصل کی، فراغت کے بعد حضرت امیر شریعت رابع رحمہ اللہ کی اجازت سے امارت شرعیہ کے دفتر نظامت میں کارکن کی حیثیت سے بحال ہوئے، کچھ دنوں کے بعد وہ معاون ناظم اس کے بعد نائب ناظم کے عہدہ پر فائز ہوئے۔

مولانا مرحوم بڑے ہی خلیق، حلیم الطبع، متقی و پرہیزگار، نیک سیرت، صوم صلوۃ کے پابند اور بہت ساری خوبیوں کے انسان تھے، سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ خوش مزاج تھے، جب کبھی کسی سے ملتے تو مسکراتے ہوئے ملتے، وہ اپنے تمام ماتحتوں کو بھائی ہی کہتے تھے، ہمیشہ نرمی کے ساتھ پیش آتے، لیکن جب ضابطہ اور قانون کی بات آجاتی تو ان کا تیور بدل جاتا تھا اور بہت سخت ہوجاتے اور کہتے کہ میں ضابطہ اور حضرت امیر شریعت کے حکم کے خلاف ہرگز کوئی کام نہیں کروں گا، چاہے اس کیلئے مجھے امارت سے نکلنا پڑے، یہی وجہ تھی کہ حضرت امیر شریعت رابع رحمہ اللہ سے لیکر مفکر ملت حضرت مولانا سید احمد ولی فیصل رحمانی صاحب تک سب لوگوں کا ان پر اعتماد تھا، ان پر اعتماد اور بھروسہ کر کے ہی کاموں کی ذمہ داری انہیں سپرد کیا کرتے تھے، خود مولانا بھی اپنی احساس ذمہ داری کے ساتھ کام کو بحسن وخوبی انجام دیتے تھے، وہ بڑے مہمان نواز خاص کر علماء نواز تھے، میرے ایک دو سال نہیں بلکہ مسلسل ۳۱/سالوں تک ایک دوسرے سے ایسے تعلقات استوار ہوئے کہ بغیر ایک دوسرے کے چین نہیں ملا کرتا تھا، وہ بلاناغہ حضرت قاضی صاحب اور بندہ ناچیز سے ملنے دارالقضاء آتے، مجھ سے بہت بے تکلفی تھی، اسلئے میں نے ایک دن کہہ ہی دیا: کہ حضرت! آپ روز یہاں کیوں تشریف لاتے ہیں اگر آپ کو کوئی ضرورت ہو تو مجھ ناچیز کو ہی یاد لیا کریں، میں حاضر ہوجاؤں گا، وہ مسکراتے ہوئے کہنے لگے کہ: مولانا! میں صرف اور صرف آپ حضرات سے ملنے اور دعا لینے آتا ہوں، بقیہ میری اور کوئی غرض نہیں ہوتی ہے، آپ لوگ دعا کردیں کہ جو کام حضرت امیر شریعت مدظلہ نے مجھ ناتواں کاندھے پر رکھا ہے، اللہ اس کام کو پورا کردے اس لیے کہ حضرت نے مجھ پر اعتماد اور بھروسہ کر کے ذمہ داری دی ہے اور حضرت میرے متعلق حسن ظن رکھتے ہیں، اللہ تعالی اس میں کامیابی عطاء فرمائیں، یہ جملہ سنکر میں بہت متأثر ہوا، اللہ پاک نے مرحوم کو بے پناہ خصوصیات سے نوازا تھا، شاید ہی کوئی ایسا آدمی ہو جو بیک وقت ایک ادارے کے مختلف شعبوں کی ذمہ داری کو نہ صرف نبھتا ہو بلکہ بحسن وخوبی تمام کاموں کو انجام دیکر اپنے اعلی عہدداران کی خدمت میں پیش کردیا کرتے تھے، ان کی یہی خوبی اور محاسن ہم تمام لوگوں کے لیے محبت وعقیدت کا سبب بنا، ورنہ دنیا میں لوگ آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں اللہ رب العزت نے حضرت کے اندر بھائی چارگی، اخلاق حسنہ اوران تمام اوصاف سے متصف کر رکھا تھا، جن اوصاف کا متقاضی دین اسلام ہے، خندہ پیشانی ان کی زندگی کا ایک جزو تھا، وہ اپنی باتوں سے کسی کو تکلیف نہیں پہونچاتے تھے۔

مولانا مرحوم کی چند ایسی خوبیاں تھی جو وہ ظاہر نہیں کرتے تھے، وہ خوبیاں اکثر لوگوں سے پوشیدہ تھیں، وہ بعد نماز عشاء جلد سوتے اور صبح صادق کے وقت اٹھ جایا کرتے تھے، مرحوم اس بات کو بار بار ہم لوگوں سے کہا کرتے تھے کہ آپ لوگ بھی میری طرح جلدی سو جایا کریں اور صبح میں جلد اٹھا کریں، وہ کہتے تھے کہ میں اپنا معمول بنا رکھا ہوں کہ بعد نماز عشاء سونا اور صبح فجر کی نماز سے قبل بیدار ہونا، پھر بعد نماز فجر قرآن کریم کی تلاوت کرنا پھر تقریباً ڈیڑھ سے دو کلو میٹر تک ٹہلنا یہ ان کے روز کا معمول تھا، ان کی یہ خاموش عبادت اللہ تعالی کو ایسی پسند آئی کہ دنیا والوں کو دیکھا دیا کہ یہ ہمارا محبوب بندہ ہے اور سجدہ کی حالت میں اپنے یہاں بلالیا بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے انہیں قابل رشک موت عطا کی، یقیناً انہیں شہید کا درجہ ملے گا، اسلئے کہ ان کی موت کسی ذاتی سفر کیلئے نہیں ہوئی، کسی ذاتی کام کیلئے نہیں ہوئی، بلکہ ان کی موت تحفظ دین وشریعت کیلئے ہوئی، میں ان کی موت شہادت کی موت ہوئی، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، ان کے متعلقین ومتوسلین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور امارت شرعیہ کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے آمین۔

مولانا کا انتقال ملت اسلامیہ کیلئے ایک عظیم خسارہ ہے، راقم الحروف نے حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسی صاحب رحمہ اللہ، حضرت مولانا سید نظام الدین صاحب رحمہ اللہ اور حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب رحمہ اللہ کے دور کو بہت قریب سے دیکھا ہے، ان بزرگوں کے سامنے جب بھی کوئی مشکل امر پیش آتا تو فوراً کہتے کہ مولانا سہیل احمد ندوی صاحب کو بلایئے اس لیے کہ وہ بہت نڈر اور باصلاحیت ہے وہ یہ کام بآسانی کرلیں گے، چنانچہ مولانا کو بلا کر کام انہیں سپرد کیا جاتا اور حضرت مولانا مرحوم بہت خندہ پیشانی کے ساتھ کام کو قبول کر لیتے اور اسے بحسن وخوبی انجام دیا کرتے تھے، چاہے وہ کالا زار کا معاملہ ہو یا فساد وزلزلہ کا معاملہ ہو، میں نے خود قریب سے دیکھا کہ جب گجرات کا فساد ہوا تو لوگوں نے ڈر اور خوف کی وجہ سے وہاں جانا گوارہ نہیں کیا؛ لیکن جب حضرت امیر شریعت سادس حضرت مولانا سید نظام الدین صاحب رحمہ اللہ نے مولانا مرحوم کو بلا کر کہا کہ میں جانتا ہوں کہ یہ کام بہت مشکل ہے لیکن آپ ہی اس کام کو کر پائیں گے، فساد زدہ علاقہ میں جا کر مستحقین تک امداد پہونچانا ہے، حضرت امیر شریعت کا حکم پاتے ہی مولانا مرحوم بلاخوف وخطر تیار ہوگئے اور دوسرے یا تیسرے دن ہی لوگوں کو مدد پہونچانے کے لیے گجرات پہونچ گئے، تقریباً بیس سے پچیس دنوں تک گجرات میں کیمپ لگا کر لوگوں تک ریلیف پہونچایا۔

مولانا کی ذاتی زندگی بالکل سادہ تھی، انہوں نے اپنی زندگی بڑی سادگی سے گزاری، امارت شرعیہ کے جتنے عہدے ان کے پاس تھے کہ اگر وہ چاہتے تو ایک گاڑی اپنے پاس رکھتے، لیکن وہ دفتر کی گاڑی استعمال نہیں کرتے، بلکہ اپنی موٹرسائیکل سے ہر جگہ دوڑ لگاتے رہتے تھے، گاڑی کا استعمال بہت ضرورت پڑنے پر امارت شرعیہ کے کاموں کے لئے اور دور دراز کے سفر کے لیے ہی کیا کرتے تھے، مولانا بڑے عہدے پر ہونے کے باوجود انہوں نے اپنے کارکنان کو کبھی یہ احساس نہیں ہونے دیا کہ ہم عہدوں کے اعتبار سے دوسروں سے بڑے ہیں، وہ سب سے بے تکلف گھل مل کر رہتے تھے، مزاج میں ظرافت تھی، اپنے سے وابستہ احباب کی ہمہ وقت خبر رکھتے تھے اور ہر ذمہ داری کو احساس ذمہ داری کے ساتھ انجام دیتے تھے، مولانا مرحوم کو اللہ تعالی نے جو صلاحیتیں عطاء فرمائی تھی وہ دوسرے لوگوں میں بہت کم پائی جاتی ہے، آپ یقین کیجئے کہ آج ملت اسلامیہ کو ایسے فرد کی، ایسے عالم دین کی بہت زیادہ ضرورت تھی، وہ ایک ادارہ نہیں بلکہ وہ کئی اداروں کے مجموعہ تھے، وہ امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ کے نائب ناظم کی حیثیت سے امارت شرعیہ کے کئی اداروں کے ذمہ دار تھے، وہ امارت شرعیہ کے ویلفیئر ٹرسٹ کے سکریٹری، مولانا سجاد ہسپتال، دارالعلوم الاسلامیہ گوند پورہ کے سکریٹری اور المعہد العالی کے خازن، قاضی نورالحسن اسکول کے سکریٹری تھے، آپ جیسے لوگ صدیوں میں پیدا ہوا کرتے ہیں۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

جب اچانک ان کے انتقال کی خبر موصول ہوئی تو راقم الحروف کو اولاً یقین نہیں ہوا؛ کیوں کہ کٹک کے سفر پر جانے سے قبل وہ بالکل صحت مند تھے اور مجھ سے ملاقات کے لیے میری آفس میں خود تشریف لائے تھے اور مختلف امور پر بات چیت بھی ہوئی، مگر کس کو خبر تھی کہ یہ آخری ملاقات اور آخری بات چیت ہوگی، **انا لِلّٰہ وانا الیہ راجعون ان اللہ مااخذ ولہ مااعطیٰ وکل شیٔ عندہ بأجل مسمیٰ۔**

مولانا سہیل احمد ندوی: موت تجدید مذاق زندگی کا نام ہے

غالب شمس قاسمی

مولانا سہیل احمد ندوی اکسٹھ سال کی عمر میں 6 محرم 1445 ھ مطابق 25 جولائی 2023ء بروز منگل اس دار فانی سے کوچ کر گئے، یونیفارم سول کوڈ کے سلسلے میں لوگوں کو بیدار کرنے اور ووٹنگ کرانے کے لئے امارت شرعیہ سے علماء کا وفد پورے بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کے مختلف علاقوں میں سفر پر تھا، مولانا بھی اڑیسہ میں وفد کے ہمراہ تھے۔ نماز ظہر میں سجدہ کے لیے جھکے، اور چل بسے۔ وہاں سے آپ کو امارت شرعیہ لایا گیا، اور اگلے دن 26 جولائی بروز بدھ سوا بارہ بجے امارت شرعیہ کے احاطے میں قائم مقام ناظم مولانا شبلی القاسمی کی امامت میں نماز جنازہ پڑھی گئی، پھر انہیں ان کے آبائی وطن مغربی چمپارن لے جایا گیا، وہاں دوبارہ نماز جنازہ نائب امیر شریعت مولانا شمشاد رحمانی کی امامت میں ادا کی گئی، اور وہیں تدفین عمل میں آئی، آپ کا ہمارے درمیان سے اٹھ جانا پورے ہندوستان عموماً اور بہار واڑیسہ وجھارکھنڈ کے لیے خصوصاً کسی بڑے صدمے سے کم نہیں کہ موت العالم موت العالم۔

میں یہ سوچتا ہوں کہ جیتے جی لوگوں کی قدردانی کرلو، ان سے ملو، ان سے علمی وروحانی استفادہ کرو، کیوں کہ علوم شرعیہ اور خدمت دین کی راہ میں سالہا سال گزارنے والوں کی محفل میں بیٹھنے سے دراصل شعور میں اضافہ ہوتا ہے، ان مشکل حالات میں حوصلہ مندی کے ساتھ جینے کا سلیقہ آجاتا ہے، ورنہ یوں موت کے بعد لفظوں میں آنسو بہانا زمانے کی ریت اور ٹرینڈ بن گیا ہے۔ حضرت سے ذاتی طور پر میری ملاقات نہیں ہے، البتہ انہیں امارت کی عمارت میں چہل پہل کرتے ہوئے ضرور دیکھا ہے، سچ کہوں تو میں ابتداء میں انہیں عام ملازم سمجھتا تھا، البتہ نام خوب سنتا تھا، حضرت ندوی دراصل سادگی میں باکمال تھے، تکلف وتصنع سے کوسوں دور، اور بناوٹی زندگی سے کلی اجتناب تھا، بڑی بے نیازی سے زندگی بسر کی، اور اپنے اخلاق سے لوگوں کو گرویدہ کر گئے، ہر چھوٹا بڑا ان کے گن گا رہا ہے، اور اس حادثۂ فاجعہ سے رنجیدہ اور ٹوٹا ہوا دکھ رہا ہے، مولانا راشد العزیزی بتانے لگے کہ ''مولانا ندویؒ لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہتے تھے، کوئی نہیں کہہ سکتا کہ انہوں نے کسی کو ڈانٹا ہو، اپ انتہائی ملنسار تھے، آپ ریٹائر ہوچکے تھے، مگر ایکسٹینشن پر کئی سال سے بحال تھے، قرآن بڑا اچھا یاد تھا کہ امارت میں تراویح آپ ہی پڑھایا کرتے تھے، تلاوت قرآن کے انتہائی شوقین تھے، زندگی بھر بعد نمازِ فجر تلاوت کا عام معمول تھا"، بڑی بے نیازی سے زندگی گزارتے ہوئے جان کی نیاز حضور خداوندی میں پیش کردیا، عام طور پر جب کوئی مرض الوفات میں ہو تو ذرا سا صبر کا بہانہ مل جاتا ہے؛ لیکن حضرت کی وفات اتنی اچانک ہوئی کہ امارت شرعیہ کے کارکنان کچھ بھی سمجھنے سے قاصر ہیں، آپ کی پیدائش مغربی چمپارن کے خطہ دیوراج کی بستی بگہی میں 1962ء میں محمد شکیل کے یہاں ہوئی، آپ کے دادا جناب وکیل حسین صاحب عوامی خدمت کی وجہ سے سرسید ثانی کے نام سے جانے جاتے تھے، اسی طرح آپ کے پردادا عدالت حسین جالیا جنگ آزادی کے عظیم مجاہد تھے، گویا کہ شرافت وجاہت، اور قوم کی فلاح و بہبود کا جذبہ پرانا اور خاندانی تھا، دینی ملی سماجی اور سیاسی خدمات میں اس خاندان کا اہم کردار رہا ہے، مفتی راشد انور قاسمی بتا رہے تھے کہ چمپارن ستیہ گرہ کا جب آغاز ہوا، تو گاندھی جی وغیرہ آپ کے پردادا جناب عدالت حسین کے دروازے (کوٹھی) پر تشریف لائے تھے، بہرکیف آپ کی ابتدائی تعلیم مکتب میں ہوئی، اور جامعہ اسلامیہ قرآنیہ سمرا سے 1976ء میں حفظ کی تکمیل کی، اور فارسی وعربی کی ابتدائی تعلیم جامعہ اسلامیہ بتیا میں حاصل کی، پھر 1979ء میں اعلی تعلیم کی غرض سے بصد شوق مشہور دینی درس گاہ دارالعلوم دیوبند کا رخ کیا، اور دیوبند کے علمی فضا سے خود کو معطر کیا، لیکن اجلاس صد سالہ کے بعد جب اسٹرائیک ہوا، اور احاطۂ دارالعلوم دیوبند کو پی اے سی کے ذریعے خالی کرایا گیا، تو آپ بھی وطن واپس لوٹ آئے، پھر امیر شریعت رابع کے مشورے سے دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں بیچ سال سے ثانویہ رابعہ میں سماعت کی، اور آئندہ سال باضابطہ عالیہ اولی میں داخلہ ہوا، اور 1987ء میں ندوہ سے امتیازی نمبرات کے ساتھ فراغت حاصل کی، فراغت کے بعد قاضی مجاہد الاسلام قاسمی، مولانا نظام الدین قاسمی اور امیر شریعت رابع مولانا منت اللہ رحمانی رحمہ اللہ نے آپ کو دفتر نظامت میں مبلغین کی کارروائی کو قابل اشاعت بنا کر ہفت روزہ نقیب میں شائع کرنے کی ذمہ داری سونپیں، پھر امیر شریعت رابع کے حکم سے نقیب میں بعنوان ''اللہ اور رسول کی باتیں'' مضامین لکھنے لگے، تین ماہ کی ہی مدت گزری تھی کہ آپ کو دفتر نظامت میں کارکن کے عہدے پر بحال کیا گیا، آپ نے چار امراء شریعت کا عہد پایا، اور اپنا کام بحسن وخوبی انجام دیا، اور بڑوں کی خدمت میں رہ کر قوم کا درد اپنے سینے میں منتقل کیا، حتی کہ جب محبوب کا بلاوا آیا تو قوم کی فکر میں گھر سے میلوں دور تھے، سجدے کی حالت میں تھے، لوگ اتنی بابرکت موت کی تمنا کرتے ہیں۔ کہ:

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں ☆☆☆ تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

موجودہ وقت میں حضرت کے کندھے پر کئی بڑی ذمہ داری اور عہدے تھے، آپ باصلاحیت عالم دین اور فقیہ المثال قائد و باکمال مصلح اور کامیاب منتظم تھے۔ آپ بیک وقت امارت شرعیہ کے نائب ناظم، دارالعلوم الاسلامیہ امارت شرعیہ کے سکریٹری، مولانا سجاد میموریل ہسپتال، امارت ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ، اور قاضی نورالحسن اسکول، کے انچارج تھے۔ اللہ حضرت کا نعم البدل نصیب فرمائے اور امارت شرعیہ کے کارکنان اور مولانا کے اہل خانہ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

حضرت مولانا سہیل احمد ندوی: حق مغفرت کرے

شمیم اکرم رحمانی

مورخہ 25 جولائی 2023 کی بات ہے دن کے تقریبا ڈیڑھ بج رہے تھے، میں دفتر سے کام کرکے اپنی قیام گاہ پر پہونچ چکا تھا، اور چند منٹ آرام کرنے بعد دسترخوان پر دوپہر کے کھانے کے لئے نہ صرف بیٹھ چکا تھا؛ بلکہ دو چار لقمے کھا بھی چکا تھا اسی دوران موبائل کی گھنٹی بجی، بیگم نے موبائل لاکر دیا، موبائل کی اسکرین دیکھنے سے پتہ چلا کہ امارت شرعیہ سے منسلک ایک عزیز کا فون ہے، اس لئے فورا ریسو کیا اور حسب معمول سلام کیا لیکن ادھر سے نہایت بھرائی ہوئی آواز میں جواب موصول ہوا اور ساتھ ہی سوال بھی کہ کیا مولانا سہیل احمد ندوی نائب ناظم صاحب کا انتقال ہوگیا ہے؟ نہیں تو، کس نے کہا ہے، اچانک آپ اس طرح سے کیوں پوچھ رہے ہیں لیکن رکیں ممکن تو کچھ بھی ہے، پتہ کرتا ہوں، یہ چند جملے زبان سے ادا ہوئے ہی تھے کہ کال کٹ گ ء، تاہم حیرت اور جستجو کی آمیزش سے دل میں جذبات کی جو کیفیت پیدا ہوئی اس نے ایک طرف جہاں کھانے سے دھیان ہٹایا تو دوسری طرف فورا واٹس ایپ کھولنے پر نہ صرف آمادہ بلکہ مجبور کیا، واٹس ایپ کھلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم جناب مولانا شبلی القاسمی صاحب نے کارکنان امارت شرعیہ کے گروپ میں مولانا سہیل احمد ندوی کے انتقال کی خبر دی ہوئی ہے، خبر پڑھتے ہی میں کھڑا ہوگیا، غیر اختیاری طور پر آنکھوں سے آنسو کے چند قطرے ٹپک پڑے، زبان سے استرجاع کے الفاظ نکلے اور قدم امارت شرعیہ کی طرف جانے کے لئے بڑھنے لگے، فی الوقت امارت شرعیہ میری قیام گاہ سے تقریباً ایک ڈیڑھ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے، چنانچہ دس منٹ بعد میں امارت شرعیہ کے کیمپس میں داخل ہوا، کیمپس کا ماحول بالکل سونا سونا سا تھا، بام و در سے سوگواری کی کیفیت عیاں تھی ایک دو لوگ دوڑ بھاگ کرتے ہوئے اور پریشان نظر آرہے تھے، اس لئے کسی سے کچھ بات کئے بغیر میں دفتر نظامت میں داخل ہوا، وہاں امارت شرعیہ کے ایک کارکن مولانا مجاہدالاسلام قاسمی تن تنہا غمزدہ حالت میں بیٹھے تھے، علیک سلیک کے بعد ان سے اس سانحے پر کچھ باتیں ہوئیں، میرے پوچھنے پر کہ "یہ کیسے ہوا انہوں نے بتایا کہ مولانا دو دن قبل ہی یونیفارم سول کوڈ پر کام کرنے کے لیے اڈیشہ گئے تھے اور اور دیکھیے کہ ابھی نماز کے بعد سنت پڑھتے ہوئے سجدے کی حالت میں انتقال کر گئے" میں نے کہا بندہ تحفظ دین کے مشن پر تھا تو اللہ تعالیٰ نے سجدے کی حالت میں موت عطا فرمائی ہے بلاشبہ یہ قابل رشک موت ہے، اتنا کہ کر میں تھوڑی دیر مزید وہاں خاموش بیٹھا رہا اور پھر گھڑی طرف دیکھا تو تین بج چکے تھ اس لئے اپنے دفتر دارالقضا میں پہونچا، وہاں کچھ کام تھے جن کی انجام دہی اَز بس ضروری تھی، سو اسے انجام دینے لگا؛ لیکن اس دوران تصور سے مولانا سہیل احمد ندوی کا سراپا ایک سیکنڈ کے لیے بھی غائب نہیں ہو رہا تھا خیال کی بستی میں ایک طرف ان کی یاد تھی تو دوسری طرف یہ حقیقت بھی کہ

زندگی ہے اپنے قبضے میں نہ اپنے بس میں موت ☆☆☆ آدمی مجبور ہے اور کس قدر مجبور ہے

خیر ضروری کام کی انجام دہی کے بعد دفتر سے باہر نکلا تو دیکھا امارت کے کیمپس میں لوگوں کا آنا جانا بڑھ رہا ہے لیکن ہر آنے جانے والے کے چہرے پر پژردگی کے آثار نمایاں ہیں گویا ان سب سے کوئی متاع عزیز چھن گیا ہو میں سب کچھ دیکھتا محسوس کرتا اور لوگوں سے علیک سلیک کرتا ہوا آگے بڑھا اور امارت شرعیہ کی میٹنگ روم میں پہونچا تا کہ لاش کی آمد، اور جنازے کی نماز کا وقت معلوم کیا جائے میٹنگ روم میں امارت شرعیہ کے کچھ کارکنان اور ذمہ داران غمگین بیٹھے ہوئے تھے اور مولانا مرحوم کے وفات پر بات چیت کر رہے تھے، میں بھی تھوڑی دیر ان کی گفتگو میں سامعین کی حیثیت سے شامل ہوا، دوران گفتگو پتہ چلا کہ لاش کل مورخہ 26 جولائی کو بزریعہ ایمبولینس امارت شرعیہ پہونچے گی اور امارت کے کیمپس میں جنازے کی نماز کل ہی 12 بج کر پندرہ منٹ پر ادا کی جائے گی یہ معلومات اہم اور ضروری تھیں جو مجھے حاصل ہوچکی تھیں اس لئے عصر کی نماز امارت شرعیہ کے جماعت خانے میں ادا کرنے کے بعد کچھ دیر امارت شرعیہ میں ٹھہر کر اپنی قیام گاہ پر چلا گیا جس کے بعد دوبار پھر امارت شرعیہ انا جانا ہوا، بالآخر رات ہوئی تو . نماز کی ادائیگی کے کچھ دیر بعد میں رات کا کھانا کھا کر لیٹ گیا، لیٹ کر موبائل فون کی گیلری چیک کر رہا تھا، کئی تصویریں مولانا کی نظر آئیں جنہیں دیکھ ہی رہا تھا کہ نیند نے مجھے اپنی آغوش میں لے لیا اور میں دوسری . دنیا میں چلا گیا جہاں بے خبریاں ہوتی ہیں یا محض خوابوں کا تسلسل لیکن میری صورت حال ایسی تھی جیسے

مجھ کو خوابوں کے باغ میں لاکر ☆☆☆ گھنے جنگل میں کھو رہی ہے رات

اللہ اللہ کرکے رات کی تاریکی چھٹی، صبح کی روشنی نمودار ہوئی اور دیکھتے ہی دیکھتے آسمان پر چھا گئی، اسی دوران دفتر کا وقت بھی ہوگیا لہذا حسب معمول 9/ بجے میں امارت شرعیہ پہونچا جہاں کارکنان کی ایک اچھی تعداد آچکی تھی، کچھ اور لوگ بھی کہیں کہیں نظر آرہے تھے جنہیں میں نہیں پہچانتا تھا لیکن پژمردگی اور اضمحلال کی کیفیت سے کوئی چہرہ خالی نہیں تھا، پیچھے مڑکر امارت کے مین گیٹ کی طرف تو دیکھا نظر آیا کہ لوگ یکے بعد دیگرے مسلسل امارت شرعیہ بڑھ رہے ہیں اور جنازے کی نماز کی بابت دریافت بھی کر رہے ہیں دوسری طرف وقت کی سوئی بھی تیزی سے آگے بڑھ رہی تھی چنانچہ تقریبا ساڑھے دس بجے میں امارت کے کیمپس میں موجود پارک کے پاس پہونچا وہاں امارت شرعیہ کے ذمہ داران جنازے کی نماز کی تیاریوں کا جائزہ لے رہے ہیں، "مائک کہاں لگائے جائیں؟ صف بندیاں کس طرح ہونگی؟ زیادہ لوگ آجائیں تو کیا کیا جائیگا؟ دور دراز سے آنے والوں کے کھانے پینے کا انتظام کس طرح ہو؟ اس طرح کے کئی سوالات پر نہ صرف کھڑے کھڑے گفتگو کر رہے تھے بلکہ ان سوالات کو حل بھی کرتے جا رہے تھے، وہیں مجھے یہ بھی پتہ چلا کہ مولانا کی لاش سوا گیارہ سے ساڑھے گیارہ بجے تک امارت شرعیہ پہونچ جائے گی چنانچہ تھوڑی دیر بعد دیکھا کہ امارت شرعیہ کے ذمہ داران گیٹ پر لاش کی آمد کا انتظار کر رہے ہیں چند منٹوں کے یہ بعد انتظار بھی ختم ہوا اور ایمبولینس مولانا مرحوم کی لاش کو لے کر امارت شرعیہ کے کیمپس میں داخل ہوئی، لاش جیسے ہی ایمبولینس سے اتاری گئی لوگ ٹوٹ پڑے، لوگ لاش کو کندھا دینے اور چہرے کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے بیقرار تھے، لوگوں کی خواہش کے مطابق لاش کو امارت کی مین بلڈنگ کے گیٹ پر رکھا گیا اور چند منٹوں کے لیے چہرہ کھول دیا گیا، لوگ فورا لائن میں لگ گئے اور چہرہ دیکھ کر آگے بڑھتے رہے میں نے بھی لائن میں لگ کر ہی مولانا کا وہ چہرہ دیکھا جو کبھی ہنستا مسکراتا ہوا نظر آتا تھا، کچھ دیر تک یہ سلسلہ جاری رہا اس کے بعد لاش کو پیرامیڈیکل کے پاس رکھا گیا اور نماز جنازہ کے لیے صف بندیاں شروع ہوگئیں، دھوپ کی تپش بلکہ دھوپ کی شدت کے باوجود امارت شرعیہ کا کیمپس لوگوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا اسی دوران امارت شرعیہ کے نائب امیر شریعت حضرت مولانا شمشاد رحمانی قاسمی اور نائب قاضی شریعت مفتی وصی احمد قاسمی صاحبان نے مولانا مرحوم کی حیات پر مختصر روشنی ڈالی جس کے بعد امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم جناب مولانا شبلی القاسمی نے جنازے کی نماز پڑھائی اور اس کے بعد لاش کو تدفین کے لئے لے بگہی مشرقی چمپارن جانا تھا سو ایمبولینس پر لاش کو رکھا گیا اور پہلے پٹنہ میں ان کے گھر پر اور پھر وہاں سے ان کے آبائی گاؤں پکھی مشرقی چمپارن لے جایا گیا امارت شرعیہ سے کئی قافلے بھی مولانا کے آبائی گاؤں پہونچے، ایک قافلے کے ساتھ مجھے بھی جانے کا موقع میسر آیا، چنانچہ ہمارا قافلہ مغرب کی نماز سے کچھ پہلے بگہی مولانا کے آبائی مکان پر پہونچا، جہاں لوگوں کا ازدحام تھا، دروازے پر ہی ہم لوگوں نے مغرب کی نماز ادا کی اور اس کے تھوڑی دیر بعد ہی لاش کو قبرستان تک پہونچایا گیا، وہاں بھی بڑی تعداد میں لوگ موجود تھے، اور سوگوار تھے، خیر نماز جنازہ کے لئے صف بندی ہوئی لیکن نماز جنازہ سے قبل مولانا شمشاد رحمانی قاسمی اور مفتی سہراب عالم ندوی صاحبان کی مختصر مگر پراثر تقریریں ہوئیں اور بالآخر نائب امیر شریعت مولانا شمشاد رحمانی قاسمی نے نماز جنازہ پڑھائی جس کے بعد تدفین ہوئی، ہم بھی تدفین میں شامل ہونے اور جسم کو زمین کے حوالے کرکے یہ کہتے ہوئے لوٹ آئے کہ اب خدا مغفرت کرے اس کی ☆☆☆ میر مرحوم تھا عجب کوئی

یہ سچائی ہے کہ مولانا کو اللہ تعالیٰ بے شمار خوبیوں سے نوازا تھا جن کو انہوں نے بجا طور پر ملت کی تعمیر اور امارت شرعیہ کی ترقی کے لئے استعمال کیا، امارت شرعیہ سے قلبی تعلق ان کو ورثے میں ملا تھا، امارت شرعیہ سے منسلک اشخاص عام طور جانتے ہیں وہ شیخ عدالت رحمۃ اللہ علیہ کے پڑپوتے تھے، وہی شیخ عدالت جو بانی امارت حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد رحمۃ اللہ علیہ کے مشن کے رفیق تھے اور مجاہد آزادی بھی تھے، مولانا سہیل احمد ندوی رحمہ اللہ شیخ عدالت رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی پر ایک سیمینار بھی کرانا چاہتے تھے جس کا تذکرہ انہوں مجھ سے بھی کیا تھا اور کچھ مشورے بھی طلب کیے تھے، میں نے فوری طور پر کچھ مشورے دیے تھے جسے انہوں نے پسند کیا تھا اور کہا تھا کہ مزید حسب ضرورت آپ سے بات کروں گا لیکن آہ مولانا کی یہ آرزو ان کے سینے میں دفن ہوگئی، خدا کرے کہ مولانا مرحوم کی خواہش کوئی پورا کردے، مجھے نہیں پتہ آوروں کا کیا خیال ہے لیکن میرا احساس ہے کہ مولانا جس طرح ایک کامیاب منتظم اور اس اچھے عالم دین تھے اسی طرح ایک اونچے درجے کے انسان بھی تھے، انسان بننا آج بھی عہدے حاصل کرنے سے زیادہ مشکل ہے لیکن مولانا بلاشبہ ایک اچھے انسان تھے، اپنے اخلاق و کردار کی وجہ سے وہ بہت جلد کسی سے بھی تکلف ہو جاتے تھے، اپنے سے کافی چھوٹے کارکن سے بھی نہایت خندہ پیشانی سے ملتے تھے، ہم جیسے لوگوں کو بھی بھیا کہ کر مخاطب کرتے تھے ظاہر ہے یہ خوبیاں بہت کم لوگوں کو ملتی ہیں، اگر انہیں مجھ جیسے لوگوں سے کچھ کام ہوتا تو وہ اپنے دفتر میں بلانے کے بجائے سیدھا ہم جیسے لوگوں کے دفتر میں آجاتے تھے، ایک بار کی بات ہے انہوں نے فون کیا کہ شمیم بھیا ایک کام ہے، میں تو آجاتا لیکن کچھ مصروفیت زیادہ ہے اگر آپ جائیں تو کام جلد ہوجائے گا، میں نے کہا آپ بڑے ہیں، بس سیدھا بلا کیا کیجیے پھر میں نے کے پاس چلا گیا ایک تحریر سے متعلق جو کام تھا اسے کر دیا، ایک ڈیڑھ سال قبل کی بات ہے مولانا کے ساتھ ہی ایک معاملے میں سیوان کا سفر ہوا تھا، امارت شرعیہ کے نائب قاضی شریعت مفتی وصی احمد قاسمی بھی ساتھ تھے، یاد آرہا ہے مولانا نے اس سفر کو کئی حوالوں سے یادگار بنا دیا تھا، تقریبا ڈھائی تین سال قبل کا واقعہ ہے نقیب میں شائع شدہ میرے ایک مضمون کو انہوں نے مطالعہ کرنے کے بعد کہا تھا کہ شمیم بھیا آپ کی صلاحیت بہت معیاری ہے، جس پر میں نے مزاحا کہا تھا اب کسی کی صلاحیت کی بات سنتا ہوں تو بیکار لگتا ہے اس پر انہیں زور کی ہنسی آئی تھی، کئی موقع پر مولانا نے میرے ساتھ بہتر برتاؤ کیا تھا، بلکہ کبھی کوئی غلط برتاؤ کا سامنا ان کی طرف سے مجھے نہیں ہوا، وفات سے کچھ ایام پہلے کی بات ہے یونیفارم سول کوڈ کے معاملے انہوں نے اپنے کام کے لیے مجھے اپنا معاون بنایا تھا، چنانچہ ان کی ہدایت کے مطابق میں نے اور امارت شرعیہ سے منسلک انتہائی اہم ڈاکٹر جناب یاسر صاحب نے مل کر رابطے کے کچھ اہم کام انجام دیے تھے، مولانا مرحوم سے میری بھی کئی یادیں وابستہ ہیں جنہیں اگر موقع ملا تو کبھی ذکر کرونگا، ان کی جو یادیں دل کے نہاں خانے میں محفوظ ہیں ان کی رو سے یہ بات وثوق کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ وہ ایک باہمت، آزاد، خوش ذوق اور زندہ دل انسان تھے یہ ٹھیک ہے مولانا اب اس دنیا میں نہیں رہے لیکن ان کے کئے ہوئے کاموں کے نقوش تاریخ کے صفحات اور لوگوں کے دلوں میں دیر تک زندہ رہیں گے ان شاءاللہ، اب غالب کا ایک مصرعہ یاد آرہا ہے جس کے بعد مزید کچھ لکھنا مناسب نہیں ہوگا کہ ع حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

تعزیتی کلام

برسانحۂ ارتحال مولانا سہیل احمد ندویؒ

واللہ کتنی سہل تھی رحلت سہیلؒ کی
تھی جیسے انتظار میں جنت سہیلؒ کی

کرتی تھی قدر تینوں ریاست سہیلؒ کی
سب جانتے ہیں دوستو عظمت سہیلؒ کی

خلق خدا کی بات سے معلوم یہ ہوا
نافع تھی قوم کے تئیں نیت سہیلؒ کی

مت پوچھیے کہ کتنی ہی اس حال میں کمی
محسوس کر رہی ہے امارت سہیلؒ کی

ہر اینٹ ہے گواہ امارت کی ساتھیو
بیحد تھی کامیاب نیابت سہیلؒ کی

مرحوم کے وصال کا درجہ نہ پوچھیے
سجدے میں رونما ہوئی رحلت سہیلؒ کی

ہر شخص اشکبار تھا غمگین تھا شدید
کس درجہ باوقار تھی میت سہیلؒ کی

جانے کے بعد حضرت عرفان خان کے
کالج کو کس قدر تھی ضرورت سہیلؒ کی

اس دور خلفشار میں مت پوچھیے جناب
حاصل تھی سیکڑوں کو قیادت سہیلؒ کی

ہے موت کی سہیل کا حضرت کو غم بہت
وہ یاد کر رہے ہیں عزیمت سہیلؒ کی

بتلا رہا ہے ان کے جنازے کا ازدحام
ملت کے تھے سہیلؒ تھی ملت سہیلؒ کی

جس نے بھی اے شکیلؔ سنا ہے سہیلؒ کو
ہے یاد اب بھی اس کو خطابت سہیلؒ کی

شکیل سسرامی پٹنہ

مولانا سہیل احمد ندوی جہد وعمل کی زندگی

مفتی نیرالاسلام قاسمی

٦/محرم ۱۴۴۵ھ مطابق ۲۵/جولائی ۲۰۲۳ کی تاریخ تھی اور منگل کا دن تھا کہ مولانا سہیل احمد ندوی کٹک اڈیشہ میں ظہر کی نماز میں بہ حالت سجدہ اللہ کو پیارے ہوگئے۔ سفر کی موت، وہ بھی تحفظ شریعت کا سفر، حالت وضو کی موت، سب سے پاک جگہ مسجد کی موت، ایمان کے بعد سب سے اہم رکن نماز کی حالت میں موت، وہ بھی اللہ سے سب سے زیادہ قرب حاصل ہونے والے رکن سجدے کی موت، واہ رے واہ کس قدر قابل رشک موت پائی ہمارے سکریٹری صاحب نے، جس کی تمنائیں اولیاء ومشائخ بھی کرتے رہتے ہیں:

زندگی ایسی جیو کہ دشمنوں کو رشک آئے ☆ موت ہو ایسی کہ دنیا دیر تک ماتم کرے

تجہیز وتکفین کے بعد جنازہ کی ایک نماز عصر کے بعد بالوگاؤں مسجد کے صحن میں مولانا صبغت اللہ صاحب معاون قاضی شریعت امارت شرعیہ کٹک نے پڑھائی۔ دوسری نماز مغرب کی نماز کے بعد ٹوٹی پارہ نام مقام اڈیشہ میں ادا کی گئی۔ اس کے بعد جسد خاکی پٹنہ کے لئے روانہ ہوا۔ قریب پورے بارہ بجے دن میں جنازہ امارت شرعیہ پھلواری شریف پہنچا، جنازہ کیا پہنچا کہ کہرام مچ گیا، اعزہ واقارب ڈھاڑیں مار مار کر رونے لگے، ٹیکنیکل اور اسکول کے اسٹاف غم میں ڈوب گئے اور اسپتال کے ڈاکٹرس اور نرسوں کو بھی زار وقطار روتے دیکھا۔ مولانا مرحوم کے رفیق درس مولانا مشہود احمد قادری پرنسپل مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ کو احقر نے جنازہ پکڑ کر بہت دیر تک ہچکیاں مارتے ہوئے دیکھا۔

سہیل احمد کی رحلت پر زمین و آسمان روئے ☆ ہے ایسا حادثہ سن کر جسے کوہِ گراں روئے
گلستانِ امارت کے وہ ان پھولوں میں شامل تھے ☆ کہ جن کے ٹوٹ کر گرنے پہ ان کے باغباں روئے
امارت کے در و دیوار سے آہیں نکلتی ہیں ☆ غموں کے ابر ہیں ہرسو، یہاں سارا سماں روئے
نئی نسلوں کے مستقبل کی ان کو فکر رہتی تھی ☆ بزرگوں کو نہ پوچھو اُن پہ بچے اور جوان روئے
علوم دین و دنیا کی اشاعت پر ہوئے قرباں ☆ گئے دنیا سے تو بے حد تڑپ کر علم داں روئے
کسی کی موت پر اگر ہیں روتے اہل خانہ بس ☆ مگر اُن کی سعادت دیکھئے اہلِ جہاں روئے
انھیں سجدے کی حالت میں خدا نے پاس بلوایا ☆ تو ایسی موت پر حیدر نہ کیوں رشکِ کناں روئے

پھر ان کی نماز جنازہ امارت شرعیہ کے احاطہ میں مولانا محمد شبلی القاسمی قائم مقام ناظم نے پڑھائی اور آخری نماز جنازہ ان کے آبائی وطن بگہی میں نائب امیر شریعت حصرت مولانا محمد شمشاد رحمانی پڑھائی۔

خانوادۂ عدالت: مغربی چمپارن کے ایک مردم خیز خطہ کا نام ''دیوراج'' ہے، جہاں کی سترفی صد آبادی خوش حال اور تعلیم یافتہ ہے، اس خطے کی معروف اور مرکزی بستی ''بگہی'' میں آپ پیدا ہوئے۔ یہ خانوادہ پورے بہار میں اپنی دینی، ملی، سماجی اور سیاسی خدمات کی وجہ سے مشہور اور نمایاں مقام رکھتا ہے۔ مولانا سہیل احمد ندویؒ کے پردادا شیخ عدالت حسین جالیا، جنگ آزادی کے ان عظیم سپوتوں میں سے تھے، جن پر پورے علاقے کو بجا طور پر فخر ہے۔ دادا جناب وکیل احمد صاحب ''سرسید ثانی'' کے نام سے یاد کرتی ہے۔ آپ نے مڈل اسکول، ہائی اسکول، گرلس ہائی اسکول اور ہیلتھ سینٹر بگہی کی داغ بیل ڈال کر پورے علاقے میں علم کی شمع روشن کی۔ مولانا ندویؒ کے دولت خانہ پر خان عبدالغفار خاں سرحدی، گاندھی جی، ڈاکٹر راجندر پرشاد، پروفیسر عبدالباری، مولانا ابوالکلام آزاد، شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی، امیر شریعت ثانی شاہ محی الدین پھلواروی، امیر شریعت ثالث شاہ قمر الدین پھلواروی، امیر شریعت رابع مولانا منت اللہ رحمانی، نائب امیر شریعت ثانی مولانا عبدالصمد رحمانی، مولانا اسعد مدنی، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی، قاضی مجاہد الاسلام قاسمی، امیر شریعت خامس مولانا عبدالرحمٰن صاحب، امیر شریعت سادس مولانا سید نظام الدین صاحب اور بانی امارت شرعیہ مولانا ابوالمحاس محمد سجاد صاحب جیسے اکابر، اور نابغۂ روزگار ہستیوں نے قدم رنجہ فرما شرف یاب کیا۔ چمپارن میں جب ارتداد کی ہوا چلی اور شدھی سنگھٹن تحریک کے ذریعے سیدھے سادھے سادہ لوح لوگوں کے ایمان و یقین پر ڈاکہ ڈالا گیا، تو بانی امارت شرعیہ مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد نے خانۂ عدالت کو دعوت وتبلیغ کا مرکز بنایا اور مہینوں مولانا ندویؒ کے پردادا شیخ عدالت کے ساتھ چمپارن کے ان مرتد زدہ علاقوں کا دورہ کیا، انتھک کوششوں کے بعد ان کو دوبارہ کلمہ پڑھوا کر اسلام میں داخل کیا اور ان کی دینی تعلیم کے لئے مکاتب قائم کیے۔ اس دوران امارت شرعیہ سے اکابر اعلیٰ اور مبلغین حضرات کا مولانا ندویؒ کے یہاں آنے جانے کا مسلسل سلسلہ جاری رہا (مستفاد: از تحریر مفتی مشیر عالم قاسمی)

مکتب سے امارت شرعیہ تک: مولانا سہیل احمد ندویؒ کی پیدائش ۵/جون ۱۹۶۲ء میں ہوئی۔ ناظرہ قرآن کی تعلیم گاؤں کے مکتب میں ہوئی، حفظ کی تعلیم جامعہ قرآنیہ سمرا میں پائی۔ سال ۱۹۷٦ء میں حفظ کی تعلیم کے بعد ابتدائی عربی وفارسی کی تعلیم مدرسہ اسلامیہ بتیا میں پائی۔ وہاں کے مشہور استاد قاضی شریعت مولانا عبدالجلیل قاسمیؒ تھے۔ اس کے بعد اعلیٰ تعلیم کے سال ۱۹۷۹ء میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا، مگر صد سالہ اجلاس کے بعد جب دارالعلوم میں عربی ششم کے بعد قضیہ نامرضیہ پیش آیا اور اس کے بعد دارالعلوم کو پی اے سی کے ذریعہ خالی کرالیا گیا تو وطن واپس آکر میٹرک کی تیاری میں لگ گئے، لیکن حضرت مولانا سید نظام الدین صاحبؒ کے مشورہ اور امیر شریعت رابع مولانا منت اللہ رحمانیؒ کے سفارشی خط کے ذریعہ دارالعلوم ندوۃ العلماء میں داخلہ ہوا اور یہیں سے سال ۱۹۸۷ء میں امتیازی نمبرات سے فضیلت کی سند حاصل کی، دوران طالب علمی وہ جمعیۃ الاصلاح کے سکریٹری بھی رہے۔ فراغت کے بعد وہ حضرت مولانا سید نظام الدین صاحب امیر شریعت سادس (جو ان دنوں ناظم امارت شرعیہ تھے) کے حکم سے دفتر نظامت میں بیٹھ کر مبلغین حضرات کی رپورٹ کی اصلاح کر کے نقیب میں دینے کی ذمہ داری تفویض ہوئی۔ تین ماہ تک نقیب میں اللہ کی باتیں اور رسول کی باتیں لکھتے رہے، پھر حضرت امیر شریعت رابع کی اجازت سے دفتر نظامت میں کارکن کی حیثیت سے بہ حال ہوئے، پہلے معاون ناظم، پھر نائب نائب ناظم، اس کے بعد سکریٹری منتخب ہوئے۔ مفتی جنید عالم ندوی قاسمی مدظلہ کے بعد دارالعلوم الاسلامیہ کے سکریٹری منتخب ہوئے اور زندگی کی آخری سانس تک امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کے نائب ناظم، امارت شرعیہ ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ کے جنرل سکریٹری، مولانا منت اللہ رحمانی ٹیکنیکل انسٹی چیوٹ، قاضی نور الحسن میموریل اسکول پھلواری شریف، امارت شرعیہ کا ترجمان ہفت روزہ ''نقیب کے پرنٹر پبلیشر اور دارالعلوم الاسلامیہ امارت شرعیہ کے سکریٹری کے عہدوں کے تقاضے پورا کرتے رہے۔

انتظام وانصرام اور بیدار مغزی: مولانا مرحوم انتظام و انصرام اور بیدار مغزی میں اپنی مثال آپ تھے۔ کبھی وہ اپنے دفتر میں نظر آتے تو کبھی مولانا سجاد میموریل ہسپتال میں، کبھی ٹیکنیکل میں دکھائی دیتے تو کبھی قاضی نور الحسن اسکول میں، دارالعلوم الاسلامیہ تو ان کا اوڑھنا بچھونا بن گیا تھا، صبح ہوتی تو وہی دارالعلوم اور شام ہوتی تو وہی دارالعلوم، شاید خواب میں بھی اُن کو دارالعلوم ہی نظر آتا ہوگا۔ کلیم عاجز کے الفاظ میں:

ایک درد ہے جو شام سے اٹھے سحر تک
ایک سوز ہے، جو صبح سے تا شام رہے

مولانا نے پچھلے کئی سالوں (۲۰۱٦ء سے ۲۰۲۳ء تک) احقر سے کئی مقالات ومضامین لکھوائے، جب بھی مضمون یا مقالہ لکھنے کو کہتے تو ایک دو دن میں یاد دلاتے رہتے، کہتے ''ہاں! مضمون معیاری اور سب سے اچھا ہو۔ اگر مضمون ایک دو دن ہی میں لکھنا ہو تو ہر دو تین گھنٹے میں فون کرتے، تعجب ہوتا کہ اتنی اہم اہم ذمہ داریوں کے ساتھ یہ بات ان کو کیسے یاد رہ جاتی ہے اور کیسے وہ اتنا فون کر لیتے ہیں! مولانا بہت دور بین اور دور اندیش مدبر ومنتظم تھے، مدرسہ آنے کا اُن کا کوئی وقت مقرر نہیں تھا، کبھی تو ایک ہی دن میں کئی بار تشریف لے آتے، کبھی تعلیم کی نگرانی وجائزہ کے لئے اور کبھی مہمانوں کے ساتھ۔ کمال تو یہ تھا کہ ۱۰-۱۲ منٹ میں پورے مدرسہ کا جائزہ لے لیتے اور عام طور پر ایسے اوقات میں مدرسہ آتے، جن میں سستی اور غفلت کا اندیشہ ہوتا، مثلاً لمبی چھٹی کے بعد پہلے دن کا پہلا گھنٹہ، صبح کا پہلا گھنٹہ، ظہر کے بعد کا پہلا گھنٹہ، کبھی تو صبح وشام کے اخیر گھنٹے کے ختم ہونے سے ۱۰/منٹ پہلے آجاتے، ان کی نگرانی اور آمد ورفت ایسی ہوئی کہ ہمہ وقت ہم لوگوں کو اندیشہ ہوتا کہ اگر پانچ منٹ کی تقدیم وتاخیر ہوجائے کہیں سکریٹری صاحب آجائیں اور ناراض ہوجائیں، ویسے یہاں کے اساتذہ پوری پابندی اور مستعدی کے ساتھ تعلیم وتربیت میں لگے رہتے ہیں، گھنٹہ ہوتے ہی درس گاہ جاتے ہیں اور گھنٹہ ختم ہوتے ہی کتاب بند ہوجاتی ہے۔ ناظم وسکریٹری مدرسہ میں رہے، نہ رہے، آئے، نہ آئے، الحمد للہ اساتذہ خود پڑھنے پڑھانے کے شوقین ہیں اور طلبہ کو امانت سمجھتے ہیں اور اکثر حضرات خانقاہوں سے جڑے ہوتے ہیں۔ سکریٹری صاحب اساتذہ کو ہدایت دیتے رہتے کہ ''تعلیم و تربیت خوب سے خوب تر ہو، بچوں کو کسی چیز کی کمی نہ ہو، اگر کچھ کمی ہو تو مجھے اطلاع کیجئے''۔ امیر شریعت سابع حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی کا یہ جملہ بہت نقل کرتے کہ ''استعداد مطلوب ہونی چاہیے، نہ کہ تعداد''۔

ہر دل عزیز سکریٹری: یہ صفت تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی کہ ہر صحابی یہ سمجھتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بہت چاہتے ہیں۔ یہ صفت بعض بعض عاشقان رسولؐ میں منتقل ہوتی ہوئی آرہی ہے۔ جیسا کہ احقر نے اس سے پہلے لکھا کہ ایک ڈیڑھ سال کا عرصہ مزاج شناسی میں لگا، لیکن رفتہ رفتہ اساتذہ اور طلبہ بھی اُن کو بھی بہت چاہتے تھے۔ دارالعلوم کا کوئی فرد بیمار ہوجاتا تو وہ بے چین ہوجاتے، فوراً امارت کے کسی ڈاکٹر کے پاس لے جاتے اور علاج کرواتے، یہی وجہ تھی کہ وہ ہر دل عزیز ہوگئے تھے۔ میرے خیال میں ہر استاد یہ سمجھتا کہ سکریٹری صاحب مجھے بہت چاہتے ہیں۔ ضرورت کے وقت ہر ایک اُن کے پاس پہنچتا اور اپنا مسئلہ حل کرواتا اور اس کا وہ حل بھی نکالتے۔

تلاوت وتراویح کا معمول: مولانا ندویؒ قرآن کے اچھے حافظ تھے، تلاوت بھی خوب کیا کرتے تھے اور تراویح بھی بہت دنوں تک سناتے رہے۔ مفتی ثناء الہدیٰ لکھتے ہیں: ''قرآن کریم بہت اچھا پڑھتے تھے اور یاد بھی اچھا تھا۔ زمانے تک امارت شرعیہ میں تراویح میں وہ قرآن سنایا کرتے تھے اور اُن کے پیچھے قاضی مجاہد الاسلام قاسمی اور مولانا سید نظام الدین صاحب جیسے عبقری شخصیات ہوا کرتی تھیں، بعد میں تلاوت کا معمول تو باقی رہا، مگر امارت کے ''بیت المال'' کے استحکام کے لئے اسفار کی وجہ سے تراویح میں قرآن سنانے کا معمول جاتا رہا، وہ رات کے حصے میں بلاناغہ سورۂ یٰسین اور سورۂ واقعہ پڑھا کرتے تھے۔ سفر میں بھی یہ معمول باقی رہتا تھا۔'' (نقیب ۷/اگست ۲۳ء)

تصنع سے برطرف: مولانا ندویؒ ڈیڑھ سارے عہدوں پر فائز تھے، لیکن تصنع سے کوسوں دور تھے، سیدھے سادہ اور منکسر المزاج واقع ہوئے تھے، ان کی عاجزی وانکساری کا حال یہ تھا کہ کہتے کہ: ''میں کوئی بڑا عالم نہیں ہوں اور نہ میرے پاس عمل کا بڑا ذخیرہ ہے، البتہ میں نے ایک بات کا پورا پورا پاس ولحاظ رکھا کہ امارت نے مجھے جب بھی کوئی کام دیا، تو میں نے خونِ جگر اور بہتر طریقے پر انجام دینے کی کوشش کی، بس اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔'' ان کی سادگی دیکھئے کہ ایک قاضی اندور مولانا ذکاء اللہ سنبلی صاحب امارت شرعیہ تشریف لائے، اُن کو دارالعلوم الاسلامیہ لانا تھا، سب ڈرائیور اپنی اپنی ڈیوٹی میں مصروف تھے۔ مولانا مرحوم خود گاڑی چلا کر مہمان مکرم کو دارالعلوم لے آئے اور ذرہ برابر بھی عار محسوس نہ ہوا کہ ''میں تو اتنے اداروں کا سکریٹری ہوں اور امارت کا نائب ناظم، کیسے ڈرائیونگ کروں؟''

ملنے کا البیلا انداز: ملنے کا بڑا انداز تھا اور ایسا کہ ایک ہی ملاقات میں وہ دل موہ لیتے تھے، ہم جیسے چھوٹوں کو بھی یہ کہہ کر استقبال کرتے: آئے علامہ، تشریف لایئے مفتی صاحب، پھر پانی پیش کرتے اور چائے منگواتے، معلوم کرتے کہ ہاں مفتی صاحب کیسے آنا ہوا ہے؟ صدیق محترم مفتی مشیر عالم قاسمی نے اچھا لکھا ہے: ''اسی کے ساتھ یہ چیز بھی اُن کو دوسروں سے ممتاز کرتی تھی کہ ان کے ملنے اور آنے جانے والوں کا استقبال کا انداز البیلا تھا، وہ اس طرح مسکراتے ہوئے محبت وشفقت سے ملتے اور ان کے مصافحے اور معانقے میں ایسی گرم جوشی اور اپنائیت ہوتی کہ بعض دفعہ آدمی ایک ہی ملاقات میں ان ہی کا ہو کر رہ جاتا، ان کی شیریں گفتگو، عالمانہ تواضع، قدرتی انکسار، سادہ انداز، تصنع کی آمیزش سے منزہ اور سچے انسان کی ادا پر چلنے والے کا دل موہ لیتے۔'' (تھوڑے تصرف کے ساتھ) اللہ تعالیٰ ان کی قبر پر رحمت کے پھول برسائے اور امارت شرعیہ اور دارالعلوم الاسلامیہ کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔

مولانا سہیل احمد ندویؒ کی وصال پر ۔تعزیتی بیانات وپیغامات

حضرت مولانا سہیل احمد ندوی بڑی خوبیوں کے مالک ، انتظامی باریکیوں کے واقف کار اور بزرگوں کے تربیت یافتہ تھے ۔امیر شریعت

امارت شرعیہ بہاراڈیشہ وجھارکھنڈ پھلواری شریف پٹنہ کے نائب ناظم جناب مولانا سہیل احمد ندوی صاحب کا مؤرخہ 25 جولائی 2023 کواڈیشہ میں انتقال ہوگیاانا للہ وانا الیہ راجعون ۔ہم سب اس اندوہناک خبر پران کے اہل خانہ اور متعلقین کے ساتھ غم میں برابر کے شریک ہیں اوران کے اہل خانہ کے لیےصبر جمیل کی دعاء کرتے ہیں،مولانا محترم بڑی خوبوں کے مالک تھےاور علمی وعملی زندگی میں اپنی مثال آپ تھے،انتظامی باریکیوں کے واقف کاراور بزرگوں کے تربیت یافتہ تھے،مولانا مرحوم امارت شرعیہ کے نائب ناظم ہونے کے ساتھ ساتھ دارالعلوم الاسلامیہ امارت شرعیہ کے سکریٹری ،مولانا سجاد میموریل ہاسپٹل کے سکریٹری جنرل امارت ایجوکیشنل اینڈ ویلفئر ٹرسٹ کے سکریٹری جنرل اور مولانا منت اللہ رحمانی ٹیکنیکل انسٹیٹیوٹ کے سکریٹری تھےاور امارت کے کاموں کے تئیں بہت فکرمند رہتے تھے،مولانا کوامارت شرعیہ کے کاموں کے تئیں فکرمندی ورثے میں ملی تھی،مولانا مرحوم کے دادا جناب شیخ عدالت حسین صاحب مرحوم امارت شرعیہ کے بانی حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجادرحمتہ اللہ علیہ کے رفیق اور جانثاروں میں تھے۔امارت شرعیہ کوایک ایسے وقت میں مولانا کی جدائی کا زیادہ احساس ہورہا ہے جب کہ امارت کے تحت پورے بہاراڈیشہ وجھارکھنڈ میں مختلف اسکیموں کے نفاذ کے لیے متعدد ادارے قائم کئے جارہے ہیں اور امارت کا دائرہ کار بڑی تیزی کے ساتھ بڑھ رہا ہے،چونکہ انتظامی باریکیوں اور حالات کے تقاضوں پرمولانا کی بڑی گہری نظر رہتی تھی اس لئے قدیم وجدید مختلف شعبے وادارے کومزید منظّم ومستحکم کرنے کیلئے مولانا کی زیادہ ضرورت تھی،ان کے انتقال سے امارت کا بڑا نقصان ہوا ہے،اللہ تعالی امارت کوان کانعم البدل عطا کرے۔ دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی محنتوں، کاوشوں اور خدمتوں کوقبول فرمائے ،ان کے درجات بلند کرےاوراعلی علیین میں جگہ دے۔آمین

مولانا سہیل احمد ندوی کی خدمات جلیلہ کو برسوں یاد کیا جاتا رہے گا: ناظم جامعہ رحمانی

امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کے نائب ناظم جناب مولانا سہیل احمد صاحب ندوی ظہر کی نماز کے دوران سجدہ کی حالت میں حرکت قلب بند ہونے سے انتقال کرگئے، وہ یونیفارم سول کوڈ کے سلسلہ میں امیر شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل صاحب رحمانی کے حکم پراڑیسہ کے دورہ پرتھے، وہ ائمہ کرام سے اسی سلسلہ میں میٹنگ سے فارغ ہوکرنماز کی ادائیگی کے لیے گئے تھے، کہ سجدہ میں روح پرواز کرگئی، انا للہ وانا الیہ راجعون ، وہ برسوں سے امارت شرعیہ کی خدمت کررہے تھے،امیر شریعت رابع حضرت مولانا منت اللہ صاحب رحمانی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں ان کی امارت میں بحالی ہوئی تھی،انہوں نے امیر شریعت خامس،سادس،سابع اورثامن پانچ امراءشریعت کا دور دیکھا،اورسبھوں کی سرپرستی میں امارت کی مختلف جہتوں سے خدمت کی ، وہ دارالعلوم الاسلامیہ کے سکریٹری ،امارت ایجوکیشنل اینڈ ویلفئر ٹرسٹ کے سکریٹری تھےاوران شعبوں کی ترقی کے لیے بڑا کام کیا، جامعہ رحمانی کے ناظم جناب الحاج مولانا محمد عارف صاحب رحمانی نے ان کے انتقال پر دکھ کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ، انہوں نے جس شعبہ کی ذمہ داری سنبھالی پوری جوابدہی کیساتھ کام کیا، اورشعبہ کوترقی دلائی، خانقاہ رحمانی سے بھی ان کا گہرا تعلق تھا، وہ حضرت امیر شریعت رابع ،سابع اور ثامن سے بیعت تھے،اور برابر خانقاہ رحمانی آتے تھے، مجھ سے ان کے پرانے مراسم تھےاورایک دوسرے کا خیال رکھتے تھے،اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے،حسنات کو قبول فرمائے، گھر والوں کوصبر جمیل دےاورامارت کوان کانعم البدل عطاء فرمائے، (آمین) امارت کے مختلف شعبوں میں ان کی خدمات جلیلہ کو برسوں یاد کیا جاتا رہے گا،ایسے محنتی اور جانباز خادم برسوں میں پیدا ہوا کرتے ہیں،جامعہ رحمانی مونگیر میں جب ان کے انتقال کی خبر پہونچی، توتعلیم روک کران کے لیے قرآن خوانی کی گئی، جامعہ رحمانی کے تمام طلبہ، اساتذہ، کارکنان، اس موقعہ پرموجود تھے،اساتذہ کرام نےتعزیتی اجلاس منعقدکر کےان کی خدمات کوخراج تحسین بھی پیش کیا۔

مولانا سجاد میموریل اسپتال میں تعزیتی نشست

امارت شرعیہ کے نائب ناظم،مولانا سجادمیموریل اسپتال کے سکریٹری اورامارت شرعیہ ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ کے جنرل سکریٹری، دارالعلوم الاسلامیہ کے سکریٹری اورامارت شرعیہ کے کئی اہم شعبوں کے ذمہ دارمولانا سہیل احمد ندوی صاحب کے انتقال پرمورخہ 27 جولائی 2023 کومولانا سجاد میموریل اسپتال میں اسپتال کے چیئر مین ڈاکٹر احمد عبدالحئیٔ صاحب کی صدارت میں ایک تعزیتی نشست کا انعقاد کیا گیا۔جس میں اسپتال کے تمام ڈاکٹرس، کمپاؤنڈرس،نرسزاور دیگراسٹاف نے شرکت کی ۔اس نشست میں امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب نے اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ مولانا کے لیےسب سے بڑاخراج عقیدت یہ ہوگا کہ مولانا نے جواسپتال کی ترقی کا خواب دیکھا تھا،اورجس کو وہ ادھورا چھوڑ کردنیا سے چلے گئے ہم سب ان کے خواب کو پورا کریں اوراس اسپتال کوترقی کے اعلیٰ معیار پرپہونچادیں اور اس کوایک مثالی اسپتال بنائیں۔اسپتال کے میڈیکل سپرنٹنڈنٹ جناب ڈاکٹر سید نثاراحمد صاحب نے اپنے بیان میں مولانا سے دیرینہ تعلقات کا بیان کرتے ہوئے اسپتال کوآگے لے جانے کے لیےان کی فکرمندی کا تذکرہ کیا۔لیڈی ڈاکٹرمحترمہ نصرت یاسمین صاحبہ نےبھی تمام کارکنان کومخاطب کرتے ہوئے کہا کہ ہم لوگ حضرت مولاناؒ کے چھوڑے ہوئے کاموں کو پوری لگن سےمل کرآگے بڑھائیں گے۔ڈاکٹر سید یاسر حبیب،ڈاکٹرسید کمال وارث،ڈاکٹرمحمد تقی امام صاحب نے بھی اپنے تاثرات بیان کیےاورمولانا کی خوبیوں ،ان کے حسن اخلاق اوران کی شخصیت کےنمایاں پہلوؤں کا تذکرہ کیا۔اسپتال کی مینیجر محترمہ خورشید پروین صاحب نے اپنے بیان میں کہا کہ میرا تعلق مولانا سے ایک سال کا ہی رہا ہے،لیکن اس درمیان میں نے ان کے دل ودماغ میں اسپتال کی ترقی کا جوجنون دیکھا ہے وہ شاید ہی کہیں دیکھنے کوملتا ہے،اسے وہ اپنا ذاتی کام سمجھ کر دن رات فکرمیں لگے رہتے تھے،اب ہم لوگ مل کراس کوآگے بڑھانے کا کام کریں گے۔آفس انچارج جناب اعجازصاحب نےبھی مرحوم کوخراج عقیدت پیش کیااوران کے لیےمغفرت اور بلندی درجات اورپسماندگان کوصبر جمیل عطا کرنے کی دعا کی ۔آخرمیں صدرمجلس نےمولانا کےمحاسن کوبیان کرتے ہوئے ان کےحسن اخلاق، حسن تنظیم، انتظامی صلاحیت، بذلہ سنجی، اخلاص وللہیت ،اورقوم وملت کے کام کے لیےان کی فکرمندی کا تذکرہ کیا۔مولانا سجادمیموریل اسپتال کے علاوہ ڈاکٹرعثمان غنی گرلس کمپیوٹرانسٹی ٹیوٹ ہارون نگرمیں بھی تعزیتی نشست کا انعقاد 26 جولائی کوکیا گیا،جس کی صدارت انسٹی ٹیوٹ کے چیئرمین جناب انعام خان نے کی اس نشست میں انسٹی ٹیوٹ کے سکریٹری جناب بہاءالدین گیلانی، پرنسپل نزہت غوثیہ، پروفیسرشمس الحسین صاحب ودیگرمعلمات ومعززین نےشرکت کی اورمولانا کےمحاسن کا تذکرہ کرنے کےساتھ ان کے لیے مغفرت اور بلندی درجات کی دعا کی ۔اس کےعلاوہ دارالعلوم الاسلامیہ گون پورہ پھلواری شریف، داؤدمیموریل گرلس مڈل اسکول سیوان اورٹرسٹ کے ذیلی اداروں میں بھی تعزیتی نشست کا انعقاد ہوااور ہرجگہ مولانا کے لیےایصال ثواب اوردعاء کا اہتمام کیا گیا۔واضح ہوکہ مولانا مرحوم کےانتقال پرملک کےمختلف حصوں میں تعزیتی نشستوں کا انعقاد ہوا۔کاروان ادب حاجی پور، تنظیم ابنائے ندوہ، آل انڈیاملی کاؤنسل کےعلاوہ متعدد مدارس اوراداروں میں مولانا کے لیےایصال ثواب کا اہتمام کیا گیا۔نیز وزیراعلیٰ بہار، نائب وزیراعلیٰ سمیت اہم سیاسی وسماجی شخصیات نےبھی مولانا کےانتقال پراظہارغم کرتے ہوئے اسےقوم وملت کا ناقابل تلافی نقصان قرار دیا۔

☆**ماہر فلکیات مولانا ثمیرالدین قاسمی صاحب مانچسٹر(لندن)** : نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد! نیند سے بیدار ہوا تو فون پر دیکھا کہ حضرت مولانا سہیل احمد ندوی صاحبؒ نائب ناظم امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ،اچانک انتقال کرگئے،اورسجدہ کی حالت میں انہوں نے جان دی،ہمیں بڑاافسوس ہوا،حضرت مولانا سہیل احمد ندوی بڑے خلیق آدمی تھے، بڑے ملنسار تھے،سب کوجوڑ کر چلتے تھے،امارت شرعیہ میں مختلف ذہن کےلوگ ہیں،مختلف انداز کےلوگ ہیں ؛لیکن سب کوجوڑکر چلنااورسب کولے کرچلنااورپوری امارت شرعیہ کوپروان چڑھانا یہ آسان کام نہیں ؛لیکن مولانا سہیل احمد ندوی یہ سب کررہے تھےاورسب کوجوڑکرچل رہے تھے،ان میں انتظامی صلاحیت بھی بہت تھی،اسی لئے وہ کئی ادارے کے ذمہ دار تھے اورسب کوآگے بڑھارہے تھے،ترقی دے رہے تھے؛ کیونکہ ان کی انتظامی صلاحیت بہت زیادہ تھی،اس قسم کےلوگ برسوں میں پیدا ہوتے ہیں اور برسوں میں ہاتھ آتے ہیں،آج یہ اچانک ہمیں چھوڑکر چلے گئےہمیں بڑاافسوس ہوا،ہمیں یہ اندازہ بھی نہیں تھا کہ حضرت مولانا سہیل ندوی ہم سے اتنی جلدی جدا ہوجائیں گے،عمربھی توکچھ زیادہ نہیں تھی؛لیکن اللہ کا حکم ہے اللہ تعالیٰ کا ایک نظام ہے وہ آج ہم سے جدا ہوکر چلے گئے، میں اس بات کی دعا کرتا ہوں کہ حضرت مولانا سہیل احمد ندوی صاحب کی جوسیئات ہیں اللہ تعالیٰ ان کوحسنات سے بدل دے،ان کے گناہوں کومعاف کردے،ان کی نیکیوں کوقبول فرمائے ،اپنی شایان شان ان بدلہ عطا فرمائے ،اس کی بھی دعا کرتا ہوں کہ وہ اچھے عہدے پر تھے، بڑے عہدہ پر تھے اللہ اس کے بدلہ میں امارت شرعیہ کونعم البدل عطافرمائے پسماندگان کوصبرجمیل عطافرمائےاورہمیں ان کےطریقہ پرچلنےکی توفیق عطافرمائے (**صوتی پیغام**)

☆**مولانا سہیل احمد ندویؒ کے انتقال سے بہت بڑا انتظامی نقصان ہوا؛محمد حکیم الدین قاسمی** : جناب مولانا سہیل احمد ندوی صاحب نائب ناظم امارت شرعیہ بہار، جھارکھنڈ واڈیشہ کی وفات حسرت آیات کی خبر پاکرانتہائی قلق ہوا (انا للہ وانا الیہ راجعون) مولانا موصوف امارت کی مختلف سرگرمیوں کی قیادت کررہے تھے،ایک فعال اورمتحرک عالم تھے،ان کا خاندان شروع سے ہی ملی اوردینی کاموں میں پیش پیش رہا،مولانا مرحوم کے دادا ، جمعیۃ علماء ہند کے اولین رہنما ابوالمحاسن حضرت مولانا محمد سجادصاحب بہاری کے جانثاروں میں تھے،ان کے خاندان کا شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے بھی والہانہ تعلق تھا،ان کی وفات سےامارت شرعیہ کوبہت بڑاانتظامی نقصان ہوا ہے،اس دکھ کی گھڑی میں صدر جمعیۃ علماء ہند حضرت مولانا محمود اسعد مدنی دامت برکاتہم اور جملہ احباب کی طرف سےتعزیت مسنونہ ودلی ہمدردی پیش ہے، دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ سبھی اہل خانہ اور متعلقین کوصبرجمیل عطا فرمائے ،مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلی مقام عطا فرمائے اورامارت شرعیہ کو ان کانعم البدل عطافرمائے (آمین) والسلام (محمد حکیم الدین قاسمی ناظم عمومی جمعیۃ علماء ہند)

☆**مولانا سہیل احمد ندوی مزاج شناس اور معاملہ فہم تھے،سلمان احمد صدیقی** ؛مولانا سہیل احمد ندوی، نائب ناظم امارت شرعیہ بہار، جھارکھنڈ واوڈیشہ کے سانحہ ارتحال پرسلمان احمد صدیقی، مینجنگ ڈائریکٹر، بن فارس گروپ، دبئ نے اپنے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ مولانا مرحوم کے انتقال کی خبر سےانتہائی صدمہ پہونچا، انہوں نے تقریباً تین دہائیوں تک امارت شرعیہ کواپنی خدمات پیش کیں، چوتھے امیر شریعت حضرت مولانا منت اللہ رحمانی رحمتہ اللہ علیہ کے زمانے میں ان کی امارت شرعیہ میں تقرری ہوئی تھی ، وہ بہت فعال اورمتحرک تھے،مولانا مرحوم امارت شرعیہ کےمتعدد ذیلی اداروں کے بھی ذمہ دار تھےاوراپنی اعلی صلاحیتوں اورحسن انتظامات سےان اداروں کوترقی دینے اور پروان چڑھانے میں بےمثال رول ادا کیا،ان کوپانچ امراء امارت شرعیہ کےساتھ کام کرنے کا موقع ملا،مولانا مرحوم مزاج شناس اورمعاملہ فہم تھے،ایڈجسٹمنٹ کی صلاحیت تھی، پانچوں امراء امارت شرعیہ کی نگاہوں میں مقبول اورمحبوب تھے،میری جان پہچان امارت شرعیہ میں مولانا کے ابتدائی دور سے تھی، جو چاہت ومحبت اورعزت واحترام کے رشتے میں بتدریج منتقل ہوتی گئی،مولانا بہت خلیق اور ملنسار تھے،جب بھی امارت کے دفتر میں حاضری ہوئی وہ اخلاص اورمحبت سے ملتے اور دارالعلوم الاسلامیہ کےطلباءاوراساتذہ سے خطاب کرنے کی دعوت دیتے،مولانا کا تعلق ضلع مغربی چمپارن کےایک صاحب حیثیت باوقار گھرانے سے تھا جس کی تاریخی اہمیت ہےان کے جدامجد نے جنگ آزادی میں نمایاں رول ادا کیا، جنگ آزادی کے سلسلہ میں مولانا ابوالکلام آزاد شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی ،ابوالمحاسن مولانا محمد سجاداورمہاتما گاندھی جیسے قدآور شخصیات کی میٹنگ ان کے گھرپرہوئی،مولانا سہیل احمد ندوی امیر شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی کی ایماء پر یونیفارم سول کوڈ کے سلسلے میں عوامی بیداری کے لئے جھارکھنڈاوراڈیشہ کے سفرپرتھے کہ کٹک کےقریب ایک گاؤں میں ظہرکی نماز میں بحالت سجدہ قلب پرحملہ کے باعث اچانک رحلت فرماگئے،انا للہ وانا الیہ راجعون ۔مولانا مرحوم کی موت قابل رشک اورمبارک ہے جوان کی بخشش کی طرف اشارہ ہے،اللہ رب العزت مرحوم کے حسنات کوقبول کرتے ہوئے ان کی مغفرت کرے اور فردوس بریں میں اعلی مقام نصیب فرمائے ،پسماندگان کوصبرجمیل دےاورامارت شرعیہ کونعم البدل عطا کرے۔آمین ع: آسماں ان کی لحد پہ شبنم افشانی کرے۔

☆**آہ !حضرت مولانا سہیل احمد ندوی میرے محسن تھے:عبدالواحد ندوی صدر شعبہ عربی صغری کالج**: ہمارے محسن ،کرم فرمااور بڑے بھائی حضرت مولانا سہیل احمد ندوی بھی داغ مفارقت دے گئے،ان کےاچانک انتقال کی خبر سے گہرا صدمہ پہونچااورجی لوٹ کررہ گیا،مولانا سے میرا تعلق ایک دودن کا نہیں بلکہ۳۵/ سال کا تھا،۱۹۸۸ء میں ندوہ میں میرے داخلہ کی ساری کاروائی انہوں نے ہی کرائی تھی، والد بزرگوار حضرت مولانا سید نظام الدین رحمہ اللہ (سابق امیرشریعت) نے انہیں ہی سرپرست بنایا تھا، چنانچہ انہیں کی نگرانی میں میں رہا،اس طور پروہ والدصاحب سےاورقریب ہوئے ،پھروہ امارت شرعیہ تشریف لے آئے توتعلق اور گہرا ہوگیا،وہ میرے بڑے بھائی کی طرح تھے اورمیں ان سے اپنے مختلف کاموں میں برابرمشورہ لیتارہتا تھا،وہ بڑے اچھے منتظم تھے،اقدامی صلاحیت رکھتے تھے، جری وہ بے باک تھے،ہروہ محاذ جوکسی سے نہ سنبھلتا تھا،ذمہ داروں کی نظرآپ پرجاتی تھی اورآپ بڑی حکمت ودانشمندی سے اسے انجام دے دیتے تھے،یہی وجہ ہے کہ آپ سبھی امراء شریعت وذمہ داروں کےنورنظررہےاورامارت شرعیہ کےاہم وحساس شعبےآپ ہی سےمتعلق رہے،آپ امارت شرعیہ کے بہت مضبوط پیلرو قیمتی آبگینہ تھے،امارت شرعیہ سےانہیں عشق تھا،پوری زندگی، پوری جوانی امارت کیلئے ہی جیئے اور پھرامارت ہی پر جان دےدی،آپ کی زندگی سادہ تھی،نہایت خلیق وملنسار تھے، ہروقت چست وتازہ دم رہتے تھے،اچھے حافظ تھے،قرآن بہت اچھا پڑھتے تھے،سفروحضرمیں تلاوت کامعمول تھا،آپ کی موت قابل رشک ہے جواللہ کے ولی ہونے کی علامت ہے۔اللہ مغفرت فرمائے ،درجات بلند کرےاوران کی خدمات ان کیلئےصدقہ جاریہ ہوں۔

مولانا سہیل احمد ندویؒ کی وصال پر ۔تعزیتی بیانات وپیغامات

☆**مولانا سہیل احمد صاحب ندوی ہمیشہ اصول پر اترنے کی پوری کوشش کی: مفتی ذکاء اللہ شبلی** : حضرت مولانا سہیل احمد صاحب ندوی نائب ناظم امارت شرعیہ، سکریٹری دارالعلوم امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ بھی اللہ کو پیارے ہو گئے اناللہ وانا الیہ رجعون، اللہ تعالی آپ کے درجات بلند فرمائے کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے آپ کے مزاج میں اللہ تعالی نے بہت ہی سادگی رکھی تھی اپنے آپ کو آپ نے کبھی بڑا نہیں تصور کیا، چھوٹوں کے سامنے چھوٹے بن جاتے تھے اور بڑوں کے لیے بچھ جایا کرتے تھے، دارالعلوم الاسلامیہ امارت شرعیہ کو آپ نے جو ترقی دی اوراس کے تعلیمی اور تعمیری نظام کو جو بہتر بنایا ہے وہ آپ کے لیے یقیناً صدقۂ جاریہ ہوگا، امارت شرعیہ کے نظام کے تحت آپ نے اپنے آپ کو ہمیشہ اصول پر اترنے کی پوری کوشش کی، احقر کا ان سے دوستانہ تعلق تھا ملاقات پر اس انداز سے پیش آتے جیسے کہ میں ان سے عمر میں بہت زیادہ بڑا ہوں؛ حالانکہ وہ ہمارے ساتھی تھے اور ہم دونوں ہم عمر بھی ہیں، چند سالوں پہلے احقر خانقاہ رحمانی مونگیر سے امارت شرعیہ چند گھنٹوں کے لیے ملاقات کی غرض سے حاضر ہوا تو حضرت مولانا سہیل احمد صاحب ندوی اس مختصر وقت میں بھی دارالعلوم امارت شرعیہ لے جانے کے لیے خود ڈرائیورنگ کر کے احقر کو دارالعلوم لے گئے، عصر کی نماز وہاں پڑھی اور وہاں اساتذہ، تمام طلباء کو جمع کر کے احقر کی گفتگو کرائی اس میں تعارف کراتے ہوئے آپ نے وہ وہ کلمات کہے جن کلمات کا احقر مستحق بھی نہیں تھا؛ لیکن وہ اپنے بولنے کے انداز میں بڑے مخلص نظر آئے اللہ تعالی اپ کے تمام اہل خانہ وجملہ پسماندگان کو صبر جمیل اور امارت شرعیہ کو آپ کا بدل عطا فرمائے اور آپ کے دینی خدمات کو بخشش اور ترقی درجات کا ذریعہ بنائیں آمین یا رب العالمین، اللہ تعالیٰ نے حسن خاتمہ کی جو سعادت آپ کو عطا فرمائی ہر مؤمن کو عطا فرمائے UCC کی سلسلہ میں امت مسلمہ کی خیر خواہی، حالت سفر اور نماز میں سجدہ کی حالت میں آپ کی روح کو اللہ نے قبول فرمایا سبحان اللہ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

☆**مولانا سہیل احمد ندوی ،صاحب فضل وکمال مقتدر شخصیت کے مالک تھے: مولانا ایوب نظامی**: حضرت مولانا سہیل احمد ندوی جو اللہ کے پیارے ہو گئے، بہار کے ساتھ ملک کے مقتدر اور جید علماء میں ان کا شمار ہوتا تھا، وہ دور اندیش دور بین اور صاحب فضل وکمال مقتدر شخصیت کے مالک تھے، امارت شرعیہ کی تعمیر وترقی اور اس کے استحکام وبلندی میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے طویل عرصہ تک ملت کا نگہبان بن کر محنت کی دارالعلوم الاسلامیہ امارت شرعیہ کو بحیثیت سیکریٹری نئی سمت عطا کی اساتذہ وطلبا سے بلا تکلف میل جول رکھا اور عوامی تعلقات کو بہتر سے بہتر بنانے میں اہم رول ادا کیا، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی جو دینی وملی خدمات وقربانیاں ہیں، بلاشبہ وہ ان کے لئے صدقۂ جاریہ ہیں، رب کریم ان کی بال بال مغفرت فرما کروٹ کروٹ جنت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے اور جملہ متعلقین کو صبرِ جمیل کے ساتھ امارت شرعیہ اور ملت اسلامیہ کو ان کا نعم البدل عطاء فرمائے، ملت کا کام کرتے کرتے راہ خدا کا مسافر بن کر دار بقا کی طرف کوچ کر گئے اناللہ وانا الیہ راجعون۔ان کے انتقال پر بہت افسوس ہوا، جب بھی ملاقات ہوتی یا فون کرتا تو ایوب بھائی کہہ کر پکارتے جب کہ وہ علم وفضل اور عمر میں بہت بڑے تھے، مدرسہ صوت القرآن داناپور میں جیسے ہی خبر پہونچی مدرسہ کے سرپرست حاجی محمد الیاس سونو بابو مدرسہ کے ناظم مولانا ایوب نظامی قاسمی، مفتی حیدر قاسمی، قاری امداد اللہ، قاری مولانا شارق وغیرہ نے ان کے لئے بخشش کی دعا کی اور تمام سوگواران کے لئے اظہار تعزیت۔ آسمان انکی لحد پر شبنم افشانی کرے۔آمین

☆**مولانا سہیل احمد ندوی جوار رحمت میں : محمد قمر الزماں ندوی** : مولانا کی اچانک موت کی خبر سن بڑا صدمہ ہورہا ہے وہ ملت کے لئے قیمتی اور بیش بہا سرمایہ تھے۔انتہائی فعال، نشیط اور متحرک تھے۔ندوہ کے باکمال اور ہونہار ابناء قدیم میں تھے۔الاصلاح کے اپنے زمانہ میں ناظم بھی رہے، اکابر سے اچھے روابط تھے۔پوری زندگی امارت کی خدمت میں گزاری۔۔اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور اعلیٰ علیین میں جگہ دے پسماندگان اور متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے نیز امت اور امارت کو اس کا بدل عطا فرمائے آمین (25 / جولائی بروز سہ شنبہ بعد ظہر)

☆**حضرت مولانا سہیل احمد ندوی ملت کا قیمتی سرمایہ تھے: محمد فخر عالم نعمانی**: حضرت مولانا سہیل احمد صاحب ندوی نائب ناظم امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کی اچانک موت کی خبر سے بڑا صدمہ ہوا، حضرت مولانا ملت اسلامیہ کے لئے قیمتی اور بیش بہا سرمایہ تھے، ان کی شخصیت بلاشبہ خالص دین ومذہب اور قوم وملت کی خدمت سے عبارت تھی، وہ انتہائی فعال، مستعد اور متحرک شخص تھے، ان سے متعلق امارت شرعیہ کے بڑے اہم شعبہ جات تھے، بیک وقت وہ نائب ناظم امارت شرعیہ، جنرل سکریٹری امارت ایجوکیشن اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ، سکریٹری دارالعلوم الاسلامیہ امارت شرعیہ، اس کے علاوہ اور کئی ذیلی اداروں کی ذمہ داری ان کے سپرد تھی، وہ ہر شعبے میں پوری مستعدی سے کام کرتے تھے اور ذمہ دار کی حیثیت سے اپنے فرائض کو حسن وخوبی کے ساتھ نبھاتے تھے، ان کو مفروضہ ذمہ داری ادا کرنے میں خداداد ملکہ حاصل تھا، انہوں نے اپنی پوری زندگی امارت شرعیہ اور ملت اسلامیہ کی خدمت میں گزار دی، ان کی یہ عظیم خدمات تابندہ نقوش رہیں گے اور امارت شرعیہ کی تاریخ کا زریں باب بنیں گے، حضرت مولانا کا سانحہ ارتحال امارت شرعیہ اور دارالعلوم الاسلامیہ کے لئے بڑا حادثہ اور قوم وملت کے لئے بڑا خسارہ ہے، حضرت مولانا سے ہمارے بھی اچھے روابط تھے، امارت شرعیہ کے ہر سفر میں بالخصوص وفاق المدارس کی کاپی چیک کرنے کے ایام میں ان سے دلچسپ ملاقات رہتی، سلام ودعا کے بعد وہ ہمیشہ مدرسہ کے حالات وغیرہ دریافت کرتے، ملک وملت کے حالات حاضرہ پر ان کی گہری نظر تھی، اس کو اپنی گفتگو کا موضوع بناتے اور موضوع بحث بنا کر لوگوں کو بھی اس سے آگاہ فرماتے، مگر اب حضرت مولانا ہم سب کے بیچ نہیں رہے ......البتہ ان کے چھوڑے ہوئے نقوش ہم سب کے لئے مشعل راہ ہیں، قابل رشک موت حضرت مولانا سہیل احمد صاحب ندوی امیر شریعت ثامن حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب زید مجدہم سجادہ نشین خانقاہ رحمانی مونگیر کی متحرک وفعال ٹیم کے مخلص، باوقار، باصلاحیت فرد تھے، اور وہ یکساں سول کوڈ کے خلاف بیداری مہم پر اڈیشہ کے سفر پر تھے، وہیں نماز کے اندر سجدہ کی حالت میں ہاٹ اٹیک ہوا اور ان کی روح قفس عصری سے پرواز کرگئی، جانا تو سبھی کو ہے؛ لیکن ان کا اس شان اور اس حالت میں جانا قابل فخر ولائق رشک موت ہے، نیز یہ ان کے متقی، نیک صفات برگزیدہ اور مقبول بندہ ہونے کی واضح دلیل ہے، آج حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے لئے مدرسہ حیدریہ پچپیر بیگوسرائے میں ایک تعزیتی پروگرام منعقد کیا گیا اور اس میں ایصال ثواب، بلندی درجات اور دعا مغفرت کا اہتمام بھی کیا گیا، تمام حاضرین نے نم آنکھوں کے ساتھ ان کے حق میں دعائے مغفرت کی کہ اللہ رب العزت اپنی شان کریمی سے ان کی تمام خدمات کو ان کی محنتوں، کاوشوں اور جد وجہد کو قبول فرمائے، ان کی لغزشوں کو معاف فرما کر ان کی بال بال مغفرت فرمائے، جنت الفردوس میں جگہ عنایت کرے، نسبی وروحانی ہر دو پسماندگان اور متعلقین وجملہ منتسبین امارت شرعیہ کو صبر جمیل اور استقامت عطا فرمائے، نیز امت مسلمہ اور امارت شرعیہ کو اس کا نعم البدل عطا فرمائے، آمین ہم سب اس صدمہ کی گھڑی میں اس اندوہناک، افسوسناک اور روح فرسا حادثہ پر ان کے غمزدہ اہل خانہ اور متعلقین کے ساتھ غم میں برابر کے شریک ہیں اور ان سب پسماندگان حضرات وتمام اہل خانہ کی خدمت میں تعزیت مسنونہ پیش کرتے ہیں، آپ میری طرف سے تعزیت قبول فرمائیں۔

☆**مولانا سہیل ندویؒ بڑے خلیق اور ملنسار تھے؛ دارالقضاء امارت شرعیہ مدرسہ رحمانیہ یکھتہ** : قاضی رضوان احمد مظاہری قاضی شریعت دارالقضاء امارت شرعیہ مدرسہ رحمانیہ یکہتہ مدھوبنی نے کہا کہ حضرت مولانا سہیل ندویؒ کا اچانک انتقال ہم سبھوں کے لئے عظیم خسارہ ہے، مولانا بڑے خلیق اور ملنسار تھے اور تمام امراء شریعت کے معتمد رہے یہی وجہ ہے کہ بیک وقت مولانا امارت شرعیہ کے کئی بڑے شعبے کے ذمہ دار تھے اور آخری سانس تک کما حقہ اپنی ذمہ داری کو بخوبی نبھایا، جناب مولانا امتیاز ندوی مدرس مدرسہ رحمانیہ یکہتہ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ مولانا زمانہ طالب علمی میں بڑے ذہین وفطین اور اساتذہ کے محبوب نظر تھے، حضرت مولانا کا اچانک چلا جانا بڑے صدمہ کا باعث ہے، اسی طرح مفتی ذکی احمد قاسمی مدرس مدرسہ رحمانیہ یکہتہ مدھوبنی نے اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ حضرت مولانا سہیل ندویؒ بڑے عالم دین تھے امارت شرعیہ کے وفادار سپاہیوں میں سے تھے، پرنسپل مدرسہ رحمانیہ یکہتہ مدھوبنی مولانا مطیع الرحمٰن قاسمی صاحب نے کہا کہ حضرت مولانا سہیل ندویؒ کے چلے جانے سے امارت شرعیہ میں ایک خلا پیدا ہوا ہے اللہ رب العزت اس کا نعم البدل عطا فرمائے اخیر میں حضرت پرنسپل صاحب کی دعا پر مجلس کا اختتام ہو۔

☆**سہیل احمد ندوی کی رحلت پر جو دل پر گزرا ہے اسے الفاظ کی شکل دینا مشکل ہے؛عرفان الحق راور کیلا**: جناب سہیل احمد ندوی کی رحلت پر جو دل پر گزر رہا ہے اسے الفاظ کی شکل دینا مشکل ہے ان کے بارے میں تمام لوگوں نے جو لکھا ہے اب مزید لکھنے کی ضرورت نہیں رہی، ہاں! یہ ضرور ہے کہ وہ اس سے بہت آگے کی چیز تھے، ادھر مرحوم مجھے عرفان بھیا کہہ کر مخاطب ہوتے تھے، وجہ پوچھا تو کہنے لگے کہ آپ کی صحت اللہ سلامت رکھے میں تو آپ کو اپنے عمر کا سمجھتا تھا؛ لیکن جب علم ہوا کہ آپ ہم سے 10 سال بڑے ہیں تو بھیا سے مخاطب کرتا ہوں، ورنہ آپ اب ہمارے اکابر میں ہیں، 40 سالوں سے آپ کی خدمت رہی ہے، جب بھی پٹنہ رہا اور کسی کام سے وزیر اعلی یا گورنر کے پاس کوئی وفد گیا تو مجھے شامل کرتے کہ آپ اڈیشہ کی نمائندگی کرتے ہیں کیوں نہیں جائیں گے، ان کے اکرام واخلاق کو یہ کہا جائے گا کہ

عمر بہت ہی خوش ہوا کل جناب جوش سے مل کر ☆ ☆ ☆ ابھی تک کچھ شرافت کے نمونے پائے جاتے ہیں

23/جولائی کو امارت میں یکساں سول کوڈ پر جامع تقریر فرمائی، راور کیلا شہر کے ہر مسلک ومکتب کے علماء اور زعماء موجود تھے نہیں معلوم تھا کہ ان کی یہ آخری تقریر راور کیلا کے لوگوں کے درمیان ہے آہ والد مرحوم کے اس شعر پر ختم کرتا ہوں

تم کیا گئے کہ رنگ گلستاں بدل گیا ☆ ☆ غنچے بھری بہار میں کمہلا کے رہ گئے

اللہ خوب خوب مغفرت فرمائے۔

☆**مولانا سہیل احمد ندوی رحمتہ اللہ علیہ اصول پسند عالم و باکمال منتظم انوار احمد قاسمی** : دنیا میں ہر آن موت وحیات کی پنجہ آزمائی جاری رہتی ہے اور زندگی پر موت کی یقینی فتح ایک عام سا واقعہ بن گیا ہے؛ لیکن جب کوئی ایسا آدمی دنیا سے جاتا ہے جس کی زندگی کی صلاحیت وافادیت قربانیوں میں گذری ہو تو اس کی قدر وقیمت کا احساس زیادہ ہوتا ہے، کچھ اسی طرح کا احساس مولانا سہیل احمد ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے اٹھ جانے کے بعد ہو رہا ہے، آج سے تیس سال قبل جب میں تدریب فی الافتاء کے لئے امارت شرعیہ میں تھا تو پہلی بار مولانا کی ظاہری پروقار صورت کی زیارت ہوئی، پھر اس کے بعد متعدد بار سفر وحضر میں ان کی سیرت کو دیکھا اور پرکھا، مولانا ایک اصول پسند عالم دین تھے، ہر کام کو اصول وضوابط کے دائرہ میں کرنا ان کی فطرت تھی، ہمیشہ اپنی ذمہ داری کی ادائیگی میں منہمک، کام کو مکمل کرنے کی فکر، اپنے وقت کو کما حقہ استعمال کرنے کا جذبہ مولانا کا مزاج تھا، وہ خودی، خودداری، اور خود ارادی سے سرفراز تھے، وقت جوں جوں گذرا مولانا کی انتظامی صلاحیت میں نکھار اور قابلیت پر اعتماد بڑھتا گیا، وہ اپنی عظمت وقابلیت اور قوت تدبیر کی وجہ سے فکر امارت کے بڑے پاسبان بن گئے اور پاسبانی کے ہر محاذ پر انہوں نے بہت ٹھوس کارنامے انجام دیئے، مناصب اربعہ کو سنبھالنے والے عزم کے پہاڑ اور امراء شریعت کے معتمد مولانا سہیل احمد ندوی امارت شرعیہ کی خدمت کو عبادت سمجھ کر اخلاص کے ساتھ کرتے رہے، اللہ تعالی نے ان کو خوش مزاجی، خوش اطواری اور ہر ملنے والے سے خوش اخلاقی سے ملنے کا ایسا ہنر ہبہ کیا تھا کہ سفر ہو یا حضر، گھر ہو یا دفتر، جلوت ہو یا خلوت، اکابر ہوں یا اصاغر، ہر جگہ یہ صفات ان میں نمایاں رہتی تھی، وفد امارت کے کئی دورے میں احقر نے بارہا اس کا مشاہدہ کیا ہے، کم گوئی اور خندہ روئی ان کا امتیاز تھا، ان کا بیان وخطاب مختصر وجامع ہوتا، اپنے سے زیادہ دوسروں کی ہمت افزائی کرتے اور تقریر کا اپنا وقت دوسرے شرکاء وفد کو دینے کے پابند تھے، ضیافت میں میزبان کا شکر ادا کرتے اور کسی طرح کے عیب ونقص کو کبھی ظاہر نہیں کرتے، لاک ڈاؤن کے بعد ایک سفر میں مدرسہ عارفیہ سنگرام میں ملاقات ہوئی تو مدرسہ کے انتظامی تجربات بڑی محبت کے ساتھ احقر کو بتایا اور مفید مشوروں سے نوازا، امارت شرعیہ کے نائب ناظم کے ساتھ امارت ایجوکیشنل ٹرسٹ کے سکریٹری ٹیکنیکل و ہاسپٹل کے سکریٹری اور دارالعلوم الاسلامیہ کے سکریٹری کے عہدوں پر رہ کر مثالی خدمات انجام دیئے، جس کی وجہ سے ان کا علمی شوق، خدمت خلق کا ذوق اور فلاح امارت کا لگن کا سکہ لوگوں کے دلوں میں بیٹھ گیا، اللہ تعالی نے ان کی خدمات جلیلہ کو قبول فرمالیا اور کن فی الدنیا کانک غریب او عابری سبیل کا نمونہ بنا کر راس العبادات نماز کی حالت سجدہ میں اپنے پاس بلالیا، مولانا اپنے مالک حقیقی سے جا ملے اور یہ پیغام دے کر گئے کہ شریعت کی حفاظت کا کام مرتے مرتے کرنا ہے اور کرتے کرتے مرنا ہے، اللہ تعالی ان کی مغفرت فرمائے اعلی علیین میں جگہ عطا فرمائے اور امارت شرعیہ کو نعم البدل عطا فرمائے۔آمین

☆**دین کے ایک خادم کی قابل رشک موت ؛بدرالحسن القاسمی**: اناللہ وانا الیہ راجعون، مولانا سہیل احمد ندوی کی وفات ایک بڑا سانحہ ہے، اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے اور درجات بلند فرمائے، بڑے متحرک اور فعال آدمی تھے ان کی اچانک موت سے امارت کے حلقہ میں بڑا خلا پیدا ہو گیا ہے، موت بھی قابل رشک آئی جس کی لوگ تمنا کیا کرتے ہیں، وطن اور اہل خانہ سے دور دینی احکام اور شریعت کی حفاظت اور سربلندی کی کوشش کے دوران اور سجدہ کی حالت میں موت یہ ساری چیزیں مبشرات کے قبیل کی ہیں اور مولانا سہیل احمد ندوی کی مقبولیت کی علامتیں ہیں، دارالعلوم امارت شرعیہ اور ٹیکنیکل انسٹیٹیوٹ وغیرہ کے بہت سے کام ان کی نگرانی میں تھے اور بڑے حوصلہ سے اپنی ذمہ داریوں کو انجام دیتے تھے، انہوں نے حضرت قاضی مجاہد الاسلام صاحبؒ، حضرت مولانا نظام الدین صاحبؒ اور مولانا محمد ولی رحمانی صاحبؒ اور موجودہ امیر شریعت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب سبھوں کے ساتھ کام کیا ہے اور انہیں نئے نظام کے ساتھ چلنے میں بھی دشواری پیش نہیں آئی، میں آتا تو باصرار درالعلوم لے جانے کا اہتمام کرتے، ایک زمانہ میں کویت بھی آیا کرتے تھے، جب کسی کام کیلئے کہتا تو بڑی مستعدی اور اہتمام سے انجام دینے کی کوشش کرتے تھے، اس وقت سارا امارت شرعیہ ہی تعزیت کا مستحق ہے، اللہ تعالی مرحوم کے درجات بلند فرمائے، لغزشوں کو معاف فرمائے۔

مولانا سہیل احمد ندویؒ کی وصال پر ۔تعزیتی بیانات وپیغامات

☆**مولانا سہیل احمد ندوی نہایت فعال اورمتحرک انسان تھے:مولانا انیس الرحمن قاسمی** : آل انڈیا ملی کونسل کے قومی نائب صدر مولانا انیس الرحمٰن قاسمی نے اپنے تعزیتی بیان میں کہا ہے کہ مولانا سہیل احمد ندوی کی اچانک موت کی خبرسن بڑا صدمہ ہورہا ہے۔ان کی وفات میرا ذاتی نقصان ہے اور میرے ان کے بڑے گہرے گھریلومراسم تھے۔میرے اورمرحوم کے تعلقات تین دہائیوں پر مشتمل ہے۔وہ ملت کے لیے بیش بہااور قیمتی سرمایہ تھے۔نہایت فعال،نشیط اور متحرک انسان تھے۔دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے فیض یافتہ تھے۔اکابر کے ساتھ اصاغر سے بھی ان کے اچھے روابط تھے۔اپنی ساری زندگی امارت شرعیہ کی خدمت میں گزاری۔سجدہ کی حالت میں آخرت کے سفر پر روانہ ہونا ان کی اللہ کے یہاں مقبولیت کی علامت ہے، بہت پیاری موت ہے۔اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔پسماندگان میں دو بیٹے اور ایک بیٹی ہے،اللہ ان سبھوں کو اوران کے متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔(آمین) واضح رہے کہ مولانا محترم یکساں سول کوڈ کے خلاف عوامی بیداری پیدا کرنے کی غرض سے جھارکھنڈ اوراڈیشہ کے سفر پر تھے۔آبائی وطن بکھی دیوراج، تھانہ لوریا،ضلع مغربی چمپارن ہے،مولانا محترم شیخ عدالت کے پڑپوتے تھے۔مرحوم کا گھر تاریخی اعتبار سے بہت ہی اہم ہے، جنگ آزادی کے سلسلہ میں شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ،مولانا ابوالکلام آزاد،مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد اورمہاتما گاندھی کی میٹنگ آپ کے گھر ہوا کرتی تھی۔امارت شرعیہ ایجوکیشنل اینڈ ویلفئر ٹرسٹ،دارالعلوم الاسلامیہ اورمولانا سجاد میموریل اسپتال کے سکریٹری تھے۔آل انڈیا ملی کونسل بہار کے جنرل سکریٹری مولانا محمد عالم قاسمی اورکارگزار جنرل سکریٹری مولانا محمد نافع عارفی نے اپنے مشترکہ تعزیتی بیان میں کہا کہ مولانا سہیل احمد ندوی کی حالت سجدہ میں وفات ان کے لیے فال نیک ہے اوران شاء اللہ یہ مغفرت ربانی کی طرف اشارہ ہے۔مولانا ندوی امارت شرعیہ،دارالعلوم الاسلامیہ اورامارت شرعیہ کے دیگر اداروں کے ذمہ دار تھے اورامارت کوترقی دینے میں انہوں نے اہم کردار ادا کیا۔ابھی بھی وہ ملی کاموں کے سلسلہ میں اڈیشہ کے دورے پر کٹک میں تھے۔مولانا مرحوم آل انڈیا ملی کونسل کے اساسی اراکین میں تھے،بانی آل انڈیا ملی کونسل قاضی مجاہدالاسلام قاسمیؒ سے ان کے قریبی تعلقات تھے۔حق تعالیٰ مغفرت فرمائے اوران کے درجات کو بلند کرے۔

☆**مولانا سہیل احمد ندوی کا انتقال امارت شرعیہ اور ملت کے لئے بڑا خسارہ:(مولانا ڈاکٹر) ابوالکلام قاسمی شمسی**: یہ خبر نہایت ہی افسوسناک ہے کہ امارت شرعیہ بہار،اڈیشہ وجھارکھنڈ کے نائب ناظم مولانا سہیل احمد ندوی مورخہ 25/ جولائی 2023 کوظہر کے وقت سجدہ کی حالت میں اچانک انتقال کر گئے،مولانا ندوی صحت کے اعتبار سے اچھے تھے، یونیفارم سول کوڈ کے لئے بیداری مہم میں حصہ لینے کے لئے اڈیشہ گئے ہوئے تھے ،ان کے انتقال کی خبر سے ہر طرف غم کا ماحول پیدا ہوگیا ہے،مولانا ندوی امارت شرعیہ کے نائب ناظم ، امارت ایجوکیشنل ویلفیر ٹرسٹ کے سکریٹری اور امارت شرعیہ کے دینی تعلیمی ادارہ دارالعلوم اسلامیہ کے سکریٹری تھے،مولانا مخلص، متحرک وفعال تھے،ان کا انتقال امارت شرعیہ اورملت کے لئے بڑا خسارہ ہے،مولانا سہیل احمد ندوی ہمارے درمیان نہیں رہے،مگر وہ اپنی خدمات کی وجہ سے ہمیشہ یاد کئے جاتے رہیں گے،اللہ تعالیٰ مولانا کی مغفرت کرے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

☆**مولانا سہیل احمد ندوی کامیاب منتظم تھے:مفتی محمد حسنین قاسمی**: حضرت مولانا محمد سہیل صاحب ندوی نوراللہ مرقدہ کے سانحہ ارتحال سے ہم خدام جامعہ کو بے حد صدمہ پہنچا،انا للہ وانا الیہ راجعون ،اللہ عز و جل مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائے ،ان کے قبر کو نور سے منور فرمائے ،درجات بلند فرمائے ،اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے ، نیز پسماندگان کو صبر جمیل اور امارت شرعیہ کونعم البدل عطا فرمائے ،مرحوم بہت خلیق ،ملنسار، نیک دل ،بے باک اور جید عالم دین ہونے کے ساتھ کامیاب منتظم بھی تھے،میرے تعلقات ان سے 1992ء سے رہے جب میں تدریب افتاء وقضاء کے لئے امارت شرعیہ میں مقیم تھا،اس کے بعد بھی جب ملتے بہت محبت سے پیش آتے دوستانہ ماحول میں گفتگو ہوتی، حضرت والا کی جدائیگی ہم سب کے لیے یقیناً تکلیف دہ ہے،اللہ رب العزت ان کو جوار رحمت میں جگہ دے، جامعہ عائشہ صدیقہ نورچک میں ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کا اہتمام کیا گیا، ہم ان کے متعلقین محبین اور امارت شرعیہ کے ذمہ داران بطورخاص حضرت امیر شریعت نائب امیر شریعت وناظم امارت شرعیہ کوتعزیت مسنونہ پیش کرتے ہیں۔

☆**قابلِ رشک موت ؛ندائے فلک**: حضرت مولانا ومفتی محمد ثناءالہدیٰ قاسمی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی اطلاع کے مطابق بتاریخ پچیس (25) جولائی سن 2023ء بروز منگل اڈیشہ کی راجدھانی کٹک سے ایک سوبیس کیلومیٹر کے فاصلے پر ایک مسجد میں ظہر کی نماز کے دوسرے رکعت کے دوسرے سجدے میں حضرت مولانا سہیل احمد صاحب ندوی رحمۃ اللہ علیہ نائب ناظم امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کا وصال ہوگیا اور اب وہ اس جہاں میں نہیں رہے (انا للہ وانا الیہ راجعون) البتہ انہوں نے قوم وملت کی جو عظیم خدمات انجام دیں ہیں اس کے نقوش رہیں گے اور وہ سب ان کے لیے ثواب جاریہ کا باعث ہوگا انہوں نے امارت شرعیہ کے پلیٹ فورم سے ایسی خدمات انجام دیں ہیں کہ وہ امارت کی تاریخ کا زریں باب بن چکا ہے جس کو لوگ جلدی بھلا نہیں پائیں گے،ان کے ذمہ امارت کے بڑے اہم شعبہ جات بھی تھے اور وہ ہر شعبے کو پوری مستعدی سے دیکھ رہے تھے اس اعتبار سے ان کی وفات ،خود امارت کے لیے بڑا حادثہ ہے،اس وقت وہ یکساں سول کوڈ کے موضوع پر بیداری مہم کے لیے اڈیشہ کے سفر پر تھے کہ حالت نماز میں ہاٹ اٹیک آیا اوران کی وفات واقع ہوگئی جانا تو سبھوں کو ہے لیکن ان کا اس شان اور علامت ایمان کے ساتھ جانا قابل رشک بن گیا ہے،رب کریم اپنی شان کریمی سے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی بال بال مغفرت فرمائے اور نسبی ومعنوی ہر دو پسماندگان کو صبرِ جمیل دے، آمین یارب العالمین

☆**مولانا سہیل ندوی جذبۂ صادق کے ساتھ اپنی ذمہ داریاں نبھاتے رہے؛تحریک تنظیم ائمہ مساجد**: مولانا سہیل ندوی صاحب سابق نائب ناظم امارت شرعیہ کا ناگہانی موت نے اندر سے جھنجھوڑ کر رکھ دیا بیک وقت ادارے کی کئی ذمہ داریاں ان سے منسلک تھیں جسے وہ پوری ایمانداری دیانت داری کے ساتھ بخوبی انجام دے رہے تھے، ریٹائرڈمنٹ کے بعد بھی ان کی مدت کار میں توسیع ہوتی رہی وہ پورے جذبۂ صادق کے ساتھ اپنی ذمہ داریاں نبھاتے رہے،عموماً ریٹائرڈمنٹ کے بعد عمل کا جذبہ سست پڑ جاتا ہے؛لیکن وہ حسب سابق جذبۂ صادق کے ساتھ اپنے فرائض انجام دے رہے تھے اور ادارے کو پروان چڑھانے میں کلیدی رول ادا کر رہے تھے،آخری دم تک بلکہ اپنے ذمہ داری کو نبھاتے ہوئے بکار ادارہ پرسنل لاء کے تحفظ کی فکر میں بحالت سفر رب حقیقی سے جاملے،موت بھی حالت سجدہ میں ہوئی جو عند اللہ مقبولیت کی نشانی ہے،رب کریم ان کی تمام دینی ملی خدمات جلیلہ کو شرف اجابت بخشے اور جنت الفردوس میں اعلی مقام عطا فرمائے،ان کی تمام بشری کمزوریوں اور لغزشوں کو درگزر فرمائے، یقیناً ان کی موت نہ صرف ایک ادارے کا خسارہ ہے بلکہ امت ایک مخلص سے محروم ہوگئی،رب کریم امت کو نعم البدل عطا فرمائے، جملہ اقارب،لواحقین اور محبین کو صبر جمیل عطا فرمائے،تحریک تنظیم ائمہ مساجد بہار لواحقین سے اظہار تعزیت کرتی ہے،اس غم میں شریک ہے۔

☆**امارت شرعیہ بے باک اور مخلص منتظم سے محروم ہو گیا: مفتی سہیل احمد قاسمی**: الحمد ادارہ خدمت خلق کے صدر مفتی سہیل احمد قاسمی نے کہا کہ مولانا سہیل احمد ندوی پوری زندگی سرگرم عمل رہے، یہاں تک کہ موت بھی اسی راہ میں آئی،کئی مہینے کے بعد چار دنوں قبل میری ان سے ملاقات ہوئی،تفصیلی بات چیت ہوئی، وہ ظاہری طور پر بالکل صحت مند تھے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وقت کے طوفانوں سے دل پر سخت چوٹ لگی اور وہ ہمیشہ کے لئے خاموش ہوگئے، یکساں سول کوڈ کے خلاف تحریک کے سلسلے میں وہ اڈیشہ کے دورہ پر تھے،انتقال سے چند گھنٹے قبل بھی وہ ملی کاموں کے سلسلے میں اپنے رفقاء کار سے گفتگو کی اور پروگرام طے کرنے میں سرگرم تھے،ظہر کی اذان ہوئی تو نماز کی تیاری میں لگ گئے اور حالت سجدہ میں اس دارفانی کو خیر باد کہہ دیا، انا للہ وانا الیہ راجعون، وہ ملت کے لئے قیمتی اور بیش بہا سرمایہ تھے،انتہائی فعال،دھن کے پکے اور متحرک تھے،نظام امارت شرعیہ کے تحت اپنی انتظامی صلاحیت اورملی بصیرت کے ساتھ پوری زندگی عوامی خدمات انجام دیتے رہے،کام کرتے وقت کبھی ان کے چہرے پر تکان کے اثرات نظر نہیں آئے ، وہ ہمہ تن عمل میں مصروف رہتے ،ایک ساتھ کئی اداروں کی ذمہ داری ان کے سر تھی اور وہ نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ اسے انجام دیرہے تھے،اب وہ ہمارے درمیان نہیں رہے، اللہ رب العزت ان کی مغفرت فرمائے، حسنات کو قبول فرمائے اور درجات کو بلند فرمائے۔اس موقع پر مولانا امام الدین قاسمی نے کہا کہ وہ انتہائی متحرک اور فعال شخصیت کے مالک تھے،امارت شرعیہ ایک اچھے منتظم سے محروم ہوگیا ہے۔پروردگار ان کی مغفرت فرمائیں اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے ،آمین۔

☆ **ریاست ایک عظیم مذہبی شخصیت کے ساتھ ساتھ ایک اسلامک اسکالر سے بھی محروم ہوگئی**: آر جے ڈی کے قومی صدر لالو پرساد، سابق وزیر اعلیٰ رابڑی دیوی، نائب وزیر اعلیٰ تیجسوی پرساد یادو، جنگلات وماحولیات اور موسمیاتی تبدیلی کے وزیر تیج پرتاپ یادو، راجیہ سبھا کی رکن پارلیمنٹ ڈاکٹر میسا بھارتی، آر جے ڈی کے ریاستی صدر جگدا نند سنگھ،قومی نائب صدر ادے نارائن چودھری، راجیہ سبھا کے قومی صدر لالو پرساد یادو،قومی چیف جنرل سکریٹری عبدالباری صدیقی، قومی جنرل سکریٹری شیام راجک، بھولا یادو، ریاستی نائب صدر تنویر حسن، ریاستی چیف ترجمان شکتی سنگھ یادو،اوراعجاز احمد نے امارت شرعیہ کے نائب ناظم مولانا سہیل احمد ندوی کے انتقال پر گہرے دکھ کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ریاست ایک عظیم مذہبی شخصیت کے ساتھ ساتھ ایک اسلامک اسکالر سے بھی محروم ہوگئی ہے،ان کے نہیں رہنے کی وجہ سے امارت شرعیہ کو بھی نقصان پہونچا ہے۔

☆**مولانا سہیل احمد ندوی کا انتقال ایک ناقابل تلافی نقصان:کاروان ادب**: کاروان ادب کے صدر مفتی محمد ثناءالہدیٰ قاسمی اور جنرل سکریٹری انوارالحسن وسطوی نے اپنے مشترکہ بیان میں کہا ہے کہ مولانا سہیل احمد ندوی کا انتقال امارت شرعیہ کے لئے ایک ناقابل تلافی نقصان ہے مولانا موصوف نے تقریباً ربع صدی سے امارت شرعیہ کے نائب ناظم کی حیثیت سے اپنے فرائض انجام دے رہے تھے فی الحال وہ مولانا سجاد میموریل ہاسپٹل ،مولانا منت اللہ ٹیکنیکل انسٹیٹیوٹ اور دارالعلوم الاسلامیہ کی اہم ذمہ داریاں سنبھالے ہوئے تھے،مولانا بڑی ہمت اور حوصلے کے انسان تھے اور نامساعد حالات میں بھی حالات کا سامنا کرنے کی صلاحیت رکھتے تھے مرحوم ایک مجاہد آزادی خاندان سے تعلق رکھتے تھے،خدا سے دعاء ہے کہ اللہ مرحوم کی خدمات کو قبول فرما کر انہیں جنت میں جگہ دے،ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور امارت شرعیہ کو ان کا بدل عطا فرمائے، کاروان ادب کے جن ذمہ داروں نے مولانا کے انتقال پر اپنی تعزیت کا اظہار کیا ہے ان میں محمد ظہیر الدین نوری، نسیم الدین صدیقی ایڈووکیٹ ،سید مصباح الدین احمد،مولانا قمر عالم ندوی، ماسٹر عظیم الدین انصاری، ڈاکٹر ذاکر حسین ،شاہنواز عطا،عبدالرحیم برہولیاوی، پروفیسر واعظ الحق، پروفیسر حسن رضا، ارشد ندوی، ماسٹر عبدالقادر،صدر عالم ندوی، مولانا نظر الہدیٰ قاسمی، ڈاکٹر عارف حسن وسطوی، ڈاکٹر لطیف احمد خان، ڈاکٹر منظور حسن اور قمر اعظم صدیقی کے نام شامل ہیں۔

☆**مولانا سہیل احمد ندویؒ کی موت کی خبر سے قلق ہوا:بشیر احمد جامعی چمپارنی** عزیز گرامی مولانا سہیل احمد ندویؒ کی وفات کی خبر سے قلق ہوا،جس کیفیت سے موت ہوئی اللہ سب کو نصیب کرے

یوں تو دنیا میں سبھی آئے ہیں مرنے کے لئے موت اس کی ہے کرے جس پر زمانہ افسوس

اللہ پاک ہر نہج سے ان کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے ،امارت شرعیہ کو اس کا نعم البدل عطا فرمائے (آمین)

☆**مولانا سہیل احمد ندوی کی شخصیت خوش مزاج اور ملنسار تھی ؛شبی عارفین شمسی** :مرزا غالب کالج گیا کے سکریٹری شبی عارفین شمسی نے مولانا سہیل احمد ندوی کے انتقال پر گہرے صدمے کا اظہار کیا ہے،انہوں نے بتایا کہ ان سے دس روز قبل امارت شرعیہ میں ملاقات ہوئی تھی ، ان کی شخصیت خوش مزاج اور ملنسار تھی ،مرزا غالب کالج کی سرگرمیوں سے واقف رہتے تھے، اللہ انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔

☆**مولانا سہیل خوش مزاج انسان تھے؛میجر اقبال** :رکن ارباب حل وعقد امارت شرعیہ میجر اقبال حیدر خان نے مولانا سہیل احمد ندوی کی وفات پر تعزیت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ مولانا خوش اخلاق انسان تھے، انہوں نے امارت کی ترقی کے لیے جو کام کیا وہ بھلایا نہیں جا سکتا۔ان کی موت امارت شرعیہ کے لیے اور ہمارے لیے صدمے کی بات ہے،ان کی اچانک موت سے ان کی جگہ مکمل ہونی فی الحال مشکل ہے۔

☆**جناب شہنواز عالم ،پائیونیرانٹر پرائیز**: مولانا سہیل احمد ندوی صاحب کے انتقال پر گہرے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے جناب شہنواز عالم صاحب نے کہا کہ وہ ہمارے پڑوسی بھی تھے اور میرے والد گرامی جناب نثار صاحب مرحوم کے بڑے قدرداں میں سے تھے،میں ان سے اکثر دعائیں لیتا خاص طور پر جب صبح بعد نماز فجر سیر وتفریح کے لئے نکلتا توان سے گھر کے قریب ملاقات ہوتی ،وہ مجھ پر بڑی شفقت فرماتے ،ان کے انتقال سے ہم لوگ ایک بڑے عالم دین سے محروم ہوگئے، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے (آمین)

☆**جنازہ میں شرکت**: جنازہ میں شرکت کے لئے مقامی ایم ایل اے، گوپال روی داس، سابق وزیر عبدالباری صدیقی، ایم ایل سی آفاق احمد خان، آر جے ڈی ایم ایل اے سعود عالم، کانگریس لیڈر باری اعظمی، نجم الحسن نجمی، ارشد آزاد عباس، آر جے ڈی لیڈر محمد کوثر خان، جمیعۃ علماء کے مشہود عالم ندوی ،انوار الہدی، اقلیتی کمیشن کے سابق چیئرمین حکیم یونس، مدرسہ بورڈ ایگزامینیشن کنٹرولر نور اسلام، الحمد کے صدر مفتی سہیل احمد قاسمی، جمیعۃ اہل حدیث کے خورشید مدنی ، بہار حکومت کے وزیر شمیم احمد، پھلواری شریف نگر پریشد کے چیئرمین آفتاب عالم، جماعت اسلامی بہار کے امیر مولانا رضوان اصلاحی غیرہ موجود تھے۔

مولانا سہیل احمد ندویؒ کی وصال پر۔تعزیتی بیانات وپیغامات

☆**سہیل ندوی صاحب کے انتقال کی خبر سے دکھ ہوا ہے؛وزیر اعلیٰ نتیش کمار**: بہار کے وزیر اعلیٰ جناب نتیش کمار نے امارت شرعیہ کے نائب ناظم سہیل ندوی صاحب کے انتقال پر گہرے دکھ کا اظہار کیا، وزیر اعلیٰ نے اپنے تعزیتی پیغام میں کہا ہے کہ سہیل احمد ندوی صاحب کے انتقال کی خبر سے دکھ ہوا ہے، وزیر اعلیٰ نے دعا کی ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے ،انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور لواحقین کو یہ نا قابل تلافی نقصان برداشت کرنے کی ہمت عطا فرمائے ۔

☆**ہم نے ایک عظیم عالم دین کھو دیا: سلیم پرویز**: بہار قانون ساز کونسل کے سابق ڈپٹی چیئر مین اور جے ڈی یو اقلیتی سیل کے ریاستی صدر سلیم پرویز نے مولانا سہیل ندوی کے انتقال پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ قوم ایک عظیم عالم دین سے محروم ہوگئی ہے، سہیل صاحب کی شخصیت متاثر کن تھی، امارت کی ترقی میں اہم کردار ادا کیا ہے، ان کی وفات سے امارت میں ایک خلا پیدا ہوگیا ہے جسے فی الحال پُر نہیں کیا جاسکتا۔

☆ **سہیل صاحب کی وفات سے گہرا صدمہ ہوا: عمیر خان**: کانگریس اقلیتی ڈپارٹمنٹ کے قومی سکریٹری اور جھارکھنڈ کے انچارج عمیر خان عرف ٹکا خان نے امارت شرعیہ کے نائب ناظم مولانا سہیل احمد ندوی کے انتقال پر گہرے رنج وغم کا اظہار کیا ہے، ان کی موت کی خبر ملی وہ ایک قابل انسان تھا اس نے امارت کو آگے لے جانے کے لیے دن رات کام کیا، اپنی موت سے تھوڑا پہلے تک وہ امارت کی یو سی سی کے خلاف مہم میں شامل رہے، سہیل صاحب یکساں سول کوڈ کے حوالے سے جھارکھنڈ، اڈیشہ کے دورے پر تھے، وہ یو سی سی کی سخت مخالفت کر رہے تھے اور لوگوں سے اپیل کرتے تھے کہ وہ شریعت کے تحفظ کے لیے اٹھ کھڑے ہوں اور اللہ کو پیارے ہوگئے، اللہ ان کو جنت نصیب کرے۔

☆ **سہیل صاحب سے گھری محبت تھی: ڈاکٹر اظہار احمد**: مولانا سہیل احمد ندوی، نائب ناظم امارت شرعیہ، مولانا سہیل احمد ندوی کے انتقال پر سابق ایم ایل اے ڈاکٹر اظہار احمد نے کہا ہے کہ یہ خبر سن کر بہت افسوس ہوا، ہمیں ان سے گہرا لگاؤ تھا، وہ مجھے بہت مانتے تھے اور خاص موقع پر وہ وہ ہمیشہ مشورہ کرتے تھے، ملک وقوم کی فکر میں رہتے تھے، 13/جون کو جموں وکشمیر کی سابق وزیر اعلیٰ محبوبہ مفتی اپوزیشن جماعتوں کے اجلاس میں شرکت کے لیے پٹنہ آئی تھیں، سہیل احمد صاحب کی پہل پر وہ امارت شرعیہ بھی گئی تھیں، اس وقت ہم بھی موجود تھے، محبوبہ مفتی نے سہیل احمد ندوی کے ساتھ امارت میں طویل گفتگو کی، امارت شرعیہ اور قوم وملت کی ایک مضبوط شخصیت ہم سے رخصت ہوگئی۔

☆**مولانا سہیل ندوی ایک نیک دل انسان تھے: اشفاق رحمان**: جنتا دل نیشنلسٹ کے قومی کنوینر اشفاق رحمٰن نے مولانا سہیل احمد ندوی کے انتقال پر اظہار تعزیت کرتے ہوئے کہا کہ وہ ایک نیک دل انسان تھے، نماز میں سجدے کے دوران ان کا انتقال ہوا، اپنی زندگی انہوں نے امارت شرعیہ کے لئے وقف کردی تھی، امارت شرعیہ کے نائب ناظم کے ساتھ ساتھ بہت سی ذمہ داریاں نبھا رہے تھے، امارت ایک محنتی ذمہ دار سے محروم ہوگئی۔

☆**مولانا سہیل کی موت بہار کے مسلمانوں کے لیے ایک بڑا نقصان؛دانش**: بہار پردیش پولیٹیکل ایڈوائزری کمیٹی جنتا دل یو کے رکن رضا عالم دانش نے کہا ہے کہ مولانا سہیل ندوی کی موت کو بہار کے مسلمانوں کے لیے ایک بڑا نقصان کہا جاسکتا ہے، وہ گذشتہ ۳۲ رسالوں سے امارت شرعیہ کی خدمت کر رہے تھے۔

☆**سہیل صاحب کی موت پر گھرا دکھ ہوا؛ جتیندر کمار**: گیا ضلع جنتا دل یو کے نائب صدر ایڈوکیٹ جتیندر کمار داس نے امارت شرعیہ کے نائب ناظم مولانا سہیل احمد ندوی کے اچانک انتقال پر گہرے دکھ کا اظہار کیا ہے، انہوں نے کہا کہ ندوی صاحب ملک وملت کے سچے خادم تھے، وہ ہمارے ایک مضبوط ستون تھے، انہیں دلی خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔

☆**بھار نے ایک عظیم مذھبی شخصیت کھو دی ھے: انتخاب عالم**: آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے رکن انتخاب عالم نے امارت شرعیہ کے نائب ناظم مولانا سہیل احمد ندوی کے انتقال پر گہرے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ریاست ایک عظیم مذہبی شخصیت کے ساتھ ساتھ ایک اسلامی اسکالر سے بھی محروم ہوگئی ہے، ان کے انتقال کی وجہ سے امارت شرعیہ کو بھی کافی نقصان پہنچا ہے، جناب عالم نے کہا کہ مولانا امارت شرعیہ سے 30-35 سال تک وابستہ رہے، ان کے جانے سے نہ صرف امارت کے لوگ بلکہ پورے بہار کے لوگ غمزدہ ہیں۔

☆**پوری قوم و ملت کا ناقابل تلافی نقصان؛مسیح الدین**: امارت شرعیہ کے نائب ناظم مولانا سہیل احمد ندوی کے اچانک انتقال سے ضلع نوادہ کے ملی حلقہ میں گہرے صدمے کا عالم ہے، سماجی کارکن مسیح الدین نے ان کی وفات کو پوری قوم وملت کے لیے نا قابل تلافی نقصان قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ انہوں نے اپنی پوری زندگی قوم اور امارت کے لیے وقف کردی تھی، ایک ہفتہ قبل ناظم امارت شرعیہ کے دفتر میں ان سے یو سی سی کے تعلق سے ملاقات ہوئی تھی۔

☆**مولانا سہیل ندوی کو سماجی خدمات کے لیے بھی یاد رکھا جائے گا: آفاق احمد خان**: جے ڈی یو کے ایم ایل سی اور پارٹی کے قومی جنرل سکریٹری آفاق احمد خان نے مولانا سہیل ندوی کے انتقال پر گہرے صدمے کا اظہار کیا ہے، انہوں نے کہا کہ وہ امارت شرعیہ کی خدمت کرتے ہوئے ہم سب کو چھوڑ گئے، وہ ایک مذہبی اور سماجی آدمی تھے، سماجی خدمات کے لیے بھی انہیں یاد رکھا جائے گا، امارت شرعیہ کے لیے ان کی خدمات عظیم ہیں، امارت تین ریاستوں کے مسلمانوں کی ایک بڑی تنظیم ہے، مولانا سہیل ندوی اس کی ذمہ داری کو بخوبی نبھا رہے تھے، ان کے کام کرنے کے جذبے کو دیکھتے ہوئے انہیں تین مختلف محکموں کی ذمہ داری سونپی گئی، وہ اپنے کام کو خوشی اور لگن کے ساتھ انجام دیتے تھے، اب ایسی شخصیات کی اب کمی ہوتی جارہی ہے۔ (بحوالہ سراج انور سمئی منتھن)

مولانا سہیل احمد ندوی۔زندگانی تھی تری مہتاب سے تابندہ تر

مفتی مجیب الرحمٰن قاسمی بھاگلپوری

امارت شرعیہ کے نائب ناظم، دارالعلوم الاسلامیہ امارت شرعیہ، مولانا سجاد میموریل ہسپتال، امارت ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ، اور قاضی نور الحسن میموریل اسکول کے سکریٹری اور امارت شرعیہ ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ کے سکریٹری جنرل مولانا سہیل احمد ندوی 6 محرم 1445ھ مطابق 25 جولائی 2023ء بروز منگل بعمر اکسٹھ سال اس عالم فانی سے عالم بقا کی جانب کوچ کر گئے، آپ یونیفارم سول کوڈ کے خلاف مسلمانوں میں بیداری کے لیے کٹک اڈیشا کے دورہ پر تھے، کٹک سے سوا سو کلومیٹر کے فاصلے پر ایک بستی بالوگاؤں ہے، یہاں مولانا ندوی کا خطاب ہونا تھا، آپ وہیں کی مسجد میں نماز ظہر کی سنت ادا کرتے ہوئے بحالت سجدہ اپنے محبوب حقیقی سے جاملے، جب سجدہ طویل ہوا، تو حضرت کو لٹایا گیا، ڈاکٹر صاحب تشریف لائے، ڈاکٹر نے تائید کردی کہ مولانا اب اس دنیا میں نہیں رہے، انا اللہ وانا الیہ راجعون''إن لله ما أخذ وله ما أعطى وكل شيء عنده بأجل مسمى ''اس دور قحط الرجال میں ایسے مخلص، علم دوست، باکمال منتظم، باصلاحیت عالم دین کا یوں اچانک ہمارے درمیاں سے اٹھ جانا کسی حادثے اور صدمہ سے کم نہیں، کہ''داغ غم جدائی دل سے مٹا نہ پائیں گے''، مولانا کو پانچ امراء شریعت کی ماتحتی میں کام کرنے کا موقع ملا، اسی لئے قیادت وسیادت کے رہنما اصول ازبر تھے، ان بزرگوں کی بافیض صحبت نے آپ کی شخصیت کو چار چاند لگا دیے تھے، امیر شریعت سادس مولانا سید نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ جو جلدی کسی کی تعریف نہیں کیا کرتے تھے؛ لیکن مولانا مرحوم کے بارے میں کہتے ہوئے سنا کہ''مولانا سہیل احمد ندوی اچھے منتظم ہیں''۔

نشست وبرخاست، رفتار وگفتار اور لباس وپوشاک غرضیکہ ہر چیز میں آپ سادگی پسند تھے، کسی بھی کام کو انتہائی سلیقہ مندی اور خوش اسلوبی سے انجام دینے کا مزاج رکھتے تھے، آپ اپنے ہم عصر اور زیر نگیں علماء وطلباء کے درمیان مساوی طور پر مقبول تھے، بڑے بڑے کام چٹکی میں نمٹانے کا قابلِ تقلید سلیقہ رکھتے تھے، کثرت مناصب کے باوجود بھی مزاج اعتدال پسند تھا، انتقامی جذبے سے پاک تھے، آپ کی شخصیت بڑی بارعب تھی، لیکن نرم مزاج تھے، کہ ہر خورد وکلاں بآسانی استفادہ کر لیتا تھا، دستور اور اصول کے پابند تھے، قائدانہ صفات اور ذمہ دارانہ خوبیاں ان میں بدرجۂ اتم موجود تھی، کسی بھی مشاورتی اجلاس یا سمینار میں اپنی آراء بڑی سلیقہ مندی سے پیش کرتے، حتی کہ صدر اجلاس اس کو تجاویز کا حصہ بنا لیتے، آپ اپنے چھوٹوں پر انتہائی شفیق اور مہربان تھے، بارہا سفر وحضر میں آپ کے ساتھ رہنے کا موقع ملا، آپ دوران سفر بھی اپنے معمولات پابندی سے پورا کرتے، تسبیحات وغیرہ کا اہتمام فرماتے، اور دوران سفر اپنے احباب کو ظرافت طبع کی وجہ سے خوب محظوظ فرماتے اور سفر کی کٹھنائی کا احساس نہیں ہونے دیتے، دورۂ وفد کے موقع پر اذان سنتے ہی مسجد تشریف لے جاتے، سنت کا اہتمام فرماتے اور تکبیر اولی کے ساتھ نماز ادا کرتے، 1987ء سے 1997ء تک امارت شرعیہ کے کیمپس میں پابندی کے ساتھ تراویح میں قرآن سناتے تھے، آپ کی اقتداء میں امیر شریعت سادس حضرت مولانا سید نظام الدین صاحب اور حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی رحمہما اللہ تراویح پڑھتے تھے، نماز فجر کے بعد سورہ یٰسین، بعد نماز عشاء سورہ واقعہ اور روز جمعہ کو سورۂ کہف کی تلاوت زندگی کا عام معمول تھا، آپ جب کسی پروگرام میں شریک ہوتے، تو خوب تیاری کے ساتھ علمی وتحقیقی مواد سے لیس ہو کر جاتے اور مدلل گفتگو فرماتے، آپ کو دو مرتبہ حج بیت اللہ کی سعادت نصیب ہوئی۔

سوانحی خاکہ: آپ کی پیدائش مغربی چمپارن کے خطہ دیوراج کی بستی بگہی میں 1962 مطابق (2/محرم 1382ھ بروز منگل) جناب شکیل احمد بن وکیل احمد بن شیخ عدالت حسین جالیا کے یہاں ہوئی، آپ کے والد دادا اور پردادا سب عوامی فلاح وبہبود دینی وملی خدمات میں پیش پیش رہتے تھے، آپ کے گھر آپ کے پردادا شیخ عدالت جالیا مرحوم کے ساتھ مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد، مولانا ابوالکلام آزاد، اور مہاتما گاندھی جیسے عظیم مجاہدین آزادی کی میٹنگ ہوتی، اور آزادی ہند کی راہ ہموار کی جاتی، تعلیم کی شروعات مکتب سے ہوئی، 1976ء میں جامعہ اسلامیہ قرآنیہ سمرا سے حفظ قرآن کی تکمیل کی، جامعہ اسلامیہ بتیا حضرت مولانا قاضی عبدالجلیل قاسمی سابق قاضی امارت شرعیہ و دیگر اساتذہ کرام سے فارسی وعربی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں، پھر 1979ء میں عظیم دینی درسگاہ دارالعلوم دیوبند کی جانب رخت سفر باندھا، ششم عربی تک دیوبند میں زیر تعلیم رہے، پھر انقلاب دارالعلوم کے زمانے مہتمم دارالعلوم دیوبند نے ہر طالب علم کو خط لکھا، کہ آپ چاہیں تو بچے کو گھر لے جائیں، چنانچہ آپ کے دادا آپ کو گھر لے آئے، اور امیر شریعت سادس مولانا سید نظام الدین صاحب رح کے مشورے سے بیچ سال میں ہی ندوۃ العلماء گئے، اور ثانویہ رابعہ میں سماعت کی، آئندہ سال باضابطہ عالیہ اولی میں داخلہ لیا، اور 1987ء میں ندوہ سے اعلیٰ نمبرات کے ساتھ کامیاب ہوئے، فراغت کے بعد ہی سے امارت شرعیہ سے وابستہ ہوگئے، اکابرین کی جوہر شناس نگاہوں نے اس گوہر نایاب کو پہچان لیا، اور امیر شریعت رابع کی ایماء پر امارت سے ایسے جڑے کہ تادم وفات ملی کام میں سرگرم رہے، ابتداء میں دفتر نظامت میں مبلغین کی کارروائی کو ہفت روزہ نقیب میں اشاعت کے قابل بنانے کی ذمہ داری سپرد کی گئی، پھر مولانا منت اللہ رحمانی کے حکم سے نقیب میں بہ عنوان''اللہ اور رسول کی باتیں'' لکھنے لگے، تین ماہ کی قلیل کی مدت کے بعد ہی دفتر نظامت میں کارکن کے عہدے پر بحال ہوئے، پھر معاون ناظم بنائے گئے، بعد میں نائب ناظم اور ٹرسٹ کے سکریٹری منتخب ہوئے۔ آپ جب کبھی قائم مقام ناظم مقرر کئے جاتے، دفتر کھلنے سے کچھ پہلے ہی دفتر میں براجمان ہوتے، پورے دفتر کی صفائی ستھرائی کا جائزہ لیتے، روز کے معمول میں یہ بھی شامل تھا کہ ہاسپٹل کے اندرونی کیمپس کا معائنہ کرتے، دارالامارت اور مولانا منت اللہ رحمانی ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ کا جائزہ لیتے۔

چند سال قبل دارالعلوم الاسلامیہ کی ذمہ داری سنبھالنے کی بات ائی، اس وقت دارالعلوم الاسلامیہ کا خزانہ بالکل خالی تھا، اور کئی طرح کے چیلنز کا سامنا تھا، بقول مولانا مرحوم کے "ایک روپیہ کیا ایک پیسہ بھی نہیں تھا"، ایسے وقت میں امیر شریعت سابع حضرت مولانا ولی رحمانی نور اللہ مرقدہ کی نظر انتخاب آپ پر پڑی، اور آپ سکریٹری بنائے گئے، مولانا مرحوم نے دبے لفظوں میں کثرت مناصب ومشاغل کا ذکر فرمایا ,اور معذرت ظاہر کی؛ لیکن حضرت امیر شریعت سابع نے فرمایا، کہ آپ کو ادارہ چلانا ہے، نظام اللہ چلائے گا، آپ ہمت کریں، چنانچہ مولانا مرحوم نے ذمہ داری قبول فرمالی، ہم یہ نہیں کہتے کہ مولانا نے دارالعلوم الاسلامیہ کو آسمان کی بلندی پر پہنچا دیا، لیکن اتنا ضرور ہے کہ دارالعلوم الاسلامیہ کی تعلیمی وتربیتی معیار کو گرنے نہیں دیا، پرانے نہج پر نظام تعلیم وتربیت کو باقی رکھا، بلکہ حتی الوسع پروان چڑھایا، اکثر وبیشتر دارالعلوم دیوبند اور دیگر مرکزی اداروں میں یہاں کے طلباء کا داخلہ پوزیشن سے ہوتا ہے، اس سلسلے میں ہم لوگ مولانا سے تذکرہ کرتے، مولانا بہت خوش ہوتے، اور فرماتے کہ دعا کیجیے! ادارہ ترقی کرے، اور ہمیشہ اقبال بلند رہے، دارالعلوم الاسلامیہ کے کیمپس میں چند کٹھہ زمین ایک غیر مسلم کی تھی، اسے خرید کر دارالعلوم کے حوالے کیا، اور دارالعلوم کی چہار دیواری اور سڑک بھی بنوائی، آپ کام کے دھنی تھے، یہی وجہ ہے کہ مفکر ملت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی امیر شریعت بہار واڈیشا وجھارکھنڈ نے تعزیتی نشست میں فرمایا:''آپ ذمہ داریوں کو بخوبی انجام دیتے اور ذمہ داریوں سے گھبراتے نہیں تھے، امارت یا اس کے کسی بھی ادارے یا شعبے کی کوئی ذمہ داری دی جاتی، تو آپ پوری لگن اور محنت سے اسے بحسن وخوبی انجام دیتے، آپ کے دائرۂ اختیار میں فور ویلر تھی؛ لیکن کبھی آپ نے اس کو ترجیح نہیں دی؛ بلکہ موٹر سائیکل سے ہی تمام اداروں کا معائنہ کرتے، اس طرح کی ان گنت خوبیوں سے آپ متصف تھے، آپ کی کن کن خوبیوں اور اوصاف کو بیان کریں، کہ بقول علامہ اقبال کے

زندگانی تھی تری مہتاب سے تابندہ تر ☆☆☆ خوب تر تھا صبح کے تارے سے بھی تیرا سفر۔

بس دعا ہے کہ اللہ رب العزت مولانا کی بال بال مغفرت فرمائے، اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، اور امارت شرعیہ کو ان کا نعم البدل عنایت فرمائے۔

مثل ایوان سحر مرقد فروزاں ہو ترا ☆☆☆ نور سے معمور یہ خاکی شبستاں ہو ترا

مولانا سہیل احمد ندویؒ گونا گوں اوصاف وکمالات کا مجموعہ تھے

مفتی امتیاز احمد قاسمی

جناب مولانا سہیل احمد ندویؒ فعال ومتحرک شخصیت کے مالک ، بہت ساری خوبیوں کے حامل، گونا گوں اوصاف وکمالات کا مجموعہ، انتظامی امور کے ماہر، معاملات کے پکے انسان اور امارت شرعیہ کے وفادار خادم تھے، خوشحالی کے باوجود انہوں نے سادگی کی زندگی کو ترجیح دی، وہ سب کے ساتھ گھل مل کر رہتے، خوش مزاج اور انسان شناس تھے، موقع محل کے حساب سے بات کرنے اور دوسروں سے کام لینے کا خاص ملکہ رکھتے، وہ ذمہ داریوں سے گھبراتے نہیں تھے؛ بلکہ خوش دلی سے قبول کرتے، اور خوش اسلوبی سے اس کا حق ادا کرتے، ان پر پژمردگی، افسردگی اور مایوسی طاری نہیں ہوتی، باصلاحیت، تجربہ کار، دوراندیش، ذہین وفطین تھے، سعی پیہم اور جہد مسلسل سے انہوں نے اپنی پہچان بنائی، پوری زندگی سرگرم عمل رہے، امیر شریعت رابع حضرت مولانا سید شاہ منت اللہ رحمانی رحمہ اللہ سے لے کر موجودہ امیر شریعت مفکر ملت حضرت مولانا سید احمد ولی فیصل رحمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ تک پانچ امراء شریعت کے ساتھ کام کیا، سب کے معتمد اور چہیتے رہے۔

ان کی ولادت مؤرخہ ۵ر جون ۱۹۶۲ء کو مقام بگہی دیوراج، تھانہ لوریا ضلع مغربی چمپارن میں ہوئی، ان کے والد کا نام شکیل احمد، دادا کا نام وکیل احمد تھا، مولانا مرحوم علاقہ کی معروف ومشہور شخصیت جناب شیخ عدالت حسین جالیا کے پڑپوتے تھے، مرحوم کا گھرانہ خوش حال اور تاریخی اعتبار سے اہمیت کا حامل ہے، جنگ آزادی کے سلسلہ میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی، مولانا ابوالکلام آزاد، ابوالمحاسن حضرت مولانا محمد سجاد رحمہم اللہ اور مہاتما گاندھی کی میٹنگ آپ کے گھر پر ہوا کرتی تھی، امارت شرعیہ اور خانقاہ رحمانی کے بزرگوں سے خاندانی عقیدت تھی۔

گاؤں کے مکتب میں ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد جامعہ اسلامیہ قرآنیہ، سمرا ضلع مغربی چمپارن سے حفظ کی تکمیل کی، ۱۹۷۶ء میں مدرسہ اسلامیہ بتیا ضلع مغربی چمپارن گئے، وہاں سے فارسی وعربی کی ابتدائی تعلیم کے بعد ۱۹۷۹ء میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا، عربی ششم کی تعلیم کے بعد دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ گئے، وہاں سے ۱۹۸۷ء میں فارغ ہوئے، فراغت کے بعد ہی امارت شرعیہ سے منسلک ہوکر کام کرنے لگے، اور آخری وقت تک امارت شرعیہ کے پلیٹ فارم سے خدمات انجام دیتے رہے، مولانا موصوف امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کے نائب ناظم کے ساتھ امارت شرعیہ ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ کے جنرل سکریٹری، مولانا منت اللہ رحمانی ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ، دارالعلوم الاسلامیہ امارت شرعیہ، مولانا سجاد میموریل اسپتال اور قاضی نورالحسن میموریل اسکول پھلواری شریف کے سکریٹری بھی تھے۔

مولانا مرحوم اپنے بڑوں اور بزرگوں کا خاص خیال رکھتے، چھوٹوں پر شفقت کا معاملہ فرماتے، حضرت مولانا قاضی عبد الجلیل صاحب قاسمیؒ (متوفی ۱۸ر فروری ۲۰۲۱ء) مولانا مرحوم کے استاذ خاص تھے، حضرت قاضی صاحبؒ ۱۹۶۸ سے ۱۹۸۳ء تک مدرسہ اسلامیہ بتیا میں درس وتدریس سے منسلک رہے، وہیں پر مولانا مرحوم نے حضرت قاضی صاحبؒ کے سامنے زانوئے تلمذتہ کیا، حضرت قاضی صاحبؒ کا خاص خیال رکھتے تھے، بہت ادب واحترام کے ساتھ ان کا نام لیا کرتے تھے، جب حضرت قاضی صاحب بیمار ہوتے تو مولانا مرحوم ان کا بہت خیال رکھتے، ڈاکٹروں کے پاس خود سے لے جاتے، ان کی خدمت کرتے اور گھر والوں سے مسلسل رابطے میں رہتے تھے، امارت شرعیہ یا اس کے ذیلی اداروں میں کسی کی طبیعت خراب ہوتی تو مولانا مرحوم خود سے ڈاکٹر کے پاس لے جاتے اور تعارف کراتے ہوئے بہتر علاج اور رہنمائی کا مشورہ دیتے، صدقہ کا اہتمام فرماتے کئی دفعہ مجھے کچھ روپے دیتے اور کہتے کہ کسی مجبور، لاچار کو دے دیجئے گا۔

تحفظ شریعت کے تعلق سے یونیفارم سول کوڈ کے خلاف بیداری مہم کے لئے اڈیشہ کے دورہ پر کٹک میں تھے، یکساں شہری قانون کے تعلق سے مرحوم بہت متحرک اور حساس تھے، مؤرخہ ۶ر محرم الحرام ۱۴۴۵ھ مطابق ۲۵ر جولائی ۲۰۲۳ء بروز منگل کٹک سے تقریبا ایک سو بیس کلومیٹر کی دوری پر واقع محلّہ بالوگاؤں کی مسجد میں ظہر کی سنت کے دوران حالت سجدہ میں ان کی روح پرواز کرگئی، انا للہ وانا الیہ راجعون، انتقال کے دن بھی صبح ۸ر بجے زوم پر دیر تک مشورہ کیا، انتقال سے کچھ دیر قبل بھی اپنے گھر والوں اور دیگر رفقاء سے بات کی، انتقال کے بعد حضرت مولانا محمد انظار عالم قاسمی صاحب قاضی شریعت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ کے مشورہ سے دوسرے احباب کے ساتھ میں بھی مولانا مرحوم کے گھر ایف سی آئی روڈ پھلواری شریف پٹنہ گیا، اہل خانہ سے مل کر ان کو تسلی کے کلمات کہے اور شریک غم رہے، دیر رات ہم لوگ وہاں سے واپس ہوئے۔

مؤرخہ ۲۶ر جولائی ۲۰۲۳ء بروز بدھ بارہ بج کر پندرہ منٹ پر امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کے احاطہ میں ایک نماز جنازہ حضرت مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب قائم مقام ناظم امارت شرعیہ نے پڑھائی، آخری نماز جنازہ بعد نماز مغرب حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی صاحب نائب امیر شریعت نے مولانا مرحوم کے آبائی وطن بگہی، دیوراج ضلع مغربی چمپارن کے شیخ عدالت حسین ہائی اسکول کے احاطہ میں پڑھائی اور وہیں تدفین عمل میں آئی، ان کے جنازے میں قرب وجوار، پٹنہ اور دیگر مقامات سے کافی تعداد میں مقتدر شخصیات نے شرکت کی، امارت شرعیہ اور اس کے دیگر شعبوں کے ذمہ داران وکارکنان مرحوم کے آبائی وطن تشریف لے گئے اور نم آنکھوں کے ساتھ ان کی تدفین میں شریک رہے، پس ماندگان میں اہلیہ کے علاوہ دو بیٹے اور بیٹی ہیں، ایک بیٹا اور بیٹی شادی شدہ اور صاحب اولاد ہیں۔

مؤرخہ ۲۷ر جولائی ۲۰۲۳ء کو مرکزی دفتر امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں زیر صدارت مفکر ملت، امیر شریعت حضرت مولانا سید احمد ولی فیصل رحمانی دامت برکاتہم العالیہ تعزیتی نشست منعقد ہوئی، جس میں امارت شرعیہ کے ذمہ داران وکارکنان کے ساتھ اسپتال وٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ کے ذمہ داران وکارکنان، دارالعلوم الاسلامیہ امارت شرعیہ، المعہد العالی امارت شرعیہ کے ذمہ داران واساتذہ، مولانا سجاد میموریل اسپتال کے ڈاکٹرز وکارکنان نے شرکت کی، حضرت امیر شریعت دامت برکاتہم اور دیگر حضرات نے مرحوم کی خوبیوں کو بیان کیا، ان کی مغفرت اور بلندی درجات کی دعاء کی، ساتھ میں راقم السطور نے بھی اپنے تأثرات اور غم کا اظہار کیا، حضرت امیر شریعت صاحب کی دعاء پر مجلس ختم ہوئی۔

مؤرخہ ۲۷ر جولائی ۲۰۲۳ء بروز جمعرات حضرت امیر شریعت دامت برکاتہم اور ان کے برادر جناب انجینئر حامد ولی فہد رحمانی صاحب سی ای او رحمانی تھرٹی نے مولانا مرحوم کے آبائی وطن بگہی دیوراج، مغربی چمپارن پہنچ کر ان کے اہل خانہ سے اظہار تعزیت کیا اور پس ماندگان کو صبر وتحمل کی تلقین کی اور دعائیں دیں۔

مؤرخہ ۲۷ر جولائی ۲۰۲۳ء کو مولانا سجاد میموریل اسپتال میں بھی تعزیتی نشست منعقد ہوئی، جس میں اسپتال کے ڈاکٹرس، کمپاؤنڈرس، نرسز اور دیگر اسٹاف نے شرکت کی، اس کے علاوہ ڈاکٹر عثمان غنی گرلس کمپیوٹر انسٹی ٹیوٹ ہارون نگر، دارالعلوم الاسلامیہ گون پورہ پھلواری شریف، داؤد میموریل گرلس مڈل اسکول سیوان، راورکیلا، کلکتہ، دہلی اور ملک کے دیگر اداروں اور ملی تنظیموں میں بھی تعزیتی نشست کا انعقاد ہوا، جامعہ رحمانی مونگیر اور مختلف مدارس میں مرحوم کے لئے ایصال ثواب کا اہتمام کیا گیا، وزیر اعلی بہار، نائب وزیر اعلی اور دیگر اہم سیاسی وسماجی شخصیات نے بھی اظہار غم کیا اور تعزیتی پیغامات ارسال کیے، مولانا مرحوم ہم سے جدا ہوگئے؛ لیکن ان کی یادیں اور ادائیں باقی رہیں گی۔

مولانا سہیل احمد ندوی؛ شمع محفل کی طرح سب سے جدا سب کا رفیق

ظفر الہدی قاسمی، ویشالی

ہندوستان ان ملکوں میں ہے، جہاں اسلام کی روشنی بالکل ابتدائی دور میں پہنچی اور اس وقت سے آج تک اس ملک کے چپے چپے پر اسلامی نقوش کی تابندگی قائم ودائم ہے، اس طرح ملک کے مختلف علاقوں میں اہم علمی اور عملی شخصیتیں بھی پیدا ہوتی رہی ہیں، ان خطوں میں ایک ممتاز اور نمایاں نام چمپارن کا بھی ہے، وہی چمپارن جہاں سے مہاتما گاندھی نے ستیہ گرہ کا آندولن چھیڑ کر آزادی کی لو پھونکی اور انگریزوں کو ہندوستان چھوڑنے پر مجبور کیا، یہاں کی تہذیب وتمدن، رہن سہن میں سادگی، بے تکلفی اور مہمان نوازی، مدارس ومساجد کی بہتات، علماء کی فراوانی، اسلام کی شناخت اور شعائر دین کی حفاظت، چمپارن کا مزید ایک امتیاز یہ بھی کہ کم وبیش ہر گھر میں حفاظ کرام موجود ہیں۔

مولانا سہیل احمد ندوی بن شکیل احمد بن وکیل احمد بن شیخ عدالت حسین کا تعلق بھی اسی چمپارن کے بگہی گاؤں، تھانہ دیوراج، بلاک لوریا سے تھا، لحیم شحیم جسم، گہرا سانولا رنگ، سفید وسادہ کرتا پاجامہ میں ملبوس، سر پر گول ٹوپی، ہنس مکھ، خوش مزاج، سادہ بے تکلف، دیکھنے میں ایک معمولی انسان، لیکن کاندھے پر ذمے داریوں کا کوہ گراں۔

1987 میں ندوۃ العلماء سے فراغت کے بعد اس وقت کے ناظم اور چھٹے امیر شریعت حضرت مولانا سید نظام الدین صاحب کی ایماء پر امارت شرعیہ کے دفتر نظامت سے منسلک ہوگئے اور پینتس سال کے طویل عرصہ میں آپ نے امارت شرعیہ کے مختلف انتظامی صیغوں کو سنبھالا۔ کبھی کارکن امارت شرعیہ، کبھی معاون ناظم، کبھی نائب ناظم اور کبھی امارت شرعیہ ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ، مولانا منت اللہ رحمانی ٹیکنیکل انسٹی چیوٹ، قاضی نورالحسن میموریل اسکول، مولانا سجاد میموریل ہسپتال اور دارالعلوم اسلامیہ کی سکریٹری کی حیثیت سے آپ کی خدمات قابل تعریف ہیں اور لائق عمل بھی امارت شرعیہ کے گوشے گوشے میں آپ کے فکر وعمل کے لازوال نقوش نمایاں ہیں۔ آپ نے تعلیمی اور انتظامی شعبوں میں بہت سی مفید اور کارآمد اصلاحات کیں، آپ ہی کی نظامت میں دارالعلوم اسلامیہ نے تعلیمی ترقی کے ساتھ ساتھ تعمیری ترقی بھی کی مدرسہ کی زمین کی فراہمی ہو یا مدرسہ کی چہار دیواری اور مین گیٹ کا معاملہ ہو یا پھر رواق ولی کے نام سے باون کمروں پر مشتمل عمارت کی سنگ بنیاد ہو آپ ہی کی نظامت کی یادگار ہے۔

آپ: قد آوروں: کے قد تراش دینے کے سخت مخالف تھے، خودداری آپ کا صفت خاصہ تھا ایک موقع سے ایک صاحب نے اپنا مقصد پورا کرنے کے لئے آپ کو پچاس ہزار کی پیش کش کی جس کو آپ نے سختی سے ٹھکرا دیا۔

کہا کرتے تھے کہ مولانا میں اگر چاہوں تو ٹیبل کے نیچے سے خوب پیسہ کماؤں لیکن اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے ان چیزوں سے محفوظ رکھا، قرآن کریم کی تلاوت سے خاص شغف تھا، سورہ ملک اور سورہ واقعہ کی تلاوت شاید و باید ہی چھوٹتا، عشاء کے بعد سحر خیزی کی عادت تھی جو زندگی کے اخیر عمر تک رہا آپ کے اندر پلاننگ، منصوبہ بندی، گہراء کے ساتھ مسائل پر غور کرنے اور صبر وتحمل کے ساتھ لوگوں کو ساتھ لے کر چلنے کی خاص صلاحیت موجود تھی

میں نے ان کو دور سے دیکھا تھا لیکن نزدیک سے دیکھنے، سمجھنے، پرکھنے کا موقع اس وقت ملا جب میری بحالی بحثیت مدرس امارت شرعیہ کے ٹیکنیکل انسی چیوٹ میں ہوء آپ نے دیوان متنبّی کے چند اشعار مجھ سے پوچھا اور کہا کے جائے بے نیاز ہوکر محنت اور لگن سے کام کیجئے کیونکہ محنت اور لگن ہی آگے بڑھنے کا راستہ اور ذریعہ ہے خود کا نام پیدا کیجئے پدرم سلطان بود سے کچھ نہیں ہوتا، آپ کا دل روء کی مانند نرم اور ملائم تھا۔ کسی بھی کارکنان یا اساتذہ سے کوئی شکایت ہوتی تو محفل میں کبھی بھی نہیں بولتے ایک استاد کو بلا کر انہیں سمجھانے کو کہتے۔ متعلقین سے شفقت سے پیش آتے، ان کے مسائل کو سن کر حتی المقدور حل کرنے کی کوشش کرتے، ذمے داری کا بوجھ ہونے کے بعد بھی کبھی غیر سنجیدہ نہیں ہوتے، آپ نباض وقت تھے، وابستہ لوگوں سے کام لینے، حالات سے سمجھوتہ اور ایڈجسٹمنٹ منصوبہ بندی پر عمل درآوری کی شکلیں آپ کو خوب آتی تھی، وفات سے قبل حکومت کی جانب سے پیش کئے گئے ظالمانہ بل یکساں سول کوڈ کے خلاف بیداری مہم کے لئے راورکیلا سے 25 جولائی کو کٹک پہونچے تھے، 120 کیلومیٹر دور بالوگاؤں میں عوام سے مخاطب ہونا تھا، طبیعت عمومی طور پر اچھی تھی، شوگر کے علاوہ الحمد للہ کچھ بھی نا تھا؛ لیکن وقت موعود آچکا، جیسے ہی ظہر کی نماز کے بعد سنت کے لئے کھڑے ہوئے رکعت اول مکمل کی اور رکعت ثانی کے سجدے میں 25 جولائی 2023ء مطابق 6ر محرم الحرام 1445ھ بروز منگل 1 بج کر 16 منٹ پر اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ انا للہ وانا الیہ رجعون

خدا آپ کو صلحاء واتقیا اور اپنے برگزیدہ انبیاء کے ساتھ جنت الفردوس کا مکیں بنائے اور تمام اعزا واقربا، محبین، متعارفین ومتعلقین اور آپ کے لئے دعا کنندہ کو صبر جمیل دے اور اجر جزیل سے نوازے۔ اے خدا ہم تجھ ہی سے سہارا لیتے اور تیری طرف رجوع ہوتے ہیں اور تیرے ہی حضور میں ہمیں جانا ہے، خدا کا درود وسلام اور رحمت و برکت نازل ہو ہمارے حضرت، ہمارے نبی، ہمارے شفیع محمد پر، ان کی آل واولاد پر اور ان کے تمام اصحاب پر۔ ساری تعریفیں صرف سارے جہان کے پالن ہار کے لئے ہے۔

مولانا سہیل احمد ندوی کی حیات وخدمات نا قابل فراموش

مولانا بدیع الزماں ندوی قاسمی

موت اس کی ہے کرے جس کا زمانہ افسوس
یوں تو دنیا میں سبھی آتے ہیں مرنے کے لئے

شب وروز کے ہنگاموں میں نہ جانے کتنوں کے بارے میں یہ خبر ملتی ہے کہ وہ ہم سے رخصت ہوگئے۔ بہت سوں کے چھوٹ جانے سے دل شدید رنج والم بھی محسوس کرتا ہے۔لیکن ایسے لوگ کم ہوتے ہیں، جن کی وفات کی خبر دلوں پر بجلی سی گرادے اور جن کی یاد ان لوگوں کے دلوں میں بھی ایک ہُوک پیدا کردے جو ان سے رشتہ داری کا رسمی رابطہ نہیں رکھتے ، اللہ تعالیٰ مولانا سہیل احمد ندوی رحمہ اللہ پر اپنی رحمت کی بارشیں برسائے ، وہ ایسے ہی لوگوں میں سے تھے۔اپنے مجاہدانہ عزم وعمل اور پُرخلوص خدمات کی وجہ سے وہ علمی اور دینی حلقوں میں ہردلعزیز شخصیت کے مالک تھے،اور جو شخص علم ودین کی کچھ قدر و قیمت اپنے دل میں رکھتا ہے،اس کے لئے ان کی وفات ایک عظیم سانحہ ہے، نائب ناظم امارت شرعیہ بہار،اڑیشہ وجھارکھنڈ، سکریٹری امارت شرعیہ ایجوکیشنل اینڈ ویلفئر ٹرسٹ، دارالعلوم الاسلامیہ اور مولانا سجاد میموریل اسپتال کے نگراں مولانا سہیل احمد ندوی یونیفارم سول کوڈ کے لئے بیداری مہم میں حصہ لینے کے لئے جھارکھنڈ اوراڈیشہ کے سفر پر کٹک میں تھے کہ وہیں 6 / محرم الحرام 1445ھ مطابق 25 / جولائی 2023ء بروز منگل ظہر کی نماز کے دوران حالت سجدہ میں روح پرواز کرگئی۔انا للہ وانا الیہ راجعون، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ ونور اللہ مرقدہ وبرد مضجعہ۔ ایسی موت درحقیقت موت نہیں بلکہ لازوال زندگی ہے،اور اس خوش بختی پر انہیں جتنی بھی مبارک باد دی جائے کم ہے،مولانا موصوف سے میرے گہرے روابط اور تعلقات کی بنا پر ان کی اچانک وفات کی خبر سے دل ودماغ پر رنج والم کی جو کیفیت طاری ہوئی، وہ نا قابل بیان ہے۔

مولانا موصوف خوش خلقی اور ملنساری میں اپنی مثال آپ تھے،نہایت دوراندیش اور دوربین تھے، مولانا موصوف نے امارت شرعیہ کے عروج وترقی اور اس کے استحکام کے سلسلہ میں جو کردار ادا کیا وہ قابل صد ستائش ہے، انہوں دنیا کے تمام علائق سے یکسو ہوکر بس امارت شرعیہ کو اپنی تمام تر توجہات کا مرکز بنالیا تھا، اور ندوۃ العلماء سے فراغت کے بعد امارت شرعیہ سے ایسے وابستہ ہوئے کہ جوانی سے لے کر آخری لمحات تک اسی کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو وقف کردیا، امارت شرعیہ سے محبت آپ کے رگ وپے میں بسی ہوئی تھی، چنانچہ 36 سالوں کی طویل مدت امارت کی خدمت میں گزاردی، آپ کی وفات سے امارت شرعیہ میں جو خلا پیدا ہوا ہے وہ کبھی پُر نہ ہوسکے گا، آپ کی باتیں اور مخصوص ادائیں اور چٹکلے ایک عرصہ تک مجلسوں کا موضوع بنے رہیں گے۔

نہ غرض کسی سے نہ واسطہ مجھے کام ہے تیرے کام سے ☆☆☆ ترے ذکر سے تری فکر سے تری یاد سے ترے نام سے

مولانا موصوف کا امارت شرعیہ کا متواتر 36 سالوں پر محیط دینی، ملی، قومی، رفاہی، سماجی اور رفاہی خدمات وہ عظیم اور تاریخی کارنامہ ہے، جو تاریخ میں سنہرے حروف سے لکھا جائے گا، وقت کا مؤرخ آپ کے اس کارنامہ کو کبھی فراموش نہیں کرسکتا، درحقیقت مولانا موصوف کی 36 سالہ خدمات کے تذکرہ کے لئے سیکڑوں صفحات درکا ہیں، جس کو اس مختصر سے مضمون میں سمویا نہیں جاسکتا۔

جو بادہ کش تھے پُرانے وہ اٹھتے جاتے ہیں ☆☆☆ کہیں سے آبِ بقائے دوام لا ساقی
حاصل رہا ہے مجھ کو ملاقات کا شرف ☆☆☆ مٹی کا ایک چراغ تھا سورج سے فیض یاب

اللہ تعالیٰ امارت شرعیہ کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے اور امارت شرعیہ کی ہر قسم کے شرور وفتن سے حفاظت فرما کر اس کو اپنی تاریخی روایات کے ساتھ قائم ودائم رکھے۔ آمین، مولانا موصوف کا آبائی وطن بگہی دیوراج، تھانہ لوریا، ضلع مغربی چمپارن ہے، پسماندگان میں اہلیہ، دو بیٹے اور ایک بیٹی ہے، مولانا موصوف مشہور ملی وسماجی شخصیت جناب شیخ عدالت کے پڑپوتے تھے۔مرحوم کا گھر تاریخی اعتبار سے بہت ہی اہم ہے، جنگ آزادی کے سلسلہ میں شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد رحمہم اللہ اور مہاتما گاندھی کی میٹنگ آپ کے گھر ہوا کرتی تھی، آپ کی ولادت 5 / جون 1962ء مطابق 2 /محرم 1382ھ بروز منگل مغربی چمپارن کے خطۂ دیوراج کی بستی بگہی جناب محمد شکیل کے یہاں ہوئی، وفات کے وقت ان کی عمر تقریباً 62 سال کی تھی، ان کی پہلی نماز جنازہ احاطۂ امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ اور دوسری نماز جنازہ ان کے آبائی گاؤں بگہی دیوراج، ضلع مغربی چمپارن میں احاطۂ شیخ عدالت حسین ہائی اسکول میں ادا کی گئی، اللہ تعالیٰ ان کے مراتب بلند فرمائے، اپنی خاص رحمتوں سے مالا مال فرمائے، مقامات عالیہ سے سرفراز فرمائے، کروٹ کروٹ راحت اور اعلیٰ علیین اور جنت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے اور ان کے جملہ پس ماندگان اور متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔(آمین یارب العالمین)

اللہ ان پر بارشِ رحمت ہو دم بدم ☆☆☆ ان کے لئے کھلیں ترے رحم وکرم کے باب

آپ کی وفات کی کسک علمی طبقوں میں برابر محسوس کی جائے گی، ادارہ (''انڈین کونسل آف فتویٰ اینڈ ریسرچ ٹرسٹ بنگلور، کرناٹک، "جامعہ فاطمہ للبنات مظفرپور، بہار'' اور ''وژڈم انٹرنیشنل پبلک اسکول، نرولی مظفرپور، بہار اور جامع مسجد بکھری چوک، سیتامڑھی، بہار) مرحوم کے سانحہ وفات پر اپنے رنج وغم کا اظہار کرتا ہے اور آپ کی اہلیہ محترمہ، دونوں بیٹے، ایک بیٹی اور دیگر برادران اور رشتہ داروں کی خدمت میں تعزیت مسنونہ پیش کرتا ہے۔

سب لوگ یہ کہتے ہیں کہ تم مٹ گئے ہو! ☆☆☆ تم ساتھ تھے، تم ساتھ ہو، تم ساتھ رہو گے

سادگی ووفا کے پیکر: مولانا سہیل احمد ندویؒ

مفتی عین الحق امینی قاسمی

اپنا زمانہ آپ بناتے ہیں اہل دل
ہم وہ نہیں کہ جن کو زمانہ بنا گیا
(جگر مرادآبادی)

جگر کے اس زور آور شعر کے پس منظر میں مولانا سہیل احمد ندوی رحمہ اللہ کی 36 سالہ خدمات کے تنوع پر جب غور کرتے ہیں، تو جگر کی بات پر سولہ آنہ یقین ہو لیتا ہے کہ واقعی کچھ لوگ اپنی جہاں آپ پیدا کرتے ہیں وہ زمانے کے ناتواں کاندھوں کا سہارا لئے بغیر یقین کامل اور پیہم رواں رہ کر صرف منزل پالینے کی جستجو میں نہیں ہوتے ، بلکہ وہ اوروں کے لئے بھی میل کا پتھر ثابت ہوتے ہیں۔مولانا سہیل احمد ندویؒ اپنی غیر معمولی فکر ولگن، جدوجہد کی وجہ سے اپنی دنیا آپ بنانے میں بلاشبہ کامیاب رہے۔گرچہ دستور دنیا یہی ہے کہ دنیا کسی کی ہوئی ہے اور نہ ہوگی، اس نے کیسے کیسوں کو زیر زمیں ہوتے دیکھا ہے، جب کہ موت اپنی طے شدہ پالیسی کے خلاف ایک انچ بھی برگشتہ ہونا گوارہ نہیں کرتی:

کتنی مشکل زندگی ہے کس قدر آساں ہے موت ☆☆☆ گلشنِ ہستی میں مانندِ نسیم ارزاں ہے موت
کلبہ افلاس میں، دولت کے کاشانے میں موت ☆☆☆ دشت ودر میں گلشن میں ویرانے میں موت

مولانا سہیل احمد ندویؒ 1987ء میں دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے فارغ ہوئے ،فراغت کے بعد وہ امارت شرعیہ آگئے اور یہیں کے ہوکر رہ بھی گئے خدمات وکردار اور ذمہ داریوں میں بھی وہ قابل قدر رہے اور "مسافران آخرت" کی جب باری آئی تو اس حوالے سے بھی وہ دنیاء انسانیت کے لئے قابل رشک بن کر گئے۔مولانا سہیل احمد ندویؒ کی تربیت ایک مجاہد آزادی اور امارت شرعیہ کے خاکوں میں رنگ بھری کرنے والوں کے گھر ہوئی تھی ، بعد کے دنوں میں تعلیم وتربیت کی راہ سے اُن کی دیکھ ریکھ وقت کے نباض کبارِ اساتذہ نے کیا تھا، دنیاء اسلام کی عبقری شخصیت علامہ ابوالحسن علی میاں ندویؒ اور مولانا عبداللہ عباس ندویؒ جیسے جہاں دیدہ مصنف، سوز وساز مند داعی اور حسن وسلیقہ کے پیکر انسانوں نے نہ صرف کتابوں کے اسباق پڑھائے تھے ، بلکہ کتاب زندگی کا باب در باب بھی سیکھایا تھا ،جس میں ،احساس، کرب، بےچینی، خیر خواہی ،اقدار، اعتبار، اخلاق ،افکار، علم، ہنر اور بامقصد زندگی جینے کی بہت سی ایسی سمتوں سے واقف کرایا گیا تھا، جس کی قدم قدم پر ضرورت ہوا کرتی ہے، بلاشبہ مولانا مرحوم نے اپنی ہنرمندی کا خوب استعمال کیا اور سلیقے سے کیا، اکابرین امارت شرعیہ کے اعتبار ووقار کو خوب نبھایا اور دم آخر تک نبھایا، اُن کی زندگی آئینہ ہے اُن رضا کاروں اور دین کے خدمت گزاروں کے لئے جو جذبہ خدمت اپنے اندر پاتے ہیں۔مولانا ندوی نے جو محنتیں کیں ، جو تحمل دکھایا اور جن صبر آزما احوال کو جھیلا ، دنیا میں اُس کا یہی صلہ ملنا چاہئے جو اُنہیں یقیناً ملا ، اللہ پاک نے یہاں عزت ومرتبہ بھی بخشا اور قابل رشک طریقے سے اپنے پاس بلا۔

یہ پھول مجھے کوئی وراثت میں ملے ہیں؟ ☆☆☆ تم نے مرا کانٹوں بھرا بستر نہیں دیکھا

مولانا کی ایک بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ اتنے اہم مناصب پہ ہونے کے باوجود سنجیدہ رہتے تھے، خود سے وابستہ احباب کی خبر رکھتے تھے، اپنے سے جڑے لوگوں کی پیشانی پر ابھرنے والی سلوٹوں کو اُن میں تاڑنے کی صلاحیت تھی ، مشکل حالات میں بھی وہ راہ نکالنے اور ایڈجسٹ کرنے کی کوشش کرتے تھے اور ہر ذمہ داری کو احساس ذمہ داری سے زیادہ امارت کی ساکھ کا خیال رکھ کر امارت شرعیہ کے مزاج وپالیسی کے مطابق کاز کو انجام دینے والا دردمند دل رکھتے تھے۔اُن پہ امارت شرعیہ کے اکابرین کو غیر معمولی اعتبار تھا، متعدد شعبوں کے باوقار صاحب منصب تھے، ہر شعبہ اور ادارہ ماشاءاللہ رو بہ ترقی ہے، ہر بڑی تنظیم کو ایسے افراد قسمت سے ملا کرتے ہیں، حسن اتفاق کہہ لیجئے کہ مولانا سہیل ندوی رحمہ اللہ گھر کے اعتبار سے بھی فارغ البال تھے، وہ اپنی تنخواہ اور مدت ملازمت پر نظر رکھ کر امارت کی خدمت نہیں کرتے تھے ، بلکہ امارت شرعیہ کو دل وجان سے عزیز تر سمجھتے تھے ، اُس کی محبت ، اکابرین کی خدمات سے سرشار اور امارت کی شکل میں ملت اسلامیہ کے سرمائے کے تحفظ کے جذبے سے خدمت کرتے تھے، کسی بھی ادارے کو ایسے دو چند ہی افراد ملا کرتے ہیں ،جن کی شبانہ روز کی محنت وجانفشانی ،ادارے کو استحکام بخشنے میں معین ومددگار ثابت ہوتی ہے۔

مت ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں ☆☆☆ تب خاک پردے سے انسان نکلتا ہے

ذاتی طور پر مجھے مولانا کو سمجھنے کا موقع اُس وقت ملا تھا جب وہ 27 / 5 / 2009 کو امارت شرعیہ کی طرف سے ایک دورے میں مؤقر وفد کے ساتھ بیگوسرائے تشریف لائے تھے، جب اُنہیں معلوم ہوا اور اُن کے سامنے ادارے میں حاضری کا تقاضہ رکھا گیا کہ یہاں بچیوں کی دینی وعصری تعلیم وتربیت کی غرض سے ایک ادارہ ''معہد عائشہ'' کے نام سے ضلع بھر میں پہلی مرتبہ قائم ہوا ہے اور وہاں سہ سالہ مومنہ کورس کرایا جاتا ہے تو مولانا سہولت سے دستیاب ہوگئے اور معہد میں تشریف لائے ،اُس وقت ادارہ اپنے قیام کے ابتدائی مرحلے میں تھا، مولانا چوں کہ منجھے ہوئے تجربہ کار اور ایک بڑے ادارے کے ذمہ دار تھے ،اداروں کی مشکلات ، مرحلہ وار الجھاؤ اور مختلف طرح کی رکاوٹوں سے واقف تھے ،اس لئے معائنہ رجسٹر میں رسمی تحریر لکھنے کے بعد کئی اہم جہتوں کی طرف بھی انہوں نے اشاروں میں رہنمائی فرمائی تھی ،اُن میں سے ایک چیز یہ تھی کہ " کسی عمومی امر میں عجلت مت کیجئے گا، بلکہ مسلسل عمل منزل تک پہنچاتا ہے، تحمل وبرداشت سے کامیابی ملتی ہے، حوصلہ رکاوٹوں کو دور کرتا ہے، ابتدائی مرحلے میں خاص طور سے حسن اخلاق بہت بڑا سرمایہ ہوتا ہے، مضبوط علم ومطالعہ سے دل جیتنے میں مدد ملتی ہے"۔یاد پڑتا ہے کہ انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ "ادارے کے اندر بھی اور باہر بھی کسی بھی فرد سے الجھنا، اداروں کے لئے نقصان دہ ثابت ہوتا ہے، پختہ تعلیم وتربیت ،ادارے کی ترقی کے لئے بنیاد ہے، مشکل اوقات کے علاوہ بہتر حالات میں بھی اللہ سے اپنے تعلق کو مضبوط کرنے کی کوشش کرنا اداروں کے نظام کو بھی مقبول بناتا ہے"

وہ تیرا روبہ رو ہونا، وہ ہم سے گفتگو کرنا ☆☆☆ بہت پر کیف لمحے تھے جو پھر آتے تو اچھا تھا

انہوں نے معہد عائشہ کے معائنے نامے میں اپنے قلم سے جو تحریر لکھی تھی جس پر محترم مفتی سعید الرحمان قاسمی صاحب صاحب مفتی امارت شرعیہ پٹنہ۔محترم مفتی وصی احمد قاسمی نائب قاضی شریعت امارت شرعیہ پٹنہ۔محترم مولانا رضوان احمد ندوی صاحب نائب مدیر ہفت روزہ نقیب پٹنہ، رئیس المبلغین محترم مولانا قمر انیس صاحب امارت شرعیہ پٹنہ وغیرہ کے دستخط ثبت ہیں، اس تاثراتی تحریر کا یہ حصہ بھی میرے لئے بہت دوررس ہے: آج مؤرخہ 27 /مئی 2009ء کو وفد امارت شرعیہ کے ساتھ معہد عائشہ الصدیقہ ضلع بیگوسرائے میں حاضر ہوا یہ ادارہ دو سال قبل بچیوں کی تعلیم وتربیت کے لئے قائم کیا گیا اور اس کا تین سالہ نصاب مرتب کیا گیا، معہد کی چند بچیوں سے قرآن اور تقریر ودعا سنا، بحمد اللہ اچھا پایا ضلع بیگوسرائے میں اس طرح کے ادارے کی بچیوں کی تعلیم وترتیب کے لئے اشد ضرورت تھی، یہ ادارہ اس ضرورت کو حسن وخوبی کے ساتھ پورا کررہا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو ترقی دے کر لڑکیوں کی تعلیم وتربیت کا عظیم مرکز بنائے۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز۔سہیل احمد ندوی

مولانا سہیل احمد ندوی رحمہ اللہ اب ہمارے درمیان نہیں رہے، اُن کے جنازے میں بھی شرکت نہیں ہوسکی، مگر اگلے دن یہ عاجز بیگوسرائے سے ایک چھ رکنی وفد کے ساتھ امارت شرعیہ پہنچا، جہاں محترم مولانا شبلی القاسمی قائم مقام ناظم امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ، مولانا قمر انیس صاحب، مولانا محفوظ اختر نعمانی صاحب اور مولانا عبدالباسط ندوی صاحب وغیرہ سے مل کر اظہار تعزیت کا موقع ملا۔امارت شرعیہ کے لئے مولانا کا روشن کردار ہمیشہ یاد رکھا جائے گا ،امارت کے پلیٹ فارم سے ملت اسلامیہ کے مختلف الجہات مسائل ومشکلات کو حل کرنے جیسی جدوجہد کو بھلایا نہیں جاسکتا، اللہ پاک سے دعا ہے کہ مولانا کے وارثین کو صبر وسکون دے اور امارت شرعیہ کو مولانا کا نعم البدل عطا فرمائے۔

آسماں اُن کی لحد پر شبنم افشانی کرے ☆☆☆ سبزہ نورستہ اُس گھر کی نگہبانی کرے

حضرت مولانا سہیل احمد ندوی: امارت شرعیہ کے مخلص وفعال منتظم

مفتی محمد خالد حسین نیموی قاسمی

حضرت مولانا سہیل احمد ندوی کی اچانک رحلت نے دل ودماغ کو غمگین اور قلب ونظر کو مضطرب کر دیا مولانا سہیل احمد ندوی امارت شرعیہ کے مستعد، فعال اور چاق وچوبند ذمہ داروں میں سے تھے. وہ ہر کام کو مشن کے طور پر انجام دیتے تھے اور اس کے لیے ہر ممکن کوشش بروئے کار لاتے تھے. امارت شرعیہ کا کوئی بھی ایسا کام ہو؛ جس کا ہونا بظاہر مشکل نظر آ رہا ہو، اسے آپ مولانا سہیل احمد ندوی کے حوالے کر دیجئے! وہ اس کی مکمل پلاننگ کر کے اس کو معرض وجود میں لانا یقینی بنائیں گے اور وہ کام ناممکن سے ممکن ہو جائے گا. ،اصل میں انھیں امارت شرعیہ سے عشق کی حد تک لگاؤ اور فکر سجاد سے فنائیت کی حد تعلق تھا، اور یہ تعلق اور فنائیت ان کے خون میں شامل تھا کہ ان کے جد امجد شیخ عدالت حسین بانی امارت شرعیہ حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد کے جاں نثاروں میں سے تھے، جنھوں نے چمپارن اور اس کے مضافات میں تحریک امارت کو مضبوط تر کرنے کے لیے غیر معمولی خدمات انجام دی تھیں. ، بندہ راقم الحروف نے اپنی نظروں سے امارت شرعیہ کے دارالعلوم سے وابستگی کے چھ سالہ عہد میں بہت سے ایسے واقعات دیکھے ہیں؛ جن میں بظاہر کوئی کام مشکل نظر آ رہا ہوتا تھا؛ لیکن مولانا سہیل احمد ندوی نے اپنی جگر کاوی اور فکر مندی اور حکمت خیز پلاننگ ذریعے اسے ممکن بنا دیا. ،مولانا سہیل احمد ندوی سے پہلی ملاقات 2000 ء میں اس وقت ہوئی جب یہ عاجز حضرت قاضی القضاء مولانا مجاہد الاسلام قاسمی رحمہ اللہ علیہ کی دعوت پر دارالعلوم امارت شرعیہ میں خدمت تدریس انجام دینے کے لیے امارت شرعیہ حاضر ہوا تھا. ،امارت شرعیہ میٹنگ روم میں حضرت قاضی مجاہد الاسلام صاحب کے بغل میں ایک تیز طرار عالم دین کو بہت حساس بشاش اور چاق وچوبند پایا. اسی وقت میری نظر اس بات کی جستجو کرنے لگی کہ آخر یہ بندہ کون ہے؟ جن کے انداز وادا سے بجلیاں گوندر ہی ہیں، معلوم کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ شخصیت کوئی اور نہیں بلکہ دفتر نظامت سے تعلق رکھنے والے مولانا سہیل احمد ندوی ہیں، جن کا عہدہ معاون ناظم کا ہے، اس عاجز نے اسی سال رمضان المبارک کے امارت شرعیہ کے ترجمان ہفت روزہ ''نقیب'' کے کسی شمارے میں دارالعلوم اسلامیہ امارت شرعیہ کے قیام کے تعلق سے ایک اعلان دیکھا تھا، جس کی سرخی تھی ''ملت اسلامیہ کے لیے عظیم خوشخبری: دارالعلوم کا قیام'' اس میں اکابر امارت شرعیہ کی طرف سے دارالعلوم قائم کرنے کا فیصلہ اس کے قیام کا خاکہ درج تھا، اس کے ساتھ ہی شوال سے تعلیمی سال کی شروعات اور اس دارالعلوم میں داخلہ کے لیے درخواست بھیجنے کی آخری تاریخ کا اعلان کیا گیا تھا، یہ اعلان مولانا سہیل احمد ندوی دفتر نظامت امارت شرعیہ کی طرف سے جاری کیا گیا تھا؛ چونکہ یہ عاجز دارالعلوم سے وابستہ تھا اور اس کے مدرس اول کے طور پر اس عاجز کی بحالی ہو چکی تھی، اس لیے فطری طور پہ بندہ کا ان کی طرف رجحان ہوتا چلا گیا اور دل نے کہا کہ یہ دارالعلوم امارت شرعیہ کے نقطۂ نظر سے کوئی اہم شخصیت ہیں؛ چونکہ انہی کے دستخط سے دارالعلوم کے تعلق سے نقیب اور دیگر اخبارات میں اعلان شائع ہوا ہے، اس کے بعد اگرچہ دارالعلوم الاسلامیہ کے سکریٹری کے طور پر ذمہ داران امارت نے جناب مفتی جنید عالم ندوی قاسمی کو مقرر فرمایا؛ لیکن میرے تأثر کے عین مطابق قضیہ نامرضیہ کے بعد امیر شریعت سابع حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی نور اللہ مرقدہ نے اپنے عہد میں جناب مولانا سہیل احمد ندوی کو دارالعلوم الاسلامیہ کا سکریٹری نامزد فرمایا اور انھوں نے نہ صرف یہ کہ دارالعلوم کو بہترین انداز میں چلایا بلکہ اس کے کاموں کو بھی رفتار دیا اور دارالعلوم ان کے عہد نظامت میں شاہ راہ ترقی پر گامزن رہا، ابتدائی ملاقاتوں میں یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ ایک عرصے سے دفتر نظامت سے وابستہ ہیں اور قدیم معاون ناظم اور امیر شریعت مولانا سید نظام الدین معتمد خاص ہیں، حضرت امیر شریعت اور امارت شرعیہ کے سارے رازوں کے محرم اسرار ہیں، ان پر امیر شریعت بہت زیادہ اعتماد کیا کرتے ہیں، اس لیے اس زمانے میں معاون ناظم کے علاوہ ان کے پاس کئی اور عہدے بھی تھے، مثلاً مولانا نور الحسن میموریل اسکول کے سکریٹری بھی تھے اور اس کو ہر حال میں ایک معیاری اسکول بنانے کے لیے ہمہ وقت کوشاں رہتے تھے، اس زمانہ میں اسکول میں تقسیم انعامات کی متعدد تقاریب میں مولانا سہیل ندوی نے اس عاجز کو مدعو کیا تھا اور اسکول حاضر ہو کر اس عاجز کو اسکول کے بچے اور بچیوں کی شاندار تعلیمی سرگرمیوں کا مشاہدہ کرنے اور اپنے خیالات بچوں اور ان کے گارجین کے سامنے پیش کرنے کا موقع ملا تھا، مولانا کا مزاج شیخ سعدی کے شعر "درشتی ونرمی بہم در بہہ است ... چوں جراح کہ فاصد مرہم نہ است" کے مصداق تھا، عام طور پر مولانا نرمی لطافت اور مسکراہٹ سے کام نکالا کرتے تھے؛ لیکن کبھی کبھی گرمی بھی دکھاتے تھے اور کبھی کبھی تو بہت زیادہ گرم ہو جایا کرتے تھے؛ لیکن کب گرم ہونا ہے اور کب نرم ہونا ہے اس کو وہ بخوبی جانتے تھے اور بخوبی اس کو نبھایا کرتے تھے، علامہ اقبال نے اس کی تعبیر کچھ یوں کی ہے

هر لحظہ ہے مومن کی نئی شان، نئی آن　　گُفتار میں، کردار میں، اللہ کی بُرہان!
قہّاری وغفّاری وقدّوسی وجبروت　　یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان
جس سے جگرِ لالہ میں ٹھنڈک ہو، وہ شبنم　　دریاؤں کے دِل جس سے دہل جائیں، وہ طوفان

نیز اس شعر کی بھی جھلک نظر آتی تھی:

نرم دمِ گُفتگو، گرم دمِ جُستجو　　رزم ہو یا بزم ہو، پاک دل وپاک باز

اس راقم السطور کے ساتھ ان کا ہمیشہ شفقت کا معاملہ رہا پہلے دن سے انہوں نے جو شفقت کا معاملہ شروع کیا وہ اخیر تک برقرار رہا؛ جب بھی ملتے مسکرا کر کے ملتے ٹوٹ کر کے ملتے اور اس عاجز کے لکھنے پڑھنے کے ذوق کی بڑی حوصلہ افزائی کیا کرتے تھے، جب اس عاجز کی تحریری کاوش کتاب ''خواتین کی عظمت اور ان کے حقوق؛ اسلام کی نظر میں'' آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی طرف سے شائع ہوئی اور اس کی رسم اجراء مجلس عاملہ کے اجلاس میں ہوئی تو اس کا ایک نسخہ بورڈ کی طرف سے انھیں بھی پیش کیا گیا تو انہوں نے اس کا مطالعہ مکمل کرنے کے بعد مجھ سے خاص طور پر ملاقات کی؛ مجھے مبارکباد پیش کی اور کہا میں نے اس کتاب کو از اول تا اخر ایک ایک حرف پڑھا ہے، ماشاء اللہ بہت شاندار کتاب آپ نے لکھی ہے، مولانا کی شہادت اس لیے دمدار شہادت تھی کہ مولانا از ہر ہند دارالعلوم دیوبند اور دارالعلوم ندوۃ العلماء دونوں اداروں کے فیض یافتہ تھے لہٰذا دونوں اداروں کے امتیازی اوصاف ''دل روشن'' اور ''زبان ہوشمند'' دونوں سے متصف تھے، 2003 میں ایک ناپسندیدہ واقعہ پیش آیا، دنولی پھلور یہ کے مکتب کے ایک معلم نے لیبر کورٹ میں حضرت امیر شریعت، ناظم امارت شرعیہ کے خلاف لیبرا ایکٹ کے تحت مقدمہ کر دیا، جب مقدمہ کی نوٹس دفتر نظامت پہنچی تو ایک تحیر اور اضطراب کی کیفیت پیدا ہو گئی، اس صورتحال کو مولانا سہیل ندوی نے سنبھالا اور انھوں نے شاید راغب احسن ایڈووکیٹ سے مشورہ لیا، انھوں نے کہا کہ فی الحال آپ وکیل رکھ کر ڈیٹ لے لیں، آگے ہم جواب تیار کر دیں گے، اس صورت حال میں مولانا نے مجھ سے رابطہ کیا، میں نے معاملے کی حساسیت کو سمجھتے ہوئے کہا کہ اس معاملے کو آپ میرے حوالے کر دیں، انشاء اللہ میں اسے سنبھال لوں گا، ان حضرات نے بندہ پر اعتماد کیا، ان کے توقعات کے مطابق اس عاجز نے حضرت مولانا شفیق عالم قاسمی بانی وصدر جامعہ رشیدیہ بیگوسرائے بہار اور حضرت مولانا قاضی ارشد قاسمی قاضی شریعت گوگری کھگڑیا کے تعاون سے معاملہ کو حل کروالیا اور مدعی نے رضا ورغبت سے اپنا مقدمہ واپس لے لیا، 2006 میں جب گونپورہ کے مقام پر دارالعلوم الاسلامیہ کی مستقل عمارت کی بنیاد رکھی گئی تو اس کے لیے سنگ بنیاد کا ایک عظیم الشان اجلاس منعقد کیا گیا جس کی صدارت حضرت امیر شریعت نے کی اور اس کی نظامت کی ذمہ داری بندہ راقم الحروف کے سپرد کی گئی؛ چنانچہ بندہ نے نظامت کی ذمہ داری بحسن وخوبی انجام دی، اس موقع پر مہمان خصوصی حضرت مولانا قاری سید محمد عثمان منصور پوری اور مولانا سید عبداللہ حسنی اور مولانا محمد خالد غازی پوری تھے، پروگرام کے کامیاب انعقاد کے بعد مولانا سہیل احمد ندوی وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے جم کر مبارکباد پیش کی، اس کے بعد اکابر کے مشورے سے بندہ بیگوسرائے آ گیا۔

2008 میں جب امارت شرعیہ کی طرف سے ایک وفد اصلاحی وتعمیراتی دورے پہ بیگوسرائے پہنچا تو اس وفد کی قیادت حضرت مولانا سہیل احمد ندوی کر رہے تھے، یہ عاجز بھی شریک وفد تھا اور مختلف پروگراموں میں شریک رہا، اس درمیان میں بھی مولانا کی ذرہ نوازی اور ان کے اکرام کا معاملہ بہت نمایاں تھا اور اس موقع پہ مختلف مقامات کے جلسوں میں آپ کی ایک نئی صفت کا مظاہرہ ہوا کہ آپ ماشاء اللہ بہترین منتظم کے ساتھ ساتھ شاندار خطیب بھی ہیں، جلسوں میں آپ موضوع کے حساب سے انتہائی مؤثر گفتگو فرمایا کرتے تھے اسی دوران آپ کی تشریف آوری جامعہ رشیدیہ بیگوسرائے میں ہوئی اور حضرت مولانا شفیق عالم قاسمی نور اللہ مرقدہ سے ٹوٹ کر ملے، جامع مسجد بیگوسرائے میں منعقد مجلس سے پر مغز خطاب کیا اور اپنے گراں قدر تاثرات جامعہ رشیدیہ کے تاثرات کے رجسٹر پر ثبت فرمایا، اس دورۂ وفد کے آخری پروگرام کے تعلق سے اس عاجز کی خواہش تھی کہ شہر کے قلب میں واقع گاندھی اسٹیڈیم کے عظیم الشان میدان میں ''امارت کانفرنس'' کے نام سے ایک پروگرام منعقد ہونا چاہیے، جب میں نے یہ تجویز رکھی تو مولانا سہیل احمد ندوی نے اس تجویز کی نہ صرف یہ کہ تائید کی بلکہ انہوں نے کہا کہ اس پروگرام کے لیے حضرت ناظم امارت شرعیہ اور حضرت امیر شریعت مدظلہ العالی کو خاص طور پر مدعو کیا جائے گا چنانچہ ان کی کوشش پر مولانا انیس الرحمٰن صاحب قاسمی نے بھی وقت دیا اور حضرت امیر شریعت مولانا سید نظام الدین صاحب نے بھی وقت دیا؛ لیکن عین وقت پر حضرت مولانا سید نظام الدین صاحب کی طبیعت علیل ہو گئی جس کی وجہ سے آپ تو تشریف نہ لا سکے؛ لیکن انہوں نے اپنا پیغام ریکارڈ کروا کر کے بھجوایا اور حضرت مولانا انیس الرحمٰن صاحب اور دیگر کئی حضرات کو اپنی نمائندگی کے لیے بیگوسرائے بھیجا، یہ پروگرام بہت کامیاب رہا اور یہ حضرات شاداں وفرحاں امارت شرعیہ کو لوٹے، اس کے بعد بھی امارت شرعیہ کی مجلس شوری یا کسی اور پروگرام کی مناسبت سے جب بھی پھلواری شریف حاضری ہوتی تھی تو حضرت سے ضرور ملاقات ہوتی، 2017 میں امیر شریعت کے حسب ہدایت دارالعلوم کی تعمیراتی مقاصد کے لیے ایک وفد مولانا سہیل ندوی کی قیادت میں بیگوسرائے پہنچا، مولانا کی خواہش پر اس کے ایک دو پروگرام میں بندہ نے بھی شرکت کی اور خطاب کیا، روانگی کے وقت اس عاجز کی دعوت پر وفد کے ساتھ پوکھریا بیگوسرائے تشریف لائے اور مرحوم شاہ امان اللہ بخاری کے دولت کدہ پر طویل نشست ہوئی، جس میں متعدد ملی فلاحی امور پر باتیں ہوئیں، اندازہ ہوا کہ امارت شرعیہ اور دارالعلوم کی تعمیر ترقی کے لیے آپ انتہائی درجہ بے چین ہیں، اسی ضمن میں بیگوسرائے شہر میں دفتر اور دارالقضاء کے لیے ایک دو زمین کا مشاہدہ وفد کے ساتھ کیا؛ لیکن اس کی خریداری نہیں ہو سکی، ابھی حال کی بات ہے کہ موجودہ امیر شریعت کے حجرے میں حضرت امیر شریعت اور نائب امیر شریعت کی موجودگی میں ایک معاملہ سامنے آیا، یہ قاضی نور الحسن میموریل اسکول کی زمین کا معاملہ تھا، ایک فریق نے دعوی کیا کہ اس زمین کا کچھ حصہ ہمارا ہے، مولانا سہیل ندوی کا کہنا تھا کہ یہ زمین امارت شرعیہ کی ہے، اسکول کی ہے، اس میں کسی اور کا حصہ نہیں ہے دوسرے فریق کی طرف سے ایک سابق ایم ایل اے پیروی کے لیے آئے ہوئے تھے؛ میں نے حضرت امیر شریعت مدظلہ سے یہ گزارش کی کہ اس طرح کے امور کو انجام دینے میں اور سنبھالنے میں مولانا سہیل ندوی صاحب مثالی بصیرت اور مہارت رکھتے ہیں اس معاملے کو ان کے سپرد کر دیا جائے. امیر شریعت حضرت مولانا سید احمد ولی فیصل رحمانی نے مولانا سہیل ندوی کو یہ ہدایت دی کہ آپ اس کے سارے کاغذات کو لے کے فریق مخالف اور ان کے کاغذات کو لے کر کسی ماہر وکیل کے سامنے پیش کریں اور قانونی رائے لے کر اس کی رپورٹ مجھے دیں. اس کے بعد مدعی فریق سے بات کر کے اس مسئلے کو شرعی بنیادوں پر اور قانونی تقاضوں کے مطابق حل کر لیں. چنانچہ انھوں نے اس معاملہ کو خوبصورتی سے ہینڈل کیا، اس کے علاوہ بھی بہت سے واقعات ہیں جن سے مولانا کے اخلاص وللّٰہیت امارت شرعیہ کے تئیں آپ کے عشق اور جہد مسلسل کی عکاسی ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات جلیلہ کو قبول فرمائے آمین۔

Volume:63/73,Issue:31 R.N.I.N. Delhi Regd. No.BIHURD/4136/61Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

To

جانے والے کبھی نہیں آتے
جانے والوں کی یاد آتی ہے (سکندر علی وجد)

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND
NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF,PATNA 801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-21-23
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/61

مولانا سہیل احمد ندویؒ - میرے دیرینہ رفیق

مولانا رضوان احمد ندوی

بڑا تکلیف دہ ہوتا ہے یہ احساس، جب کہیں سے یہ خبر سننے کو ملتی ہے کہ میرے کسی محترم ہستی، بزرگ شخصیت، محسن و شفیق رہنماء نے داغ مفارقت دیدی، یا کوئی ایسے بے تکلف دوست، عزیز اور رشتہ دار اس دنیا سے گذر گئے جن سے انس و محبت کا رشتہ اپنی جگہ بڑا مستحکم رہا ہو، ابھی پچھلے مہینے ۲۵/ جولائی ۲۰۲۳ء کو جب مجھے اپنے قدیم و دیرینہ رفیق، کرم فرما مولانا سہیل احمد ندوی، نائب ناظم امارت شرعیہ پھلواری شریف کے انتقال کی اطلاع ملی تو احساسات و جذبات پر سکتہ سا طاری ہو گیا، صدموں سے نڈھال ہونے کے باوجود یقین ہی نہ آرہا تھا کہ ایسے ہنس مکھ، شگفتہ مزاج، زندہ دل اور والہانہ محبت کرنے والے مخلص دوست ہم سے بچھڑ جائیں گے "انا لِلّٰهِ و انا اليه راجعون" ایک ایسے وقت میں جبکہ ہمارے برسوں کے بہت سے پرانے احباب ایک ایک کر کے ساتھ چھوڑتے جا رہے ہیں، مولانا ندوی بھی ساتھ چھوڑ دیں گے، یقین مانئے کہ ان کا اس دنیا سے اٹھ جانا ایک ایسا شخصی سانحہ ہے، جسے آسانی سے فراموش نہیں کیا جا سکتا، ان کی یادیں، باتیں برابر یاد آتی رہیں گی۔

جاتے جاتے محبت کی نشانی دے گئے سوز دل دے گئے، آنکھوں کو پانی دے گئے

اللہ ان کی قبر کو ٹھنڈی رکھے اور قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اور خدا کی رحمت و مغفرت انہیں نصیب ہو، وہ U.C.C. کے خلاف عوامی رائے عامہ ہموار کرنے اڑیسہ گئے ہوئے تھے، اسی ریاست کے موضع بابو گنج کی جامع مسجد میں ظہر کے وقت دوگانہ سنت ادا کرنے کے لئے نیت باندھی، عین حالت سجدہ میں تھے کہ رب ذوالجلال کو پیار آگیا اور اپنے اس محبوب بندہ کو اپنے پاس بلالیا، رحمة الله رحمة واسعة، اس لحاظ سے وہ بڑے خوش نصیب تھے کہ ان کا خاتمہ بالخیر ہوا، مگر افسوس یہ ہے کہ تاریخ امارت شرعیہ کا ایک تابندہ ستارہ ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا۔

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

بلاشبہ موت ہر ایک کو آنی ہے اور مولانا ندوی مرحوم اپنے لئے اتنی ہی زندگی لے کر آئے تھے، لیکن کاش! کہ ہم ان حادثات سے اپنی زندگی کے لئے کوئی سبق لے سکیں اور دنیا کی اس زندگی کی حقیقت پہچان لیں جس کا کوئی لمحہ یقینی نہیں۔

مولانا سہیل احمد ندوی بن شکیل احمد بن وکیل احمد بن شیخ عدالت حسین بہار کے ضلع مغربی چمپارن کی ایک مرکزی بستی بگہی کے باشندہ تھے، یہیں ۵/ جون ۱۹۶۲ء میں ایک دیندار وزمین دار گھرانے میں پیدا ہوئے، انہوں نے جس ماحول میں آنکھیں کھولیں، وہاں خوشحالی و فارغ البالی کا دور دورہ تھا، ان کے آباء و اجداد اپنے وقت کے اہم لوگوں اور با اثر شخصیتوں میں تھے، دینی و ملی خدمات کے لئے ان کا گھر بزرگوں کا مرکز و محور ہوا کرتا تھا، سیاست داں بھی، سماجی خدمت گار بھی اکثر یہاں قیام پذیر ہوتے تھے۔

اسی پر کیف ماحول میں مولانا کی پرورش و پرداخت ہوئی، دادا نے انہیں شوق سے حافظ قرآن بنایا اور جب انہوں نے حفظ مکمل کیا تو انہیں مادی نعمتوں سے بھی نوازا، ابتدائی دینیات کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد دارالعلوم دیوبند گئے، پھر دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو میں داخلہ لیا، جہاں سے ۱۹۸۷ء میں سند فضیلت پائی، تعلیم سے فراغت کے بعد امارت شرعیہ پٹنہ سے وابستہ ہو گئے، اس ادارہ سے انکے خاندانی روابط تھے، بانی امارت شرعیہ مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ چمپارن کے دورے میں اکثر مولانا کے گھر ہی قیام فرماتے، اس نسبت سے انہیں امارت شرعیہ سے والہانہ عقیدت تھی، جب وہ اس ادارہ سے وابستہ ہوئے تو اپنی صلاحیت و قابلیت سے ترقی کے منازل طے کرتے ہوئے اس کے کلیدی عہدوں تک جا پہونچے، آخر کے پانچوں امراء شریعت حضرت امیر شریعت رابع مولانا سید منت اللہ رحمانی، حضرت مولانا عبدالرحمٰن، حضرت مولانا سید نظام الدین، حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی اور موجودہ امیر شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی کے معتمد خاص بن گئے، بلکہ موخرالذکر حضرت امیر شریعت نے مولانا ندوی کے وصال کے بعد منعقد ایک تعزیتی پیغام میں فرمایا کہ "مولانا امارت شرعیہ کی ۳۶/ سالہ مدت ملازمت کے احوال و آثار کے انسائکلو پیڈیا تھے" ہمارے بزرگوں نے انہیں پہلے دفتر نظامت کا انچارج بنایا، مکتبہ تجاریہ، قاضی نورالحسن میموریل اسکول، شعبہ نشر و اشاعت اور ہفتہ وار نقیب کی طباعت و اشاعت کی ذمہ داری سونپی پھر پرنٹر پبلیشر بنایا، نقیب سے ان کی حد درجہ دلچسپی تھی، اس کے لئے مضامین بھی لکھا کرتے تھے، ان کی زبان و بیان اور طرز نگارش میں جدت و ندرت ہوا کرتی، یہاں نمونہ کے طور پر دو مضامین کے اقتباسات درج کئے جاتے ہیں، ۱۹۹۵ء میں نقیب کا سیرت رسول نمبر طبع ہوا، اس میں انہوں نے محسن انسانیت کی مثالی زندگی کے عنوان پر ایک مضمون لکھا اور تحریر فرمایا کہ "تاریخ عالم کے اوراق عظیم شخصیتوں کی عظمتوں اور ان کے کارناموں سے بھرے پڑے ہیں، بڑے بڑے بادشاہ، فاتح، سپہ سالار، سیاستداں، مدبّر، فلسفی اور ماہر علم و فن اس دنیا میں آئے، اپنے کمالات کا مظاہرہ کر کے شہرت و ناموری حاصل کی اور صفحۂ ہستی سے ناپید ہو گئے، اگر آپ کو ایسی شخصیت کی تلاش ہو جس کی زندگی ساری دنیا کے انسانوں کے لئے یکساں طور پر نمونہ اور لائق تقلید قرار دی جا سکے تو عظیم انسانوں کی صفیں خالی نظر آئیں گی، ایک بھی ایسی جامع اور مکمل شخصیت نہیں ملے گی، جو سارے انسانوں کے لئے نمونہ ہو اور جس کا اسوہ ساری انسایت کے لئے مشعل راہ قرار دیا جا سکے، ایک بادشاہ کی زندگی کسی دوسرے بادشاہ کے لئے مثالی زندگی تو ہو سکتی ہے، لیکن ایک غریب انسان کے لئے بادشاہ کی زندگی نمونہ قرار نہیں دی جا سکتی، ایک فاتح اور سپہ سالار کی زندگی جس نے بڑے بڑے معرکوں میں کامیابی حاصل کی ہو ایک فوجی افسر کے لئے لائق تقلید ہو سکتی ہے، لیکن ایک تاجر کے لئے اسے بطور نمونہ پیش نہیں کیا جا سکتا، ایک سیاسی مفکر اور مدبر کی زندگی ایک سیاستداں کے لئے مشعل راہ کا کام دے سکتی ہے، لیکن ایک معلم اخلاق اور سماجی اصلاح کا کام کرنے کے لئے اس کے افکار و خیالات سے رہنمائی حاصل کرنا ممکن نہیں ہے، غرض کہ ایسی تمام ہستیاں جن کے احترام میں تاریخ کی پیشانیاں خم ہیں، اس معیار پر پوری نہیں اترتیں، سوائے ایک ہستی کے اور وہ ہستی ہے ہمارے سرکار دو عالم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی، جن کو اللہ تعالیٰ نے رحمۃ للعالمین بنا کر ساری دنیا کی رہنمائی کے لئے مبعوث فرمایا (نقیب، شمارہ نمبر ۱۰/ سن اشاعت ۱۹۹۵)۔

پھر نقیب کے عید نمبر کے لئے مضمون تحریر کیا، جس میں لکھا کہ "عیدالفطر کی نماز اللہ کی بندگی و اطاعت کے ساتھ اتحاد و اتفاق، اخوت و مساوات اور وقار و عظمت کے بے مثال مظاہر ہیں، آج بھی امیر و غریب، عالم و جاہل، آقا و غلام، بوڑھے و نوجوان جب نماز کے لئے صف باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں اور اللہ اکبر کی صداؤں کے ساتھ رکوع و سجدہ کرتے ہیں تو راستہ چلتے لوگ رک جاتے ہیں اور حیرت و استجاب کے ساتھ سوچتے ہیں، یہ کیسا دین ہے، جو امیر و غریب اور حاکم و محکوم کو ایک ساتھ کھڑا کر دیتا ہے، ہمارے ارد گرد جو سماج ہے وہ اونچ و نیچ، امیر و غریب اور حاکم و محکوم کے خانوں میں بٹی ہوئی ہے، اس کے دل میں مسلمانوں کے تیئں جو بھی جذبات ہوں لیکن اسلامی مساوات اور رواداری کا یہ مظاہرہ دیکھ کر اس کے دل میں خوابیدہ حسرتیں کروٹیں لینے لگتی ہیں، الغرض عید ایک ایسا پاک تہوار ہے جس کی مثال دنیا کا کوئی مذہب پیش نہیں کر سکتا، بلکہ غیر مسلموں کے تہواروں کو دیکھ کر ہر شخص اندازہ کر سکتا ہے کہ ان میں لہو و لعب لغویات و خرافات کے علاوہ روحانیت کا نام تک نہیں" (نقیب)۔

ان دونوں تحریروں سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ان کا قلم کس درجہ پختہ تھا، ان کی انہیں علمی و فکری اور اعلی انتظامی صلاحیت سے متاثر ہو کر اکابر امارت شرعیہ نے امارت شرعیہ ایجوکیشنل اینڈ ویلفیر ٹرسٹ اور دارالعلوم الاسلامیہ کا سکریٹری بنایا اور دنیا نے دیکھ لیا کہ چند برسوں میں ہی انہوں نے ان اداروں کے معیار اور نظام عمل کو بلند تر کر دیا اور اپنی اقدامی و فکری صلاحیت کا لوہا منوالیا، اس طرح انہوں نے ہر شعبہ کو فعال بنایا، اس راہ میں پیش آنے والی دشواریوں اور مشکلات کو کبھی خاطر میں نہیں لایا، گفتار سے لیکر کردار تک عزیمت ہی عزیمت تھی، وہ نہ کسی سے مرعوب ہوتے تھے اور نہ کسی کے دباؤ میں آتے، نہ گھبراتے، نہ ہراساں ہوتے، بس عزم و حوصلہ، بے باکی و جرأت مندی سے کاموں کا آگے بڑھاتے، ان کے کام کرنے کی رفتار کسی دشواری اور مصیبت کا کوئی اثر قبول نہ کرتی، میں نے دیکھا کہ وہ کمر کی شدید تکلیف میں مبتلا ہیں، ان پر اضطراب اور بے چینی کی کیفیت طاری ہے، دود و کرب کے باوجود ٹکنیکل اور اسپتال کی فائلوں کو پڑھ رہے ہیں، دستخط بھی کر رہے ہیں اور ہدایتیں بھی دے رہے ہیں، علاوہ ازیں گھریلو ضروریات پر بھی نگاہ رکھے ہوئے ہیں۔

اس طرح انہوں نے اپنی پوری زندگی قومی و ملی خدمات میں گزاری، انہیں دوسروں کی خدمت اور دوستوں کی مدد میں بڑا لطف ملتا اس سے اپنے اندر خوشی محسوس کرتے، قدرت نے انہیں سخاوت و فیاضی کا خاص ملکہ عطا کیا تھا جس کے بے شمار واقعات میرے حافظہ میں محفوظ ہیں، مولانا کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ امارت شرعیہ کے ہر صلاحیت اور محنتی اصحاب کی حوصلہ افزائی کرتے اور انہیں ترقی دینے کے لئے کوشاں رہتے، اس کے لئے وہ حضرت امیر شریعت اور ناظم امارت شرعیہ سے سفارش بھی کرتے اور بوقت ضرورت زبانی گفت و شنید بھی فرماتے اور اس کو اپنی سعادت سمجھتے اس لئے کبھی کسی کو یہ محسوس نہیں ہونے دیتے تھے کہ اس پر کوئی احسان کر رہے ہیں بلکہ اس کام کو ادارہ کے حق میں مفید تر سمجھتے، انسان دوستی اور خرد نوازی ان کی زندگی کا سنہرا باب تھا، زندگی ان کے نزدیک بہت بڑی نعمت تھی جسے اچھی طرح گزارنا چاہتے تھے، وہ مطلق زاہد خشک اور تنگ نظر نہ تھے، وہ اچھا کھانا پسند کرتے، اچھے قسم کا لباس زیب تن کرتے، اچھے مکان میں اچھی طرح رہنا پسند کرتے اور چاہتے تھے کہ سب کو یہی کچھ میسر ہو، البتہ امارت شرعیہ کے دعوتی و اصلاحی دوروں میں جہاں جگہ ملتی آرام کر لیتے، بلکہ دوروں میں قائد وفد ہونے کے باوجود ارکان وفد سے ایسے گھلے ملے رہتے کہ بسا اوقات ناواقف میز بانوں سے تعارف کرانا ہوتا کہ ہمارے وفد کے یہ قائد ہیں، مولانا ندویؒ سے میری ۳۴/ سالہ رفاقت رہی، ایک زمانہ میں ہم دونوں پھلواری شریف کے منیر کالونی میں ایک ہی بلڈنگ میں فیملی کے ساتھ رہا کرتے تھے، قیام گاہ سے دفتر تک ایک ساتھ اٹھنا بیٹھنا رہا، اس وقت میرے سامنے ان کی یادوں اور باتوں کا لامتناہی سلسلہ ہے، بے تکلفی، خوش گپی و خوش مزاجی ایسی تھی کہ وہ ہم کو مزاح میں گرو جی کہا کرتے تھے اور میں انہیں مہا گرو سے مخاطب کرتا تھا، وہ نجی مجلسوں میں اپنے لطیفوں اور بذلہ سنجیوں سے سب کا دل جیت لیتے، آج میں سوچتا ہوں کہ ان کی شخصیت میں ایسی کونسی کشش تھی جو سب کو اپنا گرویدہ بنا لیتی تھی تو اس کی ایک وجہ مجھے یہ نظر آئی کہ وہ نہایت ہی مرنجا مرنج طبیعت کے آدمی تھے، اپنی پر لطف اور پر مزاح گفتگو سے محفل کو لالہ زار بنا دیتے تھے، اگر اس مجلس میں ان کے کوئی دیرینہ رفیق درس موجود ہوتے تو اس وقت محفل کا رنگ و آہنگ کچھ اور ہوتا، اس وقت ہنسی مذاق میں خاصے بے تکلف ہو جاتے، وہ گرچہ مجھ سے عمر، مقام و مرتبہ میں بدرجہا فائق تھے، لیکن انہوں نے ظرافت و مزاح میں عمر و مرتبہ کے فاصلوں کو حائل نہیں ہونے دیا، یہی وجہ ہے کہ وہ ہر دل عزیز تھے، وقت گزر گیا، گزر رہا ہے، مگر مولانا کی یادیں اسی طرح تازہ ہیں آج بھی جب ان کی یاد میں آنکھیں اشک بار ہو جاتی ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے وہ مسکرا کر کہہ رہے ہوں، ارے رضوان! آنسوں پونچھ لو۔ زندگی ہنسنے ہنسانے کے لئے بھی ہے، مولانا کی مقبولیت و شہرت کا اندازہ ان کی نماز جنازہ میں شرکت سے بھی ہوا، جب ان کے آبائی وطن بگہی میں گھر سے قبرستان تک ایک نظر دیکھنے والوں کا تانتا بندھا دیکھا تو حیرت و استعجاب اور خوشی و مسرت کی ملی جلی کیفیات سے دل لبریز ہو گیا کہ ماشاء اللہ مولانا کے چاہنے والوں کی تعداد سیکڑوں میں ہے اور علاقہ میں بھی انکا ایسا اثر و رسوخ ہے، سبحان اللہ، مولانا متعدد بار حج و زیارت بیت اللہ سے بھی شرفیاب ہوئے، اس کے علاوہ بیرون ممالک کویت، دبئی وغیرہ کے بھی اسفار کئے، اور ہر جگہ اپنے حسن اخلاق کے انمٹ نقوش چھوڑے، مولانا کے پسماندگان میں اہلیہ محترمہ کے علاوہ دو صاحبزادے زہیر احمد، محمد حذیفہ اور ایک صاحبزادی، چار بھائی بقید حیات ہیں، بچی اور ایک لڑکے کی شادی بھی کر دی تھی، اللہ تعالی ان سبھوں کو صبر و ثبات کی توفیق بخشے۔